وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ (الدھر)

(اپنے نیک بندوں کو، اُن کا پروردگار اُنہیں پاکیزہ شربت پلائے گا۔)

جامِ طہور

عبدالرحمن عاجز مالیرکوٹلوی

جامِ طہور

موجودہ فانی زندگی کا انجام آخر موت ہے۔ موت کے دروازہ سے گزر کر عالمِ آخرت میں زندگی کے لمحہ لمحہ کا حساب لیا جائے گا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۠ (سورۃ الجمعہ)

(اے پیغمبرؐ!) آپ کہہ دیجیئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ ضرور تمہیں آ پکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (خدا) کے پاس لائے جاؤ گے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام جتلا دیگا (یعنی وہ اپنے اسی علمِ کامل و قطعی کے مطابق تمہاری نیکیوں اور برائیوں کی جزا، و سزا بھی دیگا)

آہ! وہ کس قدر خطرناک وقت ہوگا اس روز اپنے بیگانے ہو جائیں گے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ یہ چند روزہ زندگی آخرت کی تیاری کے لیے ایک مختصر مہلت، تھوڑا سا وقفہ ہے۔ اسے غفلت میں گزار دینا عقلمند کا کام نہیں۔ کاش کہ ہم اس حقیقت پر غور کریں، اس سے پہلے کہ موت آکر ہمیں دبوچ لے۔

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

جامِ طہور

قیامت کے دن ہر انسان سے چار سوال ہوں گے جب تک وہ ان کا جواب دے دیگا اسے قدم اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَا عَمِلَ بِہٖ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ (الترغیب)

(ترجمہ) حضرت ابوبُردہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز کوئی بندہ اپنے قدم نہیں اٹھا سکیگا جب تک وہ ان چار سوالات کا ٹھیک جواب نہیں دے دیگا (۱) اُسے جو عُمر دی گئی وہ کہاں صرف کی (۲) اسے جو علم دیا گیا اُس پر کس حد تک عمل کیا (۳) اسے جو مال دیا گیا وہ کس طرح کمایا (حلال طریق سے یا حرام طور پر) اور پھر وہ کن کاموں میں خرچ کیا (۴) اور اس کے جسم کے بارے میں پوچھا جائیگا کہ اسے کن کاموں میں استعمال کیا۔

میدانِ محشر میں انہیں ہولناک سوالات کے ڈر کی وجہ سے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ۔ کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا ——

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (الدھر)

اور ان کا پروردگار ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا

جامِ طہور

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

ناشر و مالک رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار لائل پور

اقبال زیدی

گوہر سے گراں تر ہیں تری عمر کے لمحات، !
ہُشیار! کہ ہو جائیں نہ یہ نذرِ خرافات !
کٹ جائے نہ غفلت ہی کے رستے میں یہ مہلت،
لب پر نہ کہیں وقتِ اجل ہو ترے ہیہات

جامِ طہور

طبع .... اوّل

نام کتاب .... جامِ طہور

مصنف .... عبدالرحمن عاجز مالیر کوٹلوی

کتابت .... عنایت اللہ گیلانی

مطبع .... مکتبہ جدید پریس لاہور

تاریخِ اشاعت .... مئی ۱۹۷۵ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت 32.00

(۱) ناشران وتاجران .... رحمانیہ دارالکتب (زیر جامع مسجد اہلحدیث) امین پور بازار، لائلپور

(۲) ملنے کا پتہ۔ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

فہرست

جامِ طہور (حصۂ نظم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنیوالا بڑا مہربان ہے

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری

اے میرے پروردگار، میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے

واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی

اور میری زبان سے بستگی دور کر دے تاکہ لوگ میری بات خوب سمجھ سکیں!

طالب رحمت:

عبدالرحمٰن عاجز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مَیں اپنی یہ ناچیز تصنیف "جامِ طہور" ہر اُس مسافر کے نام سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جس کے درپیش ایک طویل اور نہایت کٹھن سفرِ آخرت ہے جس کا ہر قدم اس کے سفر کی طرف خود بخود اٹھتا جا رہا ہے، جس کا ہر سانس اُسے اس کی زندگی سے دور اور موت سے قریب تر کرتا جا رہا ہے جسے بہر صورت موت کے دروازہ سے گزرنا ہے اور اس کی پہلی منزل قبر ہے۔

اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (الترغیب)

قبر یا تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ۔ یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

لمحہ لمحہ کٹ رہا ہے زندگی کی فکر میں
لحظہ لحظہ موت کی جانب بڑھے جاتے ہیں ہم

اسی راہ کا راھی

عبدالرحمٰن عاجزؔ مالیرکوٹلوی

استدعا

میری اس حقیر پیشکش "جامِ طہور" کی نظم و نثر کا ایک ایک لفظ اوّل سے آخر تک مطالعہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

عبد الرحمٰن عاجز

پیش لفظ

ملک کے مشہور و معروف ادیب و شاعر، عالم و فاضل، مصنف و مترجم کتبِ کثیر

از جناب: مولانا غلام رسول مہر (مرحوم) مسلم ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ میرے عزیز دوست مولوی عبدالرحمٰن صاحب عاجزؔ (مالیر کوٹلوی) کا یہ مختصر سا مجموعۂ کلام شعر و ادب کے نقطۂ نگاہ سے کہیں بڑھ کر بہ اعتبارِ موضوع خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ حقیقتہً اس کا اوّلین مقصد و نصب العین یہ نہیں کہ کمالاتِ شعری کی نمائش کی جائے، اوّلین مقصد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کو رہِ حق پر گامزن ہونے کی دعوت دی جائے۔ ان کے دلوں میں وہ نصب العین از سرِ نو تازہ کیا جائے جو تاسیسِ پاکستان کے سلسلے میں ہر لحظہ ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا تھا، عاجزؔ صاحب کے دل میں

کتاب وسنت کے لیے بے پناہ تڑپ ہے، وُہ چاہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو خدائے قدوس اور رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام واوامر کی تعمیل کا پیکر بن جائے، اسی صورت میں ہم اسلام کی برتری دُنیا پر آشکارا کر سکتے ہیں۔ اسی صورت میں ہم مصیبت زدہ انسانیت کے قلب وروح کو تڑپا دینے والے زخموں پر آسودگی کا مرہم رکھ سکتے ہیں

عاجز صاحب کا میلانِ طبع شعر گوئی کی طرف ہے، انھوں نے اس صنعت سے وہی کام لیا جو ایک سچے مسلمان کا شیوہ ہے، یعنی اپنی ملت وقوم کی بھلائی اپنے بھائیوں کی اصلاح وفلاح قرآنِ مجید کے ارشاد "بلغ ما انزل الیك" (اور پہنچا دے تو جو تیری طرف اتارا گیا ہے) کی تا بحدِ امکان تکمیل، یہ بڑا ہی نیک مقصد ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے جلد پُورا کر دے۔

بعض اصحاب کے نزدیک دعوت وارشاد کے لیے اشارہ وکنایہ کا طریق بہتر سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بڑی مدت کے بعد نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔ نیز ہمارے معاشرہ کی خرابیاں اس پیمانے پر پہنچ گئی ہیں کہ شاید رمز وکنایہ سے کسی پر اثر ہی نہ ہو سکے، پھر طریقِ دعوت محض مصالح ہی کی بنا پر متعین نہیں ہوتا، اس میں داعی کے فطری رجحان ومیلان اور عشقِ مقصد کا درجہ بھی خاص اہمیّت رکھتا ہے، جن اصحاب کے دل میں غیرت وحمیّتِ دین کا چشمہ ابل رہا ہو ان کی کیفیت عموماً یہی ہوتی ہے کہ سراپا دعوت بن جاتے ہیں، اشارہ وکنایہ ان کے نزدیک ہرگز کافی نہیں ہوتا۔

عاجز صاحب کا ذوقِ شعر بھی بہت اچھا اور سلجھا ہُوا ہے، البتہ یہ ظاہر ہے، کہ شاعری میں فطری جواہروں کے علاوہ مشق و ریاضی کا بھی ایک اہم درجہ ہے اور اس کے کمال بلوغ کی حد مقرر کرنا بظاہر ممکن نہیں، عاجز صاحب اُردو کے علاوہ عربی میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ اور اس مجموعے میں ایک دو نظمیں عربی کی بھی ہیں۔ میری دلی آرزو ہے کہ یہ مجموعہ اس مقصد و نصب العین میں زیادہ سے زیادہ مؤثر ثابت ہو، جو عاجز صاحب کی شعر گوئی کا حقیقی محرک ہے۔ اور میری دانست کی حد تک دُنیا میں ان کے نزدیک اس کے سوا کوئی صلہ ہو بھی نہیں سکتا، حقیقۃً ان کا سارا وجود صرف ایک ہی نغمے سے لبریز ہے اور وُہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ارشاد کا اعادہ ہے، یعنی ان اجریَ الا علی اللہ (نہیں ہے میرے لیے کوئی صلہ مگر اللہ پر)۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

ناچیز مِہر

مسلم ٹاؤن لاہور

مارچ ۱۹۶۷ء

تقریظ

ملک کے نامور ادیب و شاعر جناب احسان دانش صاحب

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی کا مجموعۂ کلام میرے سامنے ہے۔ جہاں تک علم وفضل کا تعلق ہے، مولانا عاجز عربی کے جیّد فاضل اور فارسی اُردو کے اُستادوں میں گنے جاتے ہیں۔

عاجز صاحب کو شعر کا ذوق فطری ہے، اور ایک عالم باعمل اور تبلیغی ذہن رکھنے والے انسان کو اگر ذوقِ شعر نشر و اشاعت تک لے آئے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک طرح کی عبادت ہے۔

مسائل کی تفصیل کے لیے تو نثر اپنا کام خوب کرتی ہے، لیکن جہاں اجمال کا معاملہ آتا ہے اور مسئلہ کنایہ سے لوگوں کے سینوں میں انڈیلا جاتا ہے، اس کے لیے شعر سے بہتر کوئی ذریعۂ ابلاغ نہیں ہوتا، چنانچہ آسمانی صحائف میں سے اکثر ایسی ہیں جو ردیف و قافیہ اور اوزان سطور کی سواریوں پر اترتی ہیں۔

ؔ یہ جناب احسان دانش صاحب کا محض حسن ظن ہے ورنہ حقیقت میں جادۂ علم کا میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں

جناب عاجز ایک مسلمان رُوح رکھنے والے انسان ہیں۔ اور اول سے ان کا اوڑھنا بچھونا علم میں رہا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے خیالات کی تبلیغ اور کتاب وسنت کی اشاعت کے لیے اپنے فنِ شعر کو آلہ بنایا ہے، خدا کرے اس نسخے کی آواز اس بگڑتے ہوئے معاشرے کے ضمن میں مفید ثابت ہو۔

جہاں اور اہل درد اور شدید اور حساس مسلمان دامے درمے بذمے سخنے اس معاشرہ کو درست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہیں جناب عاجز بھی اپنا مجموعۂ کلام عوام کی تہذیب واصلاح کے لیے لا رہے ہیں۔ خدا کامیاب کرے۔ آمین۔ ثم آمین!

جناب عاجز نے جو کچھ کہا ہے وُہ سہل ممتنع میں عوام کے لیے کہا ہے، اشاروں اور کنایوں میں بات کو الجھایا نہیں بلکہ ایک سچے انسان کی طرح بات کہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبرؐ کو پہنچی ہے اور پیغمبرؐ نے قرآن کی صُورت میں امّت کو دی ہے اور وُہ ایسی کتاب ہے جس نے ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا، اعلان کیا تھا کہ دُنیا میں کوئی بڑے سے بڑا فاضل قرآن جیسی ایک سورت لکھ کر دکھا دے، لیکن اس دعوت پر آج تک سکوت ہے۔

جناب عاجز آج کل لائل پور میں مقیم ہیں اور رحمانیہ دارالکتب کے نام سے ایک مکتبہ قائم کر رکھا ہے، جس میں عربی اور مصری کتابوں کے علاوہ تفاسیر و

احادیث اور سیرو تاریخ کی نادر و نایاب کتب مہیا کرتے ہیں، اور یہ تقسیمِ علم بھی
ان کے اسی جذبۂ تبلیغ کا ثبوت ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی
خدمت عبادت کے علاوہ تجدید ہے۔ موقف اسلامی کی

احسان دانش
۱۵ جولائی ۱۹۷۴

تقریظ

عزت مآب جناب نوابزادہ حضرت مولانا عبد السلام صاحب جلال میرزا خانی مرحوم مظفر گڑھ

مولانا عبد الرحمٰن صاحب عاجز صورت اور سیرت، دونوں لحاظ سے سچے مسلمان ہیں، ان کو بنظر بظاہر دیکھ کر کبھی یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ صاحب حتی الوسع پورے التزام کے ساتھ مشاعروں میں شریک ہوتے ہوں گے، مگر یہ واقعہ ہے کہ اگر کوئی مشاعرہ ان کے دائرۂ علم میں آجائے تو اس میں ضرور شامل ہوتے ہیں اور طرحی غزل کہہ کر شامل ہوتے ہیں، ان کی غزل کیا ہوتی ہے، اس کا جواب اس مجموعہ کے ہر صفحہ سے مل سکتا ہے، مولانا کا فلسفۂ حیات ایک شعر میں یہ ہے۔

لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ ۔۔۔ فَکُلُّکُمْ یَصِیْرُ اِلَی التَّبَابِ

پیدا کرو اولاد موت کیلئے اور مکان بناؤ ڈھنے کیلئے ۔۔۔ پس تم میں سے ہر ایک ہلاکت کیطرف چل رہا ہے

اس لیے ان کی شاعری کا محور موت کی یاد دہانی اور عقبیٰ کی فکر ہے۔ اور یہی وہ پیغام ہے جو ان کے ذہن کی سطح پر نمایاں نظر آتا ہے۔

کسی ادبی نشست میں مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ شعر کی قسموں پر روشنی ڈال رہے تھے، ان کا کہنا تھا کہ شعر آمد کے لحاظ سے عاشقانہ، عارفانہ اور فاسقانہ ہو سکتا ہے، اور آورد کے لحاظ سے ماہرانہ، نافعانہ اور صناعانہ ہو سکتا ہے، فاسقانہ میں باغیانہ، مطلق شاعرانہ، فاحشانہ اور سوقیانہ بھی ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں ان کی تحقیق بڑی طویل تھی، جس کا یہاں کوئی مقام نہیں، بہر حال انھوں نے ایک سوال کے جواب میں اپنی جبلّی دلیری سے اعتراف کیا کہ اُن کی شاعری فاسقانہ تھی، اور یہ چیز غالباً ان کی فروتنی کی مثال ہے، ان کی شاعری جہاں عاشقانہ، عارفانہ اور والہانہ تھی، وہاں ماہرانہ اور نافعانہ بھی تھی۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب عاجزؔ اپنی عارفانہ اور نافعانہ دُھن میں بڑی وفاداری سے اپنا پیغام پہنچاتے ہیں، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاں

فی کل وادی یھیمون (اور وہ ہر وادی میں سرگردان

پھرتے ہیں) قسم کے شعراء جمع ہوں وہاں اُن کو تلامیذ الرحمٰن کا مقام یاد دلا کر اور شعر میں حکمت اور حکمت میں بیان کا نکتہ واضح کر دیا جائے۔

مولانا صاحب اس مقصد کی وضاحت کے لیے جس خلوص سے شعر کہتے ہیں، اس کی وضاحت سے ان کے کلام کے تمام صفحات مزیّن ہیں، عاجزؔ صاحب وحدانیتِ مطلق کے قائل ہیں لیکن اس کے ہم پہلو عشقِ رسول ؐ کی چاشنی جس

والہانہ انداز سے پیش کرتے ہیں وہ ایک فدائی رسُول ہی کا حصّہ ہو سکتی ہے۔
وُہ اپنے پیغام کو پُورے استغراق، فکر اور عذوبتِ بیان سے پیش کرتے ہیں۔
مشاعروں میں جہاں ہر مکتبِ فکر اور ہر دبستانِ شعر کے نمائندے موجود ہوتے
ہیں۔وہاں مولانا عاجز کی ندائے حق" طرحی کلام کی صورت میں نمایاں طور پر
جلوہ گر ہوتی ہے اور ع " اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے"
کا حق ادا کر جاتی ہے۔

خُدا کرے ان کی یہ آواز "رجالِ رشید" کے کانوں تک پہنچے اور وُہ
شعراء میں جو ذہنی انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں وُہ ان کے سامنے رُو بہ عمل
ہو جائے۔آمین! ——— میرا خیال تھا کہ مولانا کے چند جوہر پاروں
کی جانب اشارہ کر کے ان کے فن اور خلوص کی وضاحت کروں لیکن مناسب
یہی ہے کہ ناظرین کرام اور مولانا کے کلام کے درمیان ایک لمحے کی دیوار بھی گوارا
نہ کی جائے۔والسلام۔

جلال میرزا خانی۔ دار الجلال، مظفر گڑھ

تقریظ

از قلم :- استاذ الشعراء الحاج حضرت فیض احمد صاحب فیض جھنجھانوی

حضرت فیض احمد فیض جھنجھانوی برِّ صغیر ہند و پاک کی وُہ عظیم المرتبت و رفیع المنزلت شخصیت ہیں جو کہ محتاجِ تعارف نہیں، جن کا ہر لفظ زبان و بیان پر ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے ——————

حضرت مولانا عبدالرحمٰن ماہر کوٹلوی ہر صنفِ کلام پر قادر ہونے کے باوجود عاجز ہیں، شاید اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں کسرِ نفسی اور شعراء کی زبان میں صنفِ تقناد کہتے ہیں، بہر حال یہ کوئی اصطلاحِ فن ہو یا نہ ہو، اسے کوئی صنفِ کلام سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، اس میں کلام نہیں، کہ مولانا عبدالرحمٰن المتخلص بہ عاجز صرف شعر و سخن ہی میں یگانہ نہیں بلکہ محبت و شفقت میں منفرد، مودت و رفاقت میں یکتا، خلوص و محبت میں عدیم المثال اور شرافت و نجابت میں بھی بے نظیر

ہیں، آپ کے دل میں جو ولولہ و شوق، آپ کی زندگی میں جو جذبہ و وارفتگی آپ کی طینت میں جو تلاش و جستجو آپ کے ذہن و فہم میں جو خواہش و آرزو اور آپ کے اخلاق و کردار میں جو لگن و تڑپ ہے، وُہ بلا شبہ سوزِ عشقِ حقیقی کی امین، گدازِ محبت ہی کی خزینہ دار، صدق و صفا کی علمبردار، پاکیزگی و سادگی کی مُبلّغ، اور دیانت و امانت کی مُعلّم ہے، یہی وجہ ہے، آپ سے مل کر ہمیشہ ایک روحانی سکون اور آپ سے باتیں کر کے ایک ابدی مسرت کا احساس ہوتا ہے، آپ کے خیالات گرانمایہ کو سن کر ایک نہ بجھنے والی روشنی کا سامنا اور آپ کے جذباتِ بلند پایہ کا مطالعہ کر کے ایک غیر مختتم تجلیات کا عرفان ملتا ہے۔

تقسیمِ برّصغیر کے بعد آپنے جب ہجرت فرمائی تو اپنے شوقِ بے پایاں کی تسکین اور دلِ بیتاب کے سکون کے لیے حجاز کی مقدس سرزمین کو سازگار پایا اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورّہ کے اپنے دوازدہ سالہ (۱۲ سال) دورِ قیام میں آپ نے جن جن بلند پایہ شخصیتوں اور رفیع المرتبت ہستیوں سے کسبِ کمال کی سعئ بلیغ فرمائی، ان کی تمام تر روشنی اور مکمل تجلّی لے کر وارِدِ پاکستان ہوئے، اب مستقلاً لائل پور میں رہائش پذیر ہیں، اور یہاں آپ کی موجودگی ہم جیسے تشنہ کامانِ رشد و ہدایت کے لیے سرچشمۂ فلاح و بہبودِ دینی ہوئی ہے۔

اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

عاجزؔ صاحب جہاں ایک متبحر عالم و فاضل ہیں وہاں ایک سچے مسلمان اور پکے دیندار انسان بھی ہیں، آپکی تمنّا ملّتِ بیضا کی سربلندی اور آپ کی آرزو والتِ مرحومہ کی کامیابی و کامرانی ہے۔

آپ کی حیات کا مطمحِ نظر نیکیوں کی طرف بلانا اور بدی سے بچانا ہے، آپ کی زندگی کا مقصد زہد و تقویٰ کی تبلیغ اور عبادت و ریاضت کی دعوت ہے اور اس سلسلے میں وُہ اپنی دیگر مساعیٔ جمیلہ کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کو بھی ذریعہ حصولِ مقصد سمجھتے ہیں اور اس میں شک بھی نہیں کہ اللہ نے شعر کو جو حسنِ تاثیر بخشا ہے، اس سے بہتر تبلیغ و توشیع کا ذریعہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

مگر عاجزؔ صاحب کا خیال ہے کہ جس طرح فریاد کی کوئی لے نہیں ہوتی،

لہ حضرتِ فیضؔ صاحب کا یہ ذاتی خیال ہے ورنہ حقیقت میں مَیں علمِ دین کا ایک ادنیٰ طالبِ علم ہوں۔ شعر گوئی پہ جو عاجزؔ کی ہیں ششدر سُن لیں،

نہ وُہ عالم ہے، نہ فاضل، نہ وُہ شاعر، نہ ادیب!

تہی دامن ہُوں میرے پاس کیا ہے — خُدا ہی کے کرم کا آسرا ہے

اسی طرح پیغام کی بھی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ اُن کی شاعری تو ایک پیغام ہے۔ اُن کے لیے جو خدا کو واحد و لاشریک، رسولؐ کو صادق و برحق، قرآن کو سرچشمۂ رشد و ہدایت اور اسلام کو جادۂ سلیم و راہِ مستقیم سمجھتے ہیں، ان کی شاعری تو ایک دعوت ہے، ان کے لیے جو نماز کو وجہِ نجات، روزہ کو باعثِ بخشش، زکوٰۃ کو موجبِ فلاح اور حج کو ترقیٔ مدارج کا سبب سمجھتے ہیں، ان کی شاعری کو جو اصحابِ بیان و زبان روزمرہ و محاورہ کی میزان میں تولیں غلط اور ان کے کلام کو جو لوگ صنائع و بدائع کے پیمانوں میں ناپیں ناواجب، اُن کا اس سے مقصد نہ ہجر و وصال کی دلگداز داستانیں سنانا، نہ عشق و محبت کی رُومان پرور مناظر کی عکاسی ہے، اُن کا اس سے منشا، نہ ہجو و مدح کے ہنگامے رچانا، نہ صنائع بدائع شاعری کی دوکان سجا کر داد چاہنا ہے، بلکہ وُہ تو یہ اور صرف یہ چاہتے ہیں، کہ کاش ان کا کوئی شعر شعلہ بن کر کسی کے خونِ منجمد میں حرارت کا سبب بنے، کاش! ان کا کوئی مصرع نشتر بن کر کسی کے خاموش سازِ رگِ جان پر زخمہ زن ہو، کاش! ان کی کوئی نظم نسیمِ سحری کے ایک سبک و خنک جھونکے کی طرح کسی کے دلِ خفتہ کو پیغامِ بیداری دے۔ اور یہ اُن کی کاوشِ دماغی کا صلۂ عظیم اور یہی اُن کی جد و جہدِ زندگی کی متاعِ عزیز ہے۔

یہ سب درست، یہ سب بجا مگر ایسا بھی نہیں جو عاجزؔ صاحب کی شاعری

کو ان موضوعات کے پیشِ نظر خشک و سادہ سمجھ کر کسی خانقاہ کی نذر کر دیا جائے،
جہاں تک راقم الحروف نے آپ کے اشعار سُنے اور آپ کے کلام کا مطالعہ
کیا ہے، آپ کی زبان میں سلاست، بیان میں روانی، خیالات میں نُدرت،
جذبات میں رفعت، اسلوب میں بے ساختہ پن، اور انداز میں برجستگی
ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے اظہارِ حقیقت کے لیے وُہ رنگِ
مجاز اختیار کیا ہے کہ ہر ساغر مئے ناب جامِ شرابِ طہور، اور ہر عارضِ تاباں
روکشِ برقِ طور نظر آتا ہے۔ ہر لغزشِ مستانہ، وجدِ صوفیانہ، اور ہر سُرخیِٔ
لبِ لعلیں خوں بہائے شہیدانِ خنجرِ تسلیم دکھائی دیتی ہے۔

بہرحال مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطّار بگوید، عاجز صاحب کا مجموعۂ کلام
"جامِ طہور" منصّۂ شہود پر آ رہا ہے اور میری دُعا ہے کہ ہم لوگ اس سے
زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ آمین!

فیضؔ جھنجھانوی

۲؍ دسمبر ۱۹۷۴ء لائل پور

تقریظ

بقلم حضرت المکرّم المحترم الحاج محمّد صدّیق صاحب صابر ایّوبی

مولانا عبدالرحمٰن صاحب عاجز میرے ہم وطن اور قابلِ تکریم دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے والد ماجد حافظ محمّد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اسلام کے والاو شیدا اور ختمی مرتبت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبّت و عقیدت رکھتے تھے۔ شریعت کے پابند اور طاعت گزار بندوں میں سے تھے۔ سنت کی پیروی ان کو جان سے عزیز تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی و بندگی میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اپنے عزیز واقارب اور ملنے والوں کو دینِ متین کی خوبیوں پر متوجہ کرتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا شوق دلاتے رہے، آپ کا شمار اپنے وقت کے بہترین حفاظ میں ہوتا تھا۔ قرآنِ کریم کی تلاوت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ جب بھی کسی سے ملتے

تو قرآن و حدیث کی رُوح پرور باتوں سے اس کے دل و دماغ کو روشن کر کے احکامِ خداوندی اور اطاعتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کرتے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ کی تمام زندگی اس کارِ خیر میں صرف ہوئی،

عاجزؔ صاحب محترم اسی بابرکت ماحول میں پروان چڑھے، اور دینِ متین کی خدمت کا جذبہ ورثہ میں پایا ہے۔ یہ بھی اپنے والدِ مرحوم کی طرح ہمہ وقت تبلیغِ حق میں منہمک نظر آتے ہیں، اور اپنی امکانی حد تک اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ شعر گوئی کا شوق ہُوا تو یہی موضوع ان کے پیشِ نظر رہا اور تبلیغِ حق کا حق ادا کرتے رہے، ان کا مجموعۂ کلام جامِ طہور کی شکل میں شائع ہو کر آ رہا ہے، آپ پڑھیں گے تو یہی محسوس کریں گے، کہ ؎

پھیرتا ہے جانبِ عقبیٰ رخِ اذہان و دل
انقلاب انگیز ہے یہ بادۂ "جامِ طہور"
صابرؔ اس کی خوبیوں کا جب چھڑا ذکرِ جمیل
سننے والے ہو گئے، دلدادۂ جامِ طہور!

صابر ایوبی ۱۸- دسمبر ۱۹۷۴ء لائلپور

تحفۂ میخانۂ حجاز

از جناب ڈاکٹر حبیب اللہ حبیب العیشی سمن آباد لائل پور

اُس کی زباں پہ کیوں نہ ہو افسانۂ حجاز — عاجز ازل کے دن سے ہے دیوانۂ حجاز

جامِ طہور ،، کیا ہے؟ یہ مستوں سے پوچھیئے — پُر کیف ایک تحفۂ مے خانۂ حجاز

جامِ طہورؒ

خوشا قسمت تمیزِ حق و باطل کا شعور آیا ! — ملی ذہنِ رسا کو روشنی دل کو سرور آیا !

نقیبؔ اس سے ہم اپنی دنیا اور عقبیٰ سنواریں گے — بہ شکلِ ارمغاں اپنے لیئے "جامِ طہور" آیا

از صاحبِ تکریم جناب ڈاکٹر عبدالواحد نقیبؔ سمن آباد لائلپور
۱۸ دسمبر ۱۹۷۴ء

جامِ طہور

از قلم: ارمان عثمانی، صدر بزمِ عیش ○ لائل پور

سرچشمہ ایک مستی و کیف و سرور کا — خاکہ ہے، مختصر سا یہ "جامِ طہور" کا

اہلِ شعور اس کی حقیقت کو پائیں گے — مجموعۂ کلام ہے اک ذی شعور کا

ایک ایک حرف اوجِ ثریا سے ہمکنار — ایک ایک لفظ موتی ہے دریائے نور کا

اہلِ نظر اُٹھائیں گے، نظارگی کا لطف — اہلِ نظر کے واسطے جلوہ ہے، طور کا

اُس کیلئے ہے باعثِ تسکینِ قلب و جاں — مرغوب جس کو ذکر ہے ربِّ غفور کا

اُس کو ملے گی دردِ محبت کی سرخوشی — جو ہے ازل سے والہ و شیدا حضورؐ کا

آئیں گے اُسکے سامنے بخشش کے راستے — رکھتا ہے دل میں خوف جو یومِ نشور کا

ہر شعر سے اُبھرتا ہے پاکیزگی کا عکس — گویا ہر ایک شعر ہے آئینہ حور کا

یہ امتزاجِ معنی و الفاظ، مرحبا! — یکساں ہے گویا فاصلہ نزدیک و دور کا

ہوگا یہ بزمِ دہر میں مقبولِ خاص و عام — تحفہ ہے ایک خاص یہ لائیلپور کا

ارمان اس کے عجز کا اعجاز دیکھیے
عاجز کہ جس نے توڑ دیا بُت غرور کا

تقریظ

حضرت مولانا غلام احمد حریری ایم۔ اے عربی، ایم۔ اے علومِ اسلامیہ، ایم۔ او۔ ایل عربی، فاضل السنہ شرقیہ، فاضل درس نظامی، اسسٹنٹ پروفیسر علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی، لائل پور
مصنّف و مترجم (۲۰ عدد) کتب تفاسیر واحادیث و مختلف فنون،

دینِ اسلام نے شعر و شاعری کو بذاتِ خود معیوب قرار نہیں دیا اگرچہ اس میں انہماک مستحسن نہیں، بلکہ شعر کے حسن و قبیح کا مدار و انحصار اس کے مضمون پر رکھا ہے۔ اچھے اشعار کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند کرتے اور بار بار اُن کے سُنانے کا تقاضا کیا کرتے تھے، حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی شاعری کے ذریعہ دینِ اسلام کی جو گراں قدر خدمت انجام دی، وہ اصحابِ علم سے مخفی نہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان رضؓ کو اپنے منبر پر بٹھاتے اور کفّار کی قدح کے جواب میں اُن کے مدحیہ اشعار سُنتے، اگر شعر من حیث الذّات مذموم ہوتا تو اس بات کا امکان نہ تھا۔

برّصغیر پاک و ہند میں فارسی شاعری کے زیر اثر اُردو کے شعراء گل و بلبل کے افسانوں میں اُلجھے رہے۔ اور ہماری شاعری مقصدیّت سے آشنا نہ ہو سکی، حالیؒ پہلا شاعر تھا جس نے مسدس حالی، لکھ کر مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا، اور مسلم شعراء کو بامقصد شاعری سے

روشناس کیا۔ سر سید احمد خاں کہا کرتے تھے کہ جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تو نے دنیا میں کونسا نیک کام کیا ہے تو میں کہوں گا کہ "میں نے حالیؒ سے مسدس لکھوائی تھی"۔ حالیؒ کے بعد اقبالؒ نے اپنی زندہ جاوید شاعری میں صور پھونک کر مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا۔

اقبالؒ کی شاعری کا مرکز و محور مسلمانوں کی اصلاح و فلاح اور ان کا بین الملّی اتحاد ہے۔ موضوع کچھ ہو، عنوان کوئی بھی ہو، علّامہ کی شاعری میں یہ نصب العین صاف جھلکتا دکھائی دیگا۔ حضرت علّامہ رحمۃ اللہ کے بعد ایسے شعراء کی کمی نہیں جنہوں نے بامقصد شاعری کو موضوعِ سخن بنایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اوجِ سخن کی اس عظمت و رفعت کو نہ پا سکے۔ جو علّامہ مرحوم کا طرّۂ امتیاز ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب عاجزؔ کا یہ مجموعۂ کلام "جامِ طہور" میری رائے کی حد تک اسی نوع کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ جناب عاجزؔ صاحب کا کلام شاعرانہ و ادیبانہ نقد و جرح کے اعتبار سے جس مقام پر فائز ہے اس کا تعین احقر کے حیطۂ علم سے خارج ہے۔ اس کا فیصلہ تو کوئی ادیب و نقّاد ہی کر سکتا ہے۔ البتہ ایک بات پورے وثوق و اعتماد سے کہہ سکتا ہوں، کہ جناب عاجزؔ صاحب کے کلام میں جو درد و سوز، اخلاص اور قوّتِ تاثیر پنہاں ہے۔ کوئی بھی اہلِ دل قاری اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، کچھ بعید نہیں کہ کلام کی قوّتِ تاثیر متکلّم کی شخصیّت اور اس کے زہد و تقویٰ کی عکاس ہو، عربی میں ضرب المثل ہے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ (برتن میں جو کچھ ہوتا ہے، اس سے وہی کچھ نکلتا ہے) بایں طور یہ حضرت

عاجز صاحب کی ذاتی و شخصی خصوصیّات ہیں جو اُن کے کلام میں سرایت کر گئی ہیں۔

یُوں تو عاجزؔ صاحب کا کوئی شعر بھی درد و سوز سے خالی نہیں، مگر جہاں وہ عشقِ رسول اور فکرِ آخرت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہاں اُن کا کلام اوجِ کمال کی رفعتوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ حضرت عاجزؔ صاحب کا والہانہ عشق اُن کے ایک ایک شعر سے نمایاں ہے۔ اُن کے عشق میں گہرائی اور پختگی پائی جاتی ہے اُن کا عشق سچّا اور حقیقی ہے جس کی تکمیل کامل اتّباعِ سُنّت کے بغیر ممکن نہیں، وہ اس عشقِ رسول کے قائل نظر نہیں آتے جس کی نمائش میلاد النبیؐ کے جلوس میں چند نعرے لگا کر کی جا سکے، یا اپنے آپ کو رسولؐ کا فدائی اور "عاشقِ رسولؐ" کہنے سے کوئی شخص سچّا عاشقِ رسولؐ بن جائے۔

عاجز صاحب نے اپنے واردات و محسوسات کو شعر کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے اور اس میں وہ خاصے کامیاب رہے ہیں، شعر اِس دور میں تو کیا، ہر عصر و عہد میں موثر ترین پیرائیہِ اظہار رہا ہے ———— اس لئے عاجزؔ صاحب کا انتخابِ شعر برمحل اور مفید ہے۔ مَیں نوجوان طلبہ کو مشورہ دیتا ہوں کہ جناب عاجزؔ صاحب کے کلام کا مطالعہ کر کے اپنے اندر جرأت ایمانی پیدا کریں۔ اور اُن کے کلام کی روشنی میں اپنی راہ متعیّن کریں۔

غلام احمد حریری

۸ر فروری ۱۹۷۵ء — ڈی-۶۱ پیپلز کالونی، لائل پور

تقریظ

از جناب پروفیسر سعید اختر ایم۔اے، استاذ اسلامیات،

گورنمنٹ انٹر کالج۔لائل پور

۱:۔ مصنفِ غیر فانی تہذیب، دوامی تہذیب، فلسفہ وکلام میں مسلمانوں کی خدمات وغیرہ

باسمہٖ سبحانہ،

شرک کی نفی، اور توحید کا اثبات، بدعات کا ردّ اور اتباعِ سنّت کی تاکید، دُنیا پرستی کی مذمت اور فکر آخرت کی تلقین۔ یہ ہیں مولانا عبدالرحمٰن عاجزؔ کے مرکزی تصورات! جنھیں نثر کے متین پیرایہ میں بیان کرنے کی بجائے نظم کے حسین قالب میں ڈھال دیا گیا ہے، توقع ہے کہ قارئین ان کے مجموعۂ کلام "جامِ طہور" سے نہ صرف محظوظ ہوں گے، بلکہ ان کے پیغام سے بھی بھرپور استفادہ کریں گے۔

سعید اختر

۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۴ء

۱؎ جنگی ریڈیو پاکستان سے ڈیڑھ ہزار کے قریب تقاریر نشر ہو چکی ہیں!

تقریظ

حضرت مولانا محمد شریف اشرف سابق پروفیسر مدینہ یونیورسٹی

ومدرس بالحرمین الشریفین۔ حال مقیم لائل پور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبیّ بعدہٗ

میرے عزیز بھائی جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب عاجزؔ مالیر کوٹلوی جن کی رفاقت کا شرف مجھے عرصہ بیس سال سے حاصل ہے اور حرمین شریفین کی مقدس سرزمین میں اکٹھے ایک زمانہ گزارا ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک میں آپ کے شعر وسخن سے شناسا ہی نہیں بلکہ آپ کے ان شاہپاروں کا قدردان بھی رہا ہوں۔

اگرچہ شعر وشاعری سے مجھے کچھ لگاؤ نہیں مگر دعوتِ حق کا پیغام جس طریقہ سے انھوں نے اپنے اشعار کے مجموعہ میں پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

فکرِ آخرت، حبِ رسول، یادِ الٰہی، غمِ فردا، کچھ ایسے موضوعات ہیں جو اُن کے

مجموعۂ کلام اور شعر وسخن کے محور ہیں، میں جب ان کی شخصیت کو سامنے لاتا ہوں اور پھر ان کے شعر وسخن کا ان سے موازنہ کرتا ہوں تو پھر میرے لیے یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا یہ سارے موضوعات ان کی اپنی شخصیت میں نمایاں ہیں، یا اُن کے شعر وسخن میں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غمِ فردا نے انھیں کمزور کر دیا، اور حُبِّ رسول میں وُہ ایک دیوانہ نظر آتے ہیں، یادِ الٰہی ان کی رگ رگ میں پیوست ہے اور فکرِ آخرت میں وُہ ہر وقت پریشان حال دکھائی دیتے ہیں، انھیں نگاہ بھر کر دیکھنے والا اپنے اندر یہ ساری کیفیات محسوس کرنے لگتا ہے اور جب ان کے اشعار کا مجموعہ کوئی شخص اس ذوق سے پڑھتا ہے جس ذوق میں انھوں نے محو ہو کر یہ اشعار کہے ہیں تو پھر وُہ وہی لذت محسوس کرتا ہے۔ جو لذت وُہ محسوس کرتے ہیں۔

ان کی ہر نظم چاہے وُہ کسی انداز اور الفاظ میں کیوں نہ ہو، مگر ان کا درد ایک ہی ہے کہ اس دُنیا میں رضائے الٰہی کے لیے کچھ کر لو، وُہ پھولوں اور گلستانوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو انداز یہی ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز فکرِ آخرت کی دعوت دے رہی ہے۔

ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس خشک موضوع کو انھوں نے ایسے موزوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ کہ الفاظ کی سحر انگاری قاری کو ایک لذت اور سرور

بخشتی ہے۔ اور وُہ اس دعوتِ حقہ سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس الحاد اور زندقہ کے دور میں یہ مجموعہ روشنی کی ایک کرن ہے اور سب کے لیے یکساں مفید ہے، نوجوانوں میں ایک امنگ پیدا کر کے یہ روشنی کا مینار ثابت ہوگا اور اُن کی روحانی بالیدگی کا باعث ہوگا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنّف کی اس سعی کو قبول فرمائے اور نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمد شریف اشرف سابق پروفیسر مدینہ یونیورسٹی

گلبرگ بی نمبر ۶۵ لائل پور۔

۱۰ر اگست ۱۹۷۴ء

از قلم عزیزی، نورِ چشمی، عبید الرحمٰن سلّمہ اللہ تعالیٰ حال مقیم مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفہا

عزیزی عبید الرحمٰن نے یہ مضمون عربی زبان میں سپردِ قلم کیا تھا قارئین کی سہولت کیلئے مضمون مذکورہ ترجمے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔
عاجز

مِنَ الصَّعبِ جدًّا علَى الإنسانِ أن يَكتُبَ عمَّن يُحِبُّه لِأنَّ كلامَه يُعتبَرُ كلامَ مُحِبٍّ و لِأنَّ كلامَ المُحِبِّين غالبًا لا يَتطرَّقُ إلّا إلى ذِكرِ المحاسِنِ وإذا ذكرَها زادَ فيها وبالَغَ بل يتعدّى أحيانًا إلى ذِكرِ ما ليسَ فيه۔

کسی شخص کے لئے یہ بہت مشکل ہے، کہ وہ ایسے شخص کے متعلق کچھ لکھے جس سے اسے محبت ہو کیونکہ اس کا کلام ایک محبّ کا کلام سمجھا جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ اہلِ محبت عموماً اپنے محبوب کے محاسن ہی بیان کرتے ہیں اور اُن کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات حد سے تجاوز کر کے وہ خوبیاں بیان کر دیتے ہیں جو اس میں نہیں ہوتیں۔

وحِينَ ما أردتُ الكتابةَ عن والدي تطرَّقَ إلى ذِهني هذا كُلُّه آنِفًا وانثنى عزمي مِرارًا عمّا عزمتُ عليه۔

جب کبھی میں نے ارادہ کیا کہ اپنے والدِ محترم کے متعلق کچھ لکھوں تو یہی باتیں میرے ذہن میں آئیں، جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، اور کئی مرتبہ میرا ارادہ ملتوی ہوا۔

وُلِدَ أَبِي ١٩١٧ء بِمَدِينَةِ مَالِيرکوتله فِي شَرْقِ الْبَنْجَابِ بِالْهِنْدِ۔ وَنَشَأَ فِي بَيْتٍ يُحِبُّ الْعِلْمَ وَأَهْلَهُ تَحْتَ رِعَايَةِ جَدِّي وَكَانَ جَدِّي رَحِمَهُ اللهُ مِنْ عُلَمَاءِ الدِّينِ وَحَافِظًا لِلْقُرْآنِ وَاعْتَنَى بِهِ كَثِيرًا۔

فَأَصْبَحَ مِثْلَهُ شَغُوفًا بِالْقُرْآنِ الْكَرِيمِ وَالْحَدِيثِ الشَّرِيفِ وَظَلَّ يُحَاوِلُ مُنْذُ شَبَابِهِ حَتَّى الْآنَ أَنْ يَكُونَ نُسْخَةً حَيَّةً مِنْ مَعَانِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ مُهْتَدِيًا بِهَدْيِ آخِرِ الْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَزَقَهُ اللهُ زِيَارَةَ بَيْتِهِ مِرَارًا وَالْمُكُوثَ فِيهِ أَعْوَامًا طَوِيلَةً۔

میرے والد ۱۹۱۷ء میں مالیر کوٹلہ شہر میں پیدا ہوئے جو کہ مشرقی پنجاب ہندوستان میں واقع ہے میرے والد نے ایسے گھر میں پرورش پائی جس میں علم سے محبت تھی، اور اہل خانہ میرے دادا کی کفالت و پرورش میں تھے اور میرے دادا اللہ ان پر رحم فرمائے، ایک عالم دین اور قرآن کریم کے حافظ تھے اور تعلیماتِ قرآن کی بہت دیکھ بھال رکھتے تھے۔

میرے والد صاحب بھی دادا صاحب کی طرح ہی قرآن کریم اور حدیث شریف کے ساتھ شغف رکھنے والے ہوئے اور دورِ جوانی سے اب تک وہ اسی کوشش میں ہیں کہ وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چل کر قرآن کریم کے مفہوم کی زندہ مثال بن جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنے گھر کی زیارت کا شرف کئی مرتبہ بخشا ہے اور وہاں ایک طویل مدت تک قیام سے نوازا ہے۔

وَزَادَهُ هٰذَا الْجِوَارُ حُبًّا عَلٰى حُبِّهِ وَقَوّٰى صِلَتَهُ بِهِ حَتّٰى اَصْبَحَ دَيْدَنُهُ اَنْ يَّعِيْشَ حَيَاةً اِسْلَامِيَّةً صَحِيْحَةً بِجَمِيْعِ صُوَرِهَا وَمَعَانِيْهَا وَاَهْدَافِهَا وَاَنْ يُّبَلِّغَ هٰذِهِ الرِّسَالَةَ اِلَى النَّاسِ بِالْاُسْلُوْبِ الَّذِيْ يُحِبُّوْنَهُ فَاخْتَارَ الشِّعْرَ وَسِيْلَةً لِاِيْصَالِ مَا يَجُوْلُ بِخَاطِرِهِ وَقَلْبِهِ اِلَى النَّاسِ، لَعَلَّ اللّٰهَ يُفِيْدُ النَّاسَ بِهِ۔

اور اللہ کے گھر کی قربت نے اُن کی اِس محبت میں اضافہ کر دیا اور قرآن سے تعلق کو اور زیادہ مضبوط کر دیا، یہاں تک کہ بس یہی لگن ہو گئی کہ ان کی اپنی زندگی ہر لحاظ سے ظاہر پوشیدہ صحیح اسلامی ہو جاتے اور ان میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ عوام کے لیے ایک ایسی کتاب لکھی جائے اور ایسے طرز میں جسے وُہ پسند کرتے ہوں، چنانچہ انھوں نے شعر کو اختیار کیا، اسے سبب بنایا، اپنے دِلکی تمنا کو لوگوں تک پہنچانے کیلیے اور اس آرزو کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے مفید بنا دے۔

وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَقِيْنِ اَنَّ وَالِدِيْ لَا يُحِبُّ الشِّعْرَ لِذَاتِهِ وَلَا مُجَالَسَةَ الشُّعَرَاءِ لِاَنَّهُمْ شُعَرَاءُ بَلْ يُحِبُّ الشِّعْرَ لِاَنَّهُ وَسِيْلَةٌ لِتَحْقِيْقِ الْغَايَةِ الَّتِيْ يَنْشُدُهَا وَالْهَدَفِ الَّذِيْ يَرْضٰى اِلَيْهِ لِاَنَّ بَيْتًا وَّاحِدًا مِّنَ الشِّعْرِ يُغْنِيْ

مجھے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ میرے والد اپنے لیے شعر کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی شعراء کی مجالس کو اس لیے کہ وُہ بس شعراء ہیں، بلکہ وُہ اس لیے شعر کو پسند کرتے ہیں کہ وُہ جو چاہتے ہیں، اُن کا جو مقصد ہے، اُس کے حصول کا یہ ایک وسیلہ ہے، کیونکہ ایک شعر بعض مرتبہ پوری ایک کتاب سے مستغنی کر دیتا ہے اور یہی وجہ ہے،

أَحْيَانًا عَنْ كِتَابٍ وَإِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ يُحِبُّونَهُ وَيَطْرَبُونَ لِسَمَاعِهِ وَيَحْضُرُونَ مَجَالِسَهُ وَإِنَّ الْمِحْوَرَ الَّذِي يَدُورُ حَوْلَهُ أَشْعَارُ أَبِي هُوَ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لَهُ لِأَنَّ فِي الْمَوْتِ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ وَكَفَى بِهِ وَاعِظًا كَمَا قَالَ سَيِّدُ الرُّسُلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔

اکثر لوگ اسے پسند کرتے ہیں اور اسے سن کر خوش ہوتے ہیں، اور شعر و شاعری کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں، میرے والد کے اشعار جس محور کے گرد گھومتے ہیں وہ موت کی یاد اور اس کی تیاری ہے۔ اس لیے کہ موت میں نصیحت ہے عقلمندوں کے لیے۔ اور یہ کافی وعظ ہے جیسا کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلحاظ وعظ موت کافی ہے۔

(اَلتَّرْغِيبُ وَالتَّرْهِيبُ)

(ترغیب و ترہیب)

وَكَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ۔ (اَلتَّرْغِيبُ)

اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لذّتوں کو توڑنے والی موت کا ذکر کیا کرو۔ (الترغیب)

لِأَنَّ مَنْ تَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَعَرَفَهُ حَقَّ الْمَعْرِفَةِ عَرَفَ رَبَّهُ عَمِلَ لِرِضَاهُ وَابْتَعَدَ عَنْ مَعَاصِيهِ

اس لیے کہ جس نے موت کو یاد رکھا اور اس کی حقیقت کو جان لیا جیسا کہ جاننے کا حق ہے، اور جسنے اپنے رب کو پہچان لیا وہ پھر اس کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔

وَخُلَاصَةُ الْقَوْلِ إِنِّي لَا أُرِيْدُ
أَنْ أُطِيْلَ الْكَلَامَ عَنْ أَبِيْ وَمَنْ
أَرَادَ أَنْ يَعْرِفَهُ أَكْثَرَ فَعَلَيْهِ أَنْ
يَقْرَأَ قَصَائِدَهُ فَإِنَّهَا مِرْآةٌ لِنَفْسِهِ
وَالسَّلَامُ

عبيد الرحمٰن

خلاصۂ کلام، میں نہیں چاہتا کہ اپنے والد کے بارے میں
لمبی بات کروں، جو صاحب میرے والد کے بارے میں
کچھ جاننا چاہتے ہیں انکو چاہیے کہ ان کے اشعار انکا
یہ مجموعۂ کلام پڑھیں، یہ انکو پہچاننے کے لیے شیشہ ہے۔
والسلام عُبَیْدُالرحمٰن

جامعة الملك عبد العزيز المكتبة - مكة المكرمة

مکتوب فی لائل فور ۱۳-جولائی ۱۹۷۴ء

میرا عقیدہ

اس کائنات کا ایک خالق ہے، جسے ہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ ہر قسم کی تعریف اور عبادت کے لائق وُہی ذاتِ اقدس ہے۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے سچے اور آخری رسول ہیں۔ آپؐ سیدالانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین ہیں۔ اس پوری کائناتِ ارض و سما میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپؐ ہی کا درجہ سب سے بلند ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار اور آپؐ کے پیارے فرامین پر عمل ثبوتِ ایمان، دلیلِ سعادت اور باعثِ فلاحِ دارین ہے۔

تمام صحابۂ کرام، جملہ اولیاءِ عظام، اور ہمہ علماءِ اسلام واجب الاحترام ہیں، انھی کے توسل سے ہم نعمتِ دینِ اسلام سے سرفراز ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان سب حضرات کو دُعائے خیر سے ہمیشہ یاد کرنا ہمارا دینی اور اخلاقی فرض ہے۔

ایک مسلمان کے لیے اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث

پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ قرآن و حدیث کے بیان کردہ وُہ تمام واقعات جو پسِ ممات عالمِ آخرت میں انسان کے پیش آنے والے ہیں برحق ہیں۔

انسان کی زندگی کتنی ہی طویل ہو، اس کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ سفرِ آخرت میں اس کے اپنے اعمال کے علاوہ اس کا کوئی بھی ساتھی نہیں۔ موت کے بعد اس کا معاملہ اسی ذاتِ پاک کے ساتھ پڑنے والا ہے۔ جس نے اس کو پیدا کیا ہے، لہذا یہ مختصر زندگی جو کہ حقیقت میں آخرت کی دائمی زندگی کی تیاری کے لیے ایک مہلت ہے، عیش و عشرت اور غفلت میں گزارنا بہت بڑی نادانی ہے، اور اس خطرناک غلطی کی تلافی پسِ رحلت ناممکن ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اس حقیقت کو سمجھتے ہُوئے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنی زندگی کتاب و سنت کے تابع کرتے ہُوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کریں، تاکہ ہمیں دونوں جہانوں کی حقیقی سعادت نصیب ہو جائے، مَیں جس چیز کو خود حق سمجھ رہا ہوں اسی چیز کی طرف نہایت محبّت، ادب، احترام، اخلاص اور عجز و انکسار سے اپنے تمام پیارے بھائیوں کو نثر اور نظم کی شکل میں دعوت دے رہا ہوں۔ میری نثر میں حسنِ الفاظ،

فصاحت و بلاغت اور اشعار میں کمالِ فن کو تلاش نہ فرمائیں، میں اس میدان میں ایک طالبِ علم ہوں بلکہ میری مخلصانہ و عاجزانہ دعوت پر غور فرمائیں۔ میری یہی التجا ہے۔ میں آپ سے اسی کا متمنی ہوں۔

آپ کا مخلص
عبدالرحمٰن عاجزؔ
۲۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء

کچھ اپنے قلم سے!

ذکرِ موت اور فکرِ موت انسان کی معاملہ فہمی، عقلمندی اور خوش نصیبی کی علامت ہے، کائنات بھر میں سب سے بڑے فہیم، سب سے زیادہ مُدبّر، سب سے اعلیٰ حکیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے دُنیا بھر کے تمام انسانوں کے قلب و رُوح کی جملہ بیماریوں کا مؤثر نسخہ یہی فرمایا ہے، جیسا کہ اس حدیثِ پاک سے ظاہر ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشْرَةٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللهِ مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ قَالَ اَکْثَرُهُمْ ذِکْرًا لِلْمَوْتِ وَاَکْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ اُولٰئِكَ الْاَکْیَاسُ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْیَا وَکَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس آدمی آئے جن میں ایک میں بھی تھا۔

انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور حضورؐ سے اس طرح گویا ہوا، اے اللہ کے پیغمبرؐ! فرمائیے! لوگوں میں کون زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہے؟ آپؐ نے ارشاد

فرمایا، وُہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاری میں مصروف ہے۔ جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں۔ انھوں نے دنیا کی عزّت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمندی کی دلیل موت کی یاد بیان فرما کر یہ بھی وضاحت فرمائی کہ موت کی یاد کا نتیجہ دنیا میں عزّت اور آخرت میں انسان کے لیے اللہ کے ہاں اعزاز و اکرام ہے۔ خوش قسمت اور دور اندیش وہی لوگ ہیں جو ہمیشہ موت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں، اور اس کے برخلاف بدقسمت اور ناعاقبت اندیش وُہ لوگ ہیں جنھیں اپنے مرنے کا تو یقین ہے (کیونکہ وُہ دوسرے انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن وُہ اُس سے اور اس کی تیاری سے غافل رہ کر دُنیا کے فانی لذتوں میں کھو گئے ہیں۔ فانی دُنیا کی فانی لذتوں کی طرف التفات آخرت کی لازوال نعمتوں کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس خطرناک بیماری کا نسخۂ کیمیا آپ نے ان الفاظ میں فرمایا:-

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِی الْمَوْتَ۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خواہشات کو توڑنے والی یعنی موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

دُوسرے کی موت اپنے لیے سب سے بڑا وعظ ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔ (الترغیب) کسی کی موت نصیحت کے لیے کافی ہے۔ موت ایک مکمل و مؤثر وعظ ہے۔ اہلِ بصیرت اور اہلِ دل کے لیے موت سے بڑا کوئی وعظ نہیں۔

آتے رہتے ہیں پیشِ نظر دن رات جنازوں کے منظر
حیرت ہے کہ پھر کیوں اپنی اجل ہم دل سے بھلائے بیٹھے ہیں

کتنا نادان ہے وُہ انسان، کس قدر جاہل ہے وُہ آدمی، کس درجہ ظالم ہے وہ شخص کہ جو موت ایسی حقیقت اور اچانک آجانے والی چیز کو بُھلائے ہوئے اور موت کے بعد آنے والے واقعات سے بے خوف ہے، آخرت کے لیے عمل تو کوئی کرتا نہیں مگر آخرت میں عیش و آرام کا امیدوار ہے۔ جیسا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ، اَلْکَیِّسُ مَادَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمند وُہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے کمائی کر لی، بیوقوف وُہ آدمی ہے جو اپنے نفس کی اطاعت کرتا ہے،

اور اللہ پر (اس کی رحمت کی) امید رکھتا ہے۔

موت کی یاد تمام نیک اعمال کا سرچشمہ اور موت کو بھلا دینا ہر قسم کی برائیوں کی جڑ ہے۔ جو انسان موت کو جس قدر یاد رکھتا ہے اور موت کے بعد آنے والے واقعات پر جتنا اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ اسی قدر نیک اعمال کرتا ہے۔ اور اتنا ہی برائیوں سے بچتا ہے، اس لیے ضروری ہے جسے اپنی آخرت سنوارنے کی فکر ہو اور وہ چاہتا ہو کہ مرنے کے بعد اسے سکون و راحت نصیب ہو جائے تو وہ موت و مزار اور محشر کی فکر کرے، یہ مراحل اسے پیش آنے والے ہیں۔

موت، قبر، اور محشر کی گھاٹیاں بڑی ہولناک نہایت دہشتناک ہیں۔ جس خوش نصیب انسان کے دل میں ان خوفناک گھاٹیوں کا تصور رہتا ہے تو دنیا میں اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اس کی وضاحت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنیئے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّلَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ لَا تَدْرُوْنَ تَنْجُوْنَ اَوْلَا تَنْجُوْنَ (رواہ الحاکم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جو جانتا ہوں اگر تم جان لو تو زیادہ رویا کرو اور تھوڑا ہنسا کرو اور

تم جنگلوں کی طرف بھاگ جاؤ۔ اللہ کی طرف مائل ہو جاؤ، تمہیں یہ خبر نہیں، کہ تم کامیاب ہو گے یا فیل۔

اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح مسلم میں بھی آئی ہے، جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ رَاَیْتُمْ مَّا رَاَیْتُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالُوْا وَمَا رَاَیْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو میں نے دیکھا ہے اگر وہ تم دیکھ لو تو بہت کم ہنسا کرو اور بہت زیادہ رویا کرو، صحابہ رض نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ص! آپ ص نے کیا دیکھا ہے، حضور ص نے فرمایا، میں نے جنت اور جہنم کو دیکھا ہے۔

موت سے انکار کی ہمت تو کسی میں بھی نہیں، لیکن موت کے بعد پیش آنیوالے واقعات پہ اکثر لوگوں کا ایمان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی سراپا معصیت بن گئی ہے۔ وہ کسی بھی گناہ سے نہیں بچتے، تنہائی میں موقع ملنے پر گناہ سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے یہ یقین ہو کہ اسے احکم الحاکمین اس وقت بھی دیکھ رہا ہے

اور وُہ اللہ کے اس قول پر ایمان رکھتا ہو۔ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ملک)

ترجمہ: بے شک وُہ سینہ کے رازوں سے بھی واقف ہے۔

موت انسان کے لیے کوئی فکر کی چیز نہ ہوتی، اگر وہ مر کر مٹی ہو جاتا، اس سے اس کی زندگی کا حساب نہ لیا جاتا، نہ جنت ہوتی نہ جہنم۔ مگر ایسا نہیں ہے، خالقِ کائنات نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اس کی مرضی ہے اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہ مشرکین و کفار کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، اس سے اس کی زندگی کا حساب نہیں لیا جائے گا جو باطل ہے، لغو ہے، غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اُنکے اس باطنی عقیدہ کو کھول کر بیان فرمادیا ہے۔

فرمایا:۔

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۔ (المومنون)

ترجمہ ہماری یہ دُنیا ہی کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور اسی میں پیدا ہوتے ہیں، اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا (مریم)

ترجمہ انسان خیال کرتا ہے، کیا جب میں مر جاؤں گا، عنقریب ہی دوبارہ پیدا کیا جاؤں گا؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس خیال کی تردید میں فرمایا:۔ اَوَلَا یَذْکُرُ

الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۔ (مریم)

کیا انسان کو یہ یاد نہیں کہ ہم اس کو اس سے پہلے پیدا کر چکے ہیں جبکہ وُہ کچھ بھی نہ تھا۔

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (ق)

کیا ہم پہلی بار کی پیدائش سے تھک چکے ہیں کہ یہ لوگ ازسرِ نو پیدائش کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

جو ذاتِ اقدس انسانوں کو پہلی بار بنا سکتی ہے وُہ موت بھی لا سکتی ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ بھی کر سکتی ہے، وُہ ذات دوبارہ زندہ کرنے کے بعد انسان سے اس کی زندگی کا حسابِ بھی طلب کر سکتی ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کونسی بات ہے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ (سورۃ جمعہ)

(ترجمہ) اے پیغمبرؐ! آپ انھیں خبردار کر دیں کہ تم جس موت سے بھاگنا چاہتے ہو، وُہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی، پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے، جسے پوشیدہ اور ظاہر کا علم ہے۔ پھر وُہ تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں اطلاع دے گا۔

یہ خیال عام کفار کا ہے جو قیامت کے منکر ہیں، مگر افسوس بہت سے مسلمان بھی ایسے ہیں جو زبانی قیامت کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ رہتے سہتے ہیں، مگر ان کے اقوال و افعال سے عملاً انکار ظاہر ہو رہا ہے، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ یہ موت جسے تم پسند نہیں کرتے تم سے ضرور ایک دن ملے گی، موت کے بعد تم اللہ کی طرف لوٹ جاؤ گے، پھر وُہ تمہیں تمہارے ہر نیک و بد، کھلے، پوشیدہ عمل کی خبر دے گا،

اگر انسان خود بخود پیدا نہیں ہوُا، اسے عالم وجود میں لانے والی کوئی دوسری ذات ہے اور انسان خود بخود نہیں مرتا۔ (جس کے سامنے صرف دنیا ہی کی زندگی ہو اور دولت و ثروت، عیش و عشرت اسے میسر ہو وُہ کب مرنا چاہتا ہے۔ اور اسے مارنے والی کوئی زبردست قوت ہے، اور وُہ اللہ ہے۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یونہی بیکار نہیں پیدا کیا، اور اسے شترِ بے مہار نہیں چھوڑا کہ زندگی میں جو چاہے کرتا پھرے۔ نہ حساب، نہ کتاب۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ (المومنون)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار ہی پیدا کیا ہے اور تم ہمارے

پاس نہیں آؤ گے۔

تخلیقِ انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اس آیتِ شریفہ سے ظاہر ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (الذّٰريٰت)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

سورۂ ملک میں ارشاد فرمایا!

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (الملک)

وُہ ذات جس نے موت اور زندگی اس لیے بنائی کہ وُہ تمہیں آزمائے۔ تم میں سے کون شخص اچھے عمل کرتا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور موت و زندگی کا یہ معاملہ انسان کے لیے ایک آزمائش ہے۔ دُنیا میں نیکی اور بُرائی دونوں کے اسباب و سامان موجود ہیں اور انسان کے دل میں خیر و شر کے پرکھنے کی قوت پیدا کر دی، جیسا کہ سورۂ والشمس میں فرمایا!

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ (الشمس) پھر اُسکو برائی اور بھلائی کی سوجھ دی۔

قلبِ انسان خود پرکھتا ہے! یہ بُرائی ہے، یہ بھلائی ہے!

جبکہ انسان برائی اور بھلائی کو خود سمجھتا ہے۔ نیکی سے اسے کوئی روکت نہیں اور بُرائی کے لیے اس پر جبر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جزاء وسزا کا معاملہ انسان کے اپنے عمل پر ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، جیسا کہ سورۃ قٓ میں فرمایا، وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ ترجمہ اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ (الدھر)

ہم نے اس کو راستہ بتادیا پھر یا تو وہ شکر گزار ہوگیا اور یا کافر۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے صحیح راستہ انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ بتادیا، اب اگر انسان اس صحیح راستہ پر چلا تو مومن اور شکر گزار ہے اور اگر نہ چلا اور کجروی اختیار کی تو وہ ناشکر اور کافر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بے شک یہ دُنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس میں

خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے تم کیا عمل کرتے ہو؟ پس تم دنیا اور عورتوں سے احتیاط رکھو۔!!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا بظاہر بڑی میٹھی اور پر رونق ہے، لیکن اس کی تہ میں کڑواہٹ اور اس کی بہار میں خزاں پوشیدہ ہے، اللہ تعالےٰ اس دنیا میں بھیج کر ہمیں آزما رہا ہے کہ ہم کیا عمل کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ دنیا اور عورتوں سے احتیاط رکھو۔ مطلب یہ کہ ان دونوں چیزوں کی بے جا محبت تمہیں کہیں آخرت کی دائمی زندگی کی تیاری کے لیے غافل نہ کر دے اور تم ان کی حد سے زیادہ محبت میں پھنس کر اپنی عاقبت ہی برباد کر ڈالو، دنیا اور دنیا کی ہر چیز کا تعلق انسان کے ساتھ موت تک ہے۔ اس کی بیوی ہو یا بچے۔ احباب و اقارب سب قبر تک ساتھی ہیں۔

بڑے بڑے امراء و وزراء، نمرود و شداد، فرعون و ہامان جیسے جابر و سفاک بادشاہ اس موت نے مروڑ ڈالے، چیدہ چیدہ ممتاز و مقبول عقلاء، وفصحاء، حکماء و فلاسفر، افلاطون، بقراط، سقراط، جالینوس بھی اسی موت نے اچک لیے، مشہور و معروف ادباء و شعراء، غالب، میر، اکبر، مومن، اقبال جیسے جامِ اجل پی چکے رب العزت کے برگزیدہ اور پیارے صلحاء و اولیاء، حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت علی ہجویری جیسے پاکباز اور ائمہ اربعہ حضرت

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے مخلصین و متقین اور خلفاء اربعہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پوری کائنات میں معزز و محترم کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی جماعت نے بھی اس موت کا ذائقہ چکھ لیا، کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ (ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ مگر ایک وہ ذات کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ ہر وہ چیز جو اس زمین پر موجود ہے فنا ہونے والی ہے۔) کوئی انسان دنیا میں ایسا نہیں جس کا کوئی عزیز مرا نہ ہو۔ کسی کا بھائی، کسی کی بہن، کسی کا باپ، کسی کی ماں، کسی کا خاوند، کسی کی بیوی، کسی کا لڑکا، کسی کی لڑکی، کسی کا دوست، کسی کا دشمن، کسی کا پڑوسی، کسی کا محلہ دار ضرور اس کی آنکھوں کے سامنے گزرا ہے، کتنے اشخاص ہم نے عالمِ نزع میں تڑپتے ہوئے دیکھے ہیں اور ہم انھیں موت کے پنجہ سے نہیں چھڑا سکے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ۔ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ۔ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ۔ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ۔ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (الواقعہ)

ترجمہ: جس وقت رُوح نرخرے تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم اس شخص سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن

تم دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان (محکوم) نہیں اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس رُوح کو لوٹا کر تو دکھلاؤ! (سورۃ واقعہ)

بے شمار انسانوں کے جنازے ہم نے خود پڑھے، اور پھر انھیں قبروں کے گڑھوں میں رکھ کر اور ان پر اپنے ہاتھوں مٹی ڈال کر اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں اور آج ہم انھیں پوچھتے بھی نہیں کہ تمہارے ساتھ وہاں کیا گزر رہی ہے۔ اور نہ ہی یہ اُن سے پوچھنے کی ہم میں قوّت ہے، اور نہ ان میں تبانے کی[1]

موت ہر ذی نفس کو ایک نہ ایک دن آئے گی اور ضرور آ کر رہے گی اور منزلِ قبر اور پھر یومِ حساب کا بھی آنا لازمی ہے۔ مگر آہ افسوس صد افسوس جبقدر یہ موت ایک حقیقت اور ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ اس سے ہماری غفلت اور لاپرواہی ہے۔

موت وحیات کے شام وسحر یہ بے شمار واقعات دیکھنے کے بعد ہمارے اعمال سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ موت انھی لوگوں کے لیے تھی جو مر گئے،

---

[1] اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ۔ (النّساء)
ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو گے، تمہیں موت پالے گی، اگرچہ تم محکم قلعوں میں ہی کیوں نہ بند ہو جاؤ۔

ہمارے لیے نہیں ہے۔

ہماری ساری کوششیں اور پوری جدوجہد اس بے ثبات اور روزمرہ زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے صرف ہو رہی ہے۔ اور سامانِ عیش کچھ اس طرح جمع کر رہے ہیں، جیسے کبھی مرنا ہی نہیں۔

قریب قریب ہر شخص ہر جائز و ناجائز طریق سے حصولِ مال و زر میں بری طرح منہمک ہے۔ اور اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔

روپیہ کمانے کا مقصد اگر اقربا، پروری، یتامیٰ و مساکین اور دینی مدارس و مساجد وغیرہ پر صرف کرنا یا فرائضِ حج و زکوٰۃ بجالانا ہے تو یہ مبارک و مستحسن مقصد ہے۔ اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ اگر جمع زر سے تکمیلِ خواہشاتِ بد مثلاً سینما، شراب، زنا، رقص و سرود کی محفلیں اور خلقِ خدا پر ظلم و ستم ہے۔ تو اس کا نتیجہ بڑا ہی خطرناک ہے۔

زندگی کا مآل تو آخر موت ہی ہے اور موت کے بعد ہر لمحۂ حیات کا حساب

عاجز مآلِ زیست تجھے کیا بتائیں ہم
دیکھا نہیں ہے تو نے کسی کا مزار کیا؟

اور موت بھی بعض اوقات اچانک اس طرح آتی ہے کہ توبہ کی بھی مہلت

نہیں ملتی، اچانک اموات کے بیشمار روزانہ واقعات و مشاہدات ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔

عاجز کہیں آجائے نہ وُہ وقت اچانک،
جس وقت کہ توبہ کی بھی مہلت نہیں رہتی! — عاجز

معاشرے میں ہر قسم کی خرابی، فِتنے، فساد، شر، موت سے غفلت اور یومِ حساب پر عدمِ ایمان یا ضعفِ ایمان کا نتیجہ ہے۔

قیامِ عمر ہے کب تک کچھ اعتبار نہیں، اجل قریب ہے لیکن تو ہوشیار نہیں
نشانِ منزلِ مقصد تلاش کر ناداں، یہ زلیست اور یہ اوقات بار بار نہیں
اجل ہے، قبر ہے اور حشر میں سوال و جواب یہ مرحلے ہیں وُہ جن سے تجھے فرار نہیں
ہے بزمِ عشرتِ دُنیا فقط فریبِ خیال یہ اور بات ہے تجھ پہ یہ آشکار نہیں
عاجز

اے جانے والے دیکھ نہ تو رنگینیٔ محفل کی جانب
ہم لمحہ بھر کی عشرت سے سو درد اٹھائے بیٹھے ہیں؛
اس فصلِ بہاراں کے پردے میں دورِ خزاں پوشیدہ ہے
نادان ہیں جو شادابیٔ گل سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں!

ہشیار کہ تیری راہ سفر معمور ہے ساری کانٹوں سے
اس راہ میں کتنے اہلِ خرد دامن الجھائے بیٹھے ہیں!
یہ زیست عمل کا وقفہ ہے اور موت سے آگے منزل ہے
وہ سدا مسافر رہتے ہیں جو راز یہ پاتے بیٹھے ہیں!

عاجز

آج بھی اگر ہر شخص اپنی موت، قبر، قیامت کو یاد کرلے، کتاب اللہ اور اسوۂ رسول کو اپنا راہ نما بنالے اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کو ہر چیز پر مقدم رکھے، بدکردار، فساق و فجار انسانوں کی مجلسیں ترک کرکے صالحین کی صحبت اختیار کرلے، مخرّبِ اخلاق ناول اور افسانے پڑھنا یکسر بند کرکے اپنے اسلاف کرام کے مصلح اخلاق تذکروں اور دینی کتب کا مطالعہ کرلے تو یقیناً باغِ ہستی کی موجودہ مسموم فضاء نکہت و خوشبو میں بدل سکتی ہے اور انسان کے دل میں غمِ انسان پیدا ہوسکتا ہے۔

کاش انسان شریکِ غمِ انساں ہوجاتے پھر جہنم کدۂ دہر گلستاں ہوجائے

عاجز

اور یہ سارا فساد اغواء و قتل، رشوت و سود، لوٹ مار، دغا، فریب، چوری و ڈاکہ، شراب و زنا، رقص و غنا، جھوٹ اور غیبت، وعدہ خلافی، گالی گلوچ،

لڑائی جھگڑا، غیروں سے محبت، اپنوں سے نفرت، بے پردگی و بدنظری، سینما بینی، کم تولنا، اکل وشرب وغیرہا میں ملاوٹ، اور سمگلنگ وغیرہ ختم ہو کر معاشرہ جنتِ ارضی کا منظر پیش کر سکتا ہے اور ہر امیر و غریب، ضعیف و قوی، آرام کی نیند سو سکتا ہے۔

فکرِ آخرت کا یہی جذبہ میرے اس مجموعۂ اشعار کا محرک ہے اگرچہ فنی اعتبار سے ممکن ہے اس میں سقم بھی ہو اور غزل پسند اصحاب کے لیے ان کے معیار و پسند کے اشعار اس میں کم ہی ہوں گے، مگر میرے نزدیک زبان سے، قلم سے بصورتِ نثر یا بشکل نظم اپنے خالق و معبود اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رحمۃ للعالمین کی مدحت و محبت میں اگر کچھ کہا جائے اور اس فانی دُنیا کی مذمت کی جائے اور باقی رہنے والی آخرت کی ترغیب دلائی جائے اور معاشرہ کی خرابیوں کی نشاندہی کر کے انھیں ترک کرنے کی استدعا کی جائے تو یہ زندگی کا بہترین مشغلہ اور آخرت میں اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ ان شاء اللہ میری توقع کے مطابق اگر میرے کسی بھی پیارے بھائی کی اصلاح ہو گئی اور وُہ زندگی کا حقیقی مقصد سمجھ گیا تو میرا مقصد بھی پُورا ہو جائے گا۔

۲۵ جولائی ۱۹۷۴ء

عبدالرحمٰن عاجز

کچھ اپنے شاعر بھائیوں کی خدمت میں!

یہ بزم سخن کبتک یہ لطفِ سخن کبتک وُہ بھی نہ سدا ہوگی، یہ بھی نہ سدا ہوگا

ملک کے مشہور و معروف ادیب و شاعر اور کثیر التصانیف، مولانا غلام رسول قہر سے مجھ عاجز کے گہرے مراسم اور پُر خلوص تعلقات تھے۔ میں بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہُوا، اور گھنٹوں ان کی علمی صحبت سے مستفید ہُوا، وُہ مجھ سے بڑی محبّت کرتے تھے۔ میرے نام ان کے اپنے ہاتھ سے محبت بھرے بہت سے خطوط لکھے ہوئے میرے پاس محفوظ ہیں۔ میرے ساتھ انھیں اس قدر محبت تھی، کہ وُہ مجھے اپنے خطوط میں لکھتے ہیں!

کہ میں تمہارے لیے ہر روز بلا ناغہ التزام کے ساتھ رات کے آخری حصّہ میں نمازِ فجر سے قبل دُعا کیا کرتا ہوں اور یہ التزام تمام عمر رہے گا۔ یہ ان کے خلوص اور للّٰہیت کا ثبوت ہے۔ کہ مجھ ایسے نالائق و سیاہ کار کے لیے ہر روز دُعا کے التزام کا بار خود بخود لوجہ اللہ اٹھالیا۔

سات سال قبل ۱۹۶۰ء کی بات ہے کہ میں نے اپنا مجموعۂ کلام انھیں

مطالعہ اور حصولِ تقریظ کے لیے دیا۔ چنانچہ انھوں نے اس کا مطالعہ فرما کر اس پر تقریظ لکھی جو کہ آغازِ کتابِ ہٰذا میں ہدیۂ قارئین ہے۔ آج ۲۸ رمئی ۶۸ء کو جبکہ یہ مجموعۂ کلام کتابت ہو رہا ہے اور میں اس کا یہ مقدمہ لکھ رہا ہوں، اس وقت مولانا ممدوح اس دارِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں، اب ان کا نام اُن کا کام ان کی یاد باقی ہے۔ لیکن وُہ خود باقی نہیں، اللہ پاک ان کی جملہ ظاہر و باطن لغزشیں معاف فرمائے اور انھیں جنّت الفردوس میں اعلےٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین

اسی طرح ہماری محافلِ سخن کے رُوحِ رواں چیدہ چیدہ کئی سخنور مثلاً علاّمہ علیش فیروزپوری، شوکت بدایونی۔

چوہدری منظور احمد منظورؔ سابق چیف آفیسر بلدیہ لائلپور، سیّد محی الدین بن سیّد بیخود دہلوی، لائلپور کے معروف صحافی جناب خلیقؔ قریشی، یہ سب لوگ ایک ایک کر کے ہم سے جُدا ہو گئے۔ چوہدری منظور احمد منظورؔ بڑے خلیق ملنسار، متواضع طبیعت کے آدمی تھے۔ آپ جہاں شعری دُنیا میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اور متمول آدمی تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہاں نہایت درجہ منکسر المزاج تھے اور احباب سے نہایت پُرخلوص انداز میں بخندہ پیشانی ملتے تھے، اپنی کوٹھی سے عموماً شام کے وقت بازار آتے تو میرے مکتبہ میں ضرور تشریف لاتے اور کچھ دیر میرے پاس بیٹھ کر جاتے۔ آخری ایّام میں مجھ سے مطالعہ کیلیے

کئی ایک دینی کتب طلب فرمائیں۔ ان دنوں میں جب کبھی ان سے ملنے اُن کی کوٹھی پر گیا یا وہ میرے پاس تشریف فرما ہوئے، تو اکثر موضوع گفتگو دین اور فکرِ آخرت ہوتا تھا اور فرمایا کرتے کہ اب میں تکلیف کی حالت میں بھی نماز قضا نہیں کرتا اور مجھ سے اکثر مسائل اور دُعائیں پوچھا کرتے، ان کی وفات کا صدمہ کسی وقت دل سے دُور نہیں ہوتا۔ اللہ پاک ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور انھیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے! آمین۔

خلیق قریشی ہمارے لائلپور کی جانی پہچانی شخصیت ہے۔ ایک دفعہ پہلی بار میں اپنی لکھی ہوئی حمد جس کا مصرعِ اوّل یہ ہے۔

؎ تمثیل و تخیّل سے منزّہ ہے تری ذات

لیکر ان کی خدمت میں ان کے اخباری دفتر کچہری روڈ گیا، وہاں پہنچا تو دیکھا ان کے ارد گرد کرسیوں پر بہت سے ان کے احباب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس وقت اپنے عام معمولی لباس لنگی کرتہ ململ کی ٹوپی میں ملبوس تھا، میں سلام کرکے ایک طرف کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر یونہی چپ چاپ کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد آپ میری طرف ملتفت ہوئے، فرمانے لگے بھائی کیسے آتے ہو، میں نے اپنی نظم "حمد" ان کے آگے میز پر رکھ دی، حمد کو دیکھ کر مجھے انھوں نے اپنے پہلو میں کرسی پر بٹھا لیا، اس کے بعد نظم پڑھنے لگے، نظم پڑھتے پڑھتے ایک ایک مصرع

پر جھومتے تھے اور بآواز فرماتے سبحان اللہ! اور آس پاس بیٹھے ہوئے ان کے احباب، جو کہ معلوم ہوتا تھا وُہ شعراء و ادباء ہی تھے، ان کے چہرے کی طرف نظریں جمائے ہوئے تھے۔ خاموشی سے بغور نظم کا مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے ہم نشینوں سے یوں مخاطب ہوئے، یہ صاحب جب کمرہ میں داخل ہوئے تو میں نے سمجھا، کہ اخبار میں کوئی رپورٹ لکھوانے یا یونہی کوئی کام آئے ہوں گے، جیسے اور لوگ آتے رہتے ہیں، اس لیے میں نے کوئی توجّہ نہیں دی، مگر اب جبکہ میں نے ان کی لکھی ہوئی حمد پڑھی ہے تو میں حیران ہوں کہ ہمارے لائلپور میں ایسے ایسے آدمی پڑے ہیں جو کہ اتنی اچھی حمد لکھ سکتے ہیں، پھر فرمانے لگے، ملک میں غزل گو شعراء کی بھرمار ہے۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہے، مگر میرے خیال میں کسی نے ایسی جامع و بہتر حمد شاید ہی لکھی ہو۔

یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی، اس کے بعد کئی ایک مشاعروں میں ان کا کلام سننے کا موقع ملا۔ آج وُہ بھی ہم سے جُدا ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و کرم فرمائے، ان کے حسنات قبول فرمائے اور سیئات سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

میرے ہموطن، جناب **نوّاب عُبیداللّٰہ السّلام** صاحب، جلالی میرزا خانی، حال مقیم مظفرگڑھ اُردو، عربی، فارسی کے ممتاز عالم، ادیب،

اور شاعر تھے، لائلپور میں کئی ایک علمی مجالس میں ان کا کلام سنا، ان کا کلام پاکیزہ اور رطب و یابس سے مبّرا اور علم و ادب سے بھرپور ہے۔

میرے اس مجموعۂ کلام کا اکثر حصہ آپ نے مطالعہ فرما کر اس پر تقریظ لکھی ہے، جو کہ کتاب ہذا کے آغاز میں شامل ہے۔

آپ لائلپور میں ہمارے درمیان چند روز قیام فرما کر اور ہماری کتنی ادبی نشستوں کو اپنے پُراثر کلام سے رونق بخشتے ہوتے ۱۲ / اپریل ۶۲ء کو مظفر گڑھ پہنچتے ہیں، اور ۱۴ / اپریل ۱۹۶۴ء کی آدھی رات کو اچانک انتقال فرما جاتے ہیں۔

جس رات کو عالم بقاء کی جانب سفر کی تیاری تھی، اسی رات کو عشاء کی نماز کے بعد میرے نام خیریت سے پہنچنے کا خط لکھا، اور نصف خط لکھا کہ طبیعت خراب ہو گئی، اور وہ خط اسی طرح ادھورا لکھا ہوا ہی رکھ دیا۔ اسی رات آپ اپنے عزیز و اقارب اور احباب کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے حقیقی خالق و مالک سے جا ملے، دوسرے روز اسی خط کے بقیہ خالی حصہ میں ان کے صاحبزادہ عزیزم زبید السّلام سلمہُ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ لکھ کر خط پوسٹ کر دیا، محترم والد صاحب نے مظفر گڑھ پہنچ کر رات آپ کو یہ خط لکھا، آدھا خط لکھا تھا کہ طبیعت خراب ہو گئی اور رات ہی انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

خط پڑھ کر ہم لوگ حیران و ششدر رہ گئے، آپ ہم سے اچھے بھلے تندرستی

کی حالت میں علیحدہ ہوئے، اور خوشی خوشی وطن مظفر گڑھ پہنچے، اس طرح آنا فانا پیغامِ اجل گیا، آدھا خط ان کے اپنے قلم سے لکھا ہُوا کہ میں خیریت سے مظفر گڑھ پہنچ گیا ہوں۔ آدھا خط اُن کے صاحبزادہ عزیزی زبید السلام سلمہ اللہ کا لکھا ہُوا کہ والدِ محترم رات اس دُنیائے فانی سے سدھار گئے۔ دیکھ کر پڑھ کر جو قلبِ عزیں پر گزری ہے وُہ زبان وقلم کے بیان واعلان سے باہر ہے۔

فوراً یہ آیتِ قرآن سامنے آگئی۔ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا (لقمان) (کسی انسان کو علم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور نہ ہی کسی آدمی کو یہ خبر ہے کہ اس کی موت کس مقام پر آئے گی۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ (لقمان)

یہ بے شمار واقعاتِ اموات سپنہ نہیں، خواب نہیں، ڈھکوسلہ نہیں، افسانہ نہیں! مشاہدات ہیں، حقائق ہیں۔ مشاہدات سے آنکھیں بند کرنا، حقائق سے اعراض کرنا، عقلمندی نہیں بیوقوفی ہے۔ جہالت ہے، بدقسمتی ہے اور ظلم ہے اور یہ خطرناک نادانی ہے۔ یہ سب اس دُنیا سے آخرت کی طرف جانے والے متنبہ کرتے جارہے ہیں۔ کہ ہم جس راہ سے جس سمت جارہے ہیں، تم بھی ہمارے پیچھے اسی راہ سے اسی طرف عنقریب باری باری آؤ گے، لہذا اس کی فکر کرلو۔

سیّد محی الدّین ابن بےخود دہلوی

آپ بھارت کے مشہور و معروف شاعر ابنِ بےخود دہلوی کے فرزندِ ارجمند تھے، کاٹن مل لائل پور کے کوارٹروں میں مقیم تھے، میری آپ سے ملاقات لائل پور کے طرحی مشاعروں میں ہوئی۔ اگرچہ آپ خود شعر نہیں کہتے تھے مگر ایک بڑے شاعر کے فرزند تھے، شعر کو بہت اچھی طرح سمجھتے، اچھے شعر کی خوب داد دیتے تھے۔

ستّر اسی سال کی عمر میں بڑھاپے کی نقاہت کے باوجود مشاعروں میں شریک ہوتے، جس مشاعرے میں آپ تشریف فرما ہوتے، مشاعرے کی صدارت کے لیے آپ ہی کو منتخب کیا جاتا، اس عاجز سے بہت محبّت کرنے لگ گئے تھے، فرمایا کرتے کہ مجھے تم سے اس لیے محبت ہو گئی ہے کہ تمہارے اشعار آخرت کی فکر پیدا کرتے ہیں، ہماری زندگی تو غفلت ہی میں گزر گئی ہے، میری دوکان پر اکثر تشریف لاتے، گھنٹوں بیٹھے رہتے آپ کی مونچھیں نہایت خوبصورت اور بہت بڑی تھیں، ایک دن میں نے کہا، کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی یہ مونچھیں کاٹ کر باریک کر دوں، فرمانے

ملے، جیسے چاہو میں تیار ہوں، چنانچہ میں نے قینچی اٹھائی اور مونچھیں جڑ سے کتر ڈالیں۔ تو فرمانے لگے، یہ مونچھیں میں نے بڑی محنت اور شوق سے بڑھائی تھیں اور ان کے لیے ولایت سے ادویات منگا کر استعمال کیا کرتا تھا، ان پر تقریباً ایک ہزار روپیہ صرف ہو چکا ہے، لیکن آج اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے تمہارے ہاتھ سے میرے ایک غلط شوق کی اصلاح ہو گئی۔ الحمدُ للہ۔ اور میرے سمجھانے پر ڈاڑھی رکھنے کا بھی وعدہ فرمالیا، چنانچہ اسی دن سے ڈاڑھی بھی رکھ لی اور نماز کی بھی پابندی کر لی، اس کے بعد جب کبھی ملاقات ہوتی، فرماتے، دیکھو بھئی میں نے تمہارے ہاتھ سے اپنی مونچھیں بھی کٹوالیں اور ڈاڑھی بھی رکھ لی، اور نماز بھی پڑھ رہا ہوں، اب میرے لیے دُعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری آخرت بھی اچھی کر دے۔ آپ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی آخرت اچھی کرے اور سیّئات سے درگزر فرمائے، آمین!۔

شعراء کرام کی خدمت میں مخلصانہ اپیل!

میں اپنے محترم پیارے شعراء بھائیوں کی خدمتِ اقدس میں نہایت ادب و احترام اور عجز و انکساری سے عرض کرتا ہوں۔ ہم مسلمان ہیں، ہمارا قرآن و حدیث پر ایمان ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس حقیقت کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

رہنا بھی ہے دنیا میں جانا بھی ہے دنیا سے ہے قبر کی منزل بھی محشر بھی بپا ہوگا
تو جس کی جدائی کو موت اپنی سمجھتا ہے وہ تجھ سے جدا ہوگا، تو اس سے جدا ہوگا!

کاش! ہم اپنی محافل کے شعراء حضرات کی جدائی ہی سے عبرت حاصل کریں، اپنی آنکھیں کھولیں اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی آخرت کی لازوال زندگی کو خوشگوار بنانے کی فکر کریں اور عالمِ عقبیٰ کی تیاری میں لگ جائیں۔

ہم اپنی خداداد قابلیتوں کو اگر مجازی عشق و محبت کی باتوں، ہجر و وصال کی فرضی داستانوں کاکل و گیسو کی بے معنی تعریفوں کی بجائے (جن سے کہ ذہنی عیاشی تضیعِ اوقات اور عنداللہ مسئولیت کے سوا کچھ حاصل نہیں، اصلاحِ معاشرہ

میں صرف کریں اور ایسا پروگرام پیش کریں جس میں خدائے ذوالجلال کی وحدانیت اس کے حبیب حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا بیان دُنیا کی مذمت، یومِ حساب کی فکر، اخلاقِ فاسدہ کی نشاندہی اور ان سے بچنے کی ہدایات اور اعمالِ صالحہ کی توضیح اور انھیں بجالانے کی اپیل ہو۔ تو اللہ پاک کی رحمتِ واسعہ سے قوی امید ہے کہ یہی شاعری ہمارے لیے تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور باعث سعادت اور موجبِ نجات بن جائے گی، اور یقیناً ایسی شاعری کا ہمیں اسی زندگیٔ دُنیا اور بعد الموت آخرت میں بہترین صلہ ملے گا۔ اسی قسم کی شاعری کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی مشہور ہے۔

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ حِکْمَۃً (بیشک بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ اس قسم کی شاعری کا اظہار جب صحابیٔ رسولؐ حضرت حسّانؓ بن ثابتؓ آنحضرتؐ کے روبرو اور آنحضرتؐ ہی کے منبر پر بیٹھ کر کیا کرتے تو آپؐ حسّانؓ بن ثابتؓ کے اشعار سن کر انکے حق میں یہ دعائیہ کلمات فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اے اللہ تو اس (حسّانؓ بن ثابتؓ) کی حضرت جبرئیل کے ذریعے امداد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دفعہ حضرت حسّانؓ بن ثابتؓ مسجدِ نبویؐ میں اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ نے یہ دیکھ کر انھیں منع کیا، اس پر اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ اشعار آپ سے افضل ہستی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی منع نہیں فرمایا، آج آپ کون ہیں روکنے والے۔ حضرت عمرؓ حسانؓ بن ثابتؓ کا یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔

پاکیزہ اشعار یقیناً دلوں کی آلائشوں کو صاف کر کے انھیں پاکیزگی سے ہمکنار کرتے ہیں اور سخنوری کا یہی صحیح مصرف ہے جو نیک انسانوں میں مقبول اور اللہ کے نزدیک محمود ہے۔

دوسری قسم کی لغو اور بے معنی شاعری کی نسبت خود خالق کائنات اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ - اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ - اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا - (سورۂ شعراء)

(عام شعراء کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ اے پیغمبرؐ! کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ وُہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وُہ ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے، ہاں کچھ لوگ ان سے مستثنیٰ بھی ہیں وُہ جو ایماندار ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں۔)

اللہ پاک نے عام شعراء کا کتنا صحیح مبنی بر حقیقت نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا:۔ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ - یعنی وُہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور

یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہم اکثر شعراء کا یہ حال ہے کہ مجازی حسن و عشق کے لغو قصّے، ہجر و وصال کی بے سر وپا حکایتیں، عاشق و معشوق کی خلوت و جلوت کی حیاسوز منظر کشی، جائز و ناجائز قصیدے اسہرے، جو چیز سامنے آئی اور جو خیال دل میں اُبھرا، قلم اٹھائی اور لکھ مارا۔ خالق حقیقی نے اپنی مخلوق شعراء کی ٹھیک حالت بیان فرمائی کہ وُہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

حمد و نعت کبھی لکھنے بیٹھتے ہیں تو دینی علم کے فقدان کے باعث بعض اصحاب اس میدان میں اندھا دھند تیر مارتے ہیں۔ اور بڑی بڑی تباہ کن فاش غلطیاں کرتے ہیں۔ مقام توحید و رسالت میں امتیاز نہیں ہوتا، صفاتِ باری تعالےٰ اور اوصافِ محمّدی میں فرق نہیں رہتا۔ ہمارے اس قسم کے اشعار سے اس کے سوا ہمیں کچھ حاصل نہیں کہ ہم اپنے اشعار میں شعری فنی کمالات کا لحاظ کر کے سامعین سے وقتی طور پر واہ واہ کرا لیتے ہیں۔ اور جھوٹی داد سے اپنے دلوں کو خوش کر لیتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ خبر نہیں کہ ہمارے ان مخرّبِ اخلاق اور شرک و بدعت سے لبریز اشعار سے بجائے سنورنے کے معاشرہ بگڑ رہا ہے، اور اس بگاڑ کے دوسرے اسباب کے ساتھ ہم بھی ایک سبب ہیں اور اللہ کے نزدیک مسئول ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اپنی مسئولیّت سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

دُوسری آیت میں ارشادِ باری ہے۔

وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ۔ (بے شک وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے) یہ قول بھی اللہ پاک کا کتنا سچّا ہے کہ شعراء جو کچھ کہتے ہیں، ان کے اعمال اس کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ ہمارے شعراء بھائیوں کی نعتیں محبّتِ رسول سے لبریز ہوتی ہیں۔ مشاعروں اور جلسوں میں وُہ انھیں خوب جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں۔ ان نعتوں میں سیرتِ رسول ؐ کے ایک ایک خدوخال پر بحث ہوتی ہے۔ اور سامعین یہ نعتیں سن کر خُوب دل کھول کر داد دیتے ہیں۔ مگر جب ہم ان شاعروں پر نظر ڈالتے ہیں تو آہ افسوس ہمارے احوال واعمال، گفتار وکردار، غرض کہ پوری زندگی احکامِ رسول ؐ کے خلاف ہوتی ہے، حتےٰ کہ ہم میں سے بیشتر شعراء نماز تک کے بھی پابند نہیں ہوتے۔ جس کی نسبت ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔ نماز دین کا ستون ہے۔

ہمارا محبّتِ رسول میں یہ قال کام نہیں دے گا، جبتک کہ اس قال کے مطابق ہمارا حال نہ ہو۔

حقیقت میں اسی کے دل میں ہے الفت محمّد ؐ کی،\
ہو ظاہر جس کے قول وفعل سے طاعت، محمّد ؐ کی!

بغیر پیرویٔ احکامِ رسولؐ زبانی اظہارِ محبت محض فریبِ نفس ہے، لہٰذا ہر عقلمند پر لازم ہے کہ وُہ اس تباہ کن فریبِ نفس سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرلے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے یہ فرما کر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ (مگر وُہ لوگ جو ایمان لے آئے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔)

مذکورہ بالا مذموم شعراء سے ان شعراء کو الگ کر لیا جو احکامِ الٰہی پر یقین رکھتے اور پھر ان پر عمل بھی کرتے ہیں اور اپنے خالق کی یاد میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

اس قسم کی شاعری کا اظہار جب صحابیِ رسول حضرت حسان بن ثابتؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور آنحضرتؐ ہی کے منبر پر بیٹھ کر کیا کرتے تو آپؐ حسان بن ثابت کے اشعار سُن کر اُن کے حق میں یہ دُعائیہ کلمات فرمایا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (متفق علیہ)

آخر میں سید الاولین والاخرین خاتم الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین، حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذموم اشعار کے بارے میں ارشاداتِ گرامی احادیثِ مقدسہ سے درج کیے جا رہے ہیں۔

مذموم اشعار

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) حضرت ابی امامہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء اور بُری بات سے زبان بند رکھنا ایمان کی دو شاخیں ہیں، فحش گوئی اور بے ہودہ بکواس نفاق کی دو شاخیں ہیں۔

باحیاء آدمی اپنی زبان کھولنے سے قبل اپنی بات کو تولتا ہے، غیر مناسب فحش، بے ہودہ، بے فائدہ، لغو کلمات کبھی نہیں بولتا، جیسا کہ اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں اپنے نیک بندوں کی صفات میں فرمایا:۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۔(المؤمنون) وُہ بیہودہ باتوں سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں ۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا ۔ اور جب ان کا گزر کسی لغو کام کے قریب سے ہوتا ہے تو وُہ بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔

بخاری کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اس طرح آیا ہے :-

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (بخاری) اگر تو شرم نہیں کرتا تو پھر جو چاہے کر فحش گوئی اور بیہودہ گفتگو کے متعلق سردارِ دو عالم ؐ نے فرمایا، کہ یہ نفاق کی ایک شاخ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منافق کا ٹھکانہ جہنم کے نیچے طبقہ میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :-

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (النساء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفاق ایسی خطرناک بیماری سے مامون و محفوظ فرمائے! مظاہر حق میں حضرت امامہ والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے، کہ ایک مومن بسبب حیاء انکسار و استغراقِ عبادت، تقریر و بیان پر قدرت نہیں رکھتا، بخلاف ایک منافق کے کہ وہ فحش گو ہوتا ہے اور اپنی چرب زبانی کے باعث تقریر و بیان پر قدرت رکھتا ہے، اسی طرح کی ایک حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کی ہے، جو کہ یہ ہے :-

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَسَاوِيكُمْ أَخْلَاقًا اَلثَّرْثَارُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ الْمُتَفَيْهِقُونَ

ابی ثعلبہ خشنی رض سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے مجھے محبوب تر اور قیامت کے دن میرے قریب تر وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ خوش اخلاق ہیں اور تم میں سے میرے دشمن ترین اور سب سے دور مجھ سے وہ لوگ ہوں گے جو تم میں برے اخلاق والے ہیں اور بہت زیادہ باتیں کرنے والے اور بڑھا چڑھا کر اور مبالغہ آمیز کلام کرنے والے ہیں۔

اور اسی طرح کی ایک حدیث ترمذی میں بھی ہے، جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں، اس میں ذکر ہے کہ صحابہ کرام رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پاک سن کر عرض کیا۔

قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْہِقُوْنَ قَالَ اَلْمُتَکَبِّرُوْنَ۔ اے اللہ کے رسول ص! ہم نے ثرثارون اور متشدقون کو تو جان لیا، متفیہقون کون ہیں۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تکبر کرنے والے۔

اس حدیث پاک میں ان لوگوں کے لیے وعید شدید ہے، جو خطباء اپنے خطبوں میں اور شعراء اپنے شعروں میں تکلف اور مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور پھر اپنے کلام پر فخر و تکبر کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! یہ بڑا خطرناک

مرض ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَّاْكُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَاْكُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا (رواه احمد)

سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے، قیامت قائم نہ ہوگی، اس وقت تک کہ کھائے گی ایک قوم اپنی زبانوں کے ساتھ جیسے کہ کھاتی ہے گائے ساتھ اپنی زبان کے۔

یعنی وہ لوگ اپنی زبانوں کو لوگوں کی جھوٹی مدحت و مذمت کا وسیلہ بنائیں گے۔ اور لوگوں پر اپنی فصاحت و بلاغت کا رُعب جمائیں گے اور اس طرح اُن سے مالی منفعت حاصل کریں گے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کریں گے۔

جس طرح جب ایک گائے چارہ چرتی ہے تو وہ خشک و تر اور شیریں و تلخ چارہ میں، تمیز نہیں کرتی، اسی طرح وہ لوگ حصولِ مقاصد کے لیے اپنی زبانوں کو وسیلہ بناتے ہوئے اپنے کلام میں حق و باطل، جائز و ناجائز، اچھے اور بُرے، حلال اور حرام میں تمیز نہیں کریں گے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِالنَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (ابوداؤد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص طرح طرح سے کلام پھیرنا سیکھے تاکہ اس سے لوگوں کے دلوں کو قابو میں لایا جائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا نفل قبول کرے گا نہ فرض۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہلاک ہوتے وہ لوگ جو کلام میں مبالغہ کرتے ہیں، فرمایا آپ نے یہ تین بار۔
ہمیں اپنے آقا محسن صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مندرجہ بالا ارشاد کی روشنی میں اپنا موازنہ کرنا چاہیے کہ ہم شعراء کا گروہ جب کوئی سہرا، یا قصیدہ یا غزل لکھتا ہے تو کیا اس میں حقیقت سے کوسوں دُور ایک حد تک مبالغہ آرائی نہیں ہوتی؟ یقیناً ہوتی ہے! صاحبِ موصوف کے وہ اوصاف بیان ہوتے ہیں، جو اس میں نہیں ہوتے، مقامِ فکر ہے کہ مبالغہ آمیز کلام لکھنے والے کے حق میں حضورؐ نے تین مرتبہ ہلاکت کی بددُعا فرمائی ہے جس کے لیے سیّدِ کونین بددُعا کر دیں وہ بھی تین بار، تو اس کا کیا حشر ہوگا؟

کس قدر خطرناک معاملہ ہے!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیْهِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے لیے پیپ سے پیٹ بھر لینا جو کہ اس کے پیٹ کو خراب کردے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ اپنے پیٹ کو (مذموم) شعروں سے بھرلے، یعنی شعر گوئی یا شعر خوانی کا شغل غالب رکھے، اور ہر وقت اس دھن میں رہے۔ مقصدِ زندگی جو کہ اللہ پاک کی عبادت واطاعت سے عبارت ہے، اس سے غافل ہو جائے، اور پھر شعر بھی مذموم سراپا، مبالغہ فحش، بے ہودہ، جن سے بجائے تعمیرِ سیرت کے تدمیرِ سیرت ہو۔ ایسے شعروں سے پیٹ بھرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ آدمی اپنا پیٹ پیپ سے بھر لے۔

خیالی محبوب کے خیالی حسن وجمال کی منظر کشی کر کے صاف دل نونہالانِ وطن (جو کہ ابھی نیکی اور بدی، عذاب وثواب سے ناآشنا ایک معصومانہ زندگی گزار رہے ہوں)، کو اس وادیٔ پُرخار میں بے یار ومددگار حیران و سرگردان چھوڑ دینا اور حسن وعشق کے اس خارزار میں حلقہ ہائے زلف وگیسو

ہیں مقید رہنے کا تاثر دینا اور مصنوعی محبوب کے مصنوعی در پر ٹکریں مار مار کر اپنے سر پھوڑتے اور اس طرح فرہاد و مجنوں، رانجھا و نپوں کی طرح اہلِ دنیا کی زبانوں پر رہتی دُنیا تک ایک رنگین افسانہ بن جانا، ان پھول سے نازک اور بے داغ دل نونہالانِ وطن پر کس قدر ظلم ہے اور کس قدر تباہ کن مخرّب اخلاق اور گمراہی کا راستہ ہے۔؟

ہم نے جن نوجوانوں کو زندگی کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت بتانا تھا اور انہیں اپنے اسلاف کے کارنامے سنا کر بہادر بنانا تھا اور اسلام وطن کے دفاع کے لیے انھیں تیار کرنا تھا، اور مساجد میں لاکر اپنے خالق کے سامنے سربسجود کر کے انھیں بندہ و آقا کا مقام بتانا تھا۔ افسوس! کہ ہم انھیں اپنے عشقیہ اشعار کے ذریعہ صنم خانوں کی سیر کرا رہے ہیں، اور یہ وُہ جگہیں ہیں ؎

جہاں گر کر کوئی مشکل سے اٹھا
جہنم زار وُہ کوئے بتاں ہے

یہ کٹتی جا رہی ہے زندگی راہ سفر ہو کر
نہ لی کروٹ یوں سو گئے ہم بے خبر ہو کر

بہت سی جن جوانمردوں سے امیدیں تھیں وابستہ
وُہ اک اک کر کے رہتے جاتے ہیں کسی کے سنگِ در ہو کر

پھنسے کچھ اس طرح دامِ فریبِ حسنِ فانی میں
نہ اڑنے پائے تھے زخمی ہوئے بے بال و پر ہو کر

یہ حسن و عشق کے نغمے یہ ذکرِ گیسوو کاکل
نہیں اچھا سنانا قوم کو خود راہبر ہو کر

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)، حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے، وُہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت (مجھے بتا دیجئے کہ نجات حاصل کرنے کا گُر کیا ہے (اور نجات حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کیا کام کرنے چاہئیں، آپ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان پر قابو رکھو، (وُہ بے جا نہ چلے) اور چاہیے کہ تمہارے گھر میں تمہارے لیے گنجائش ہو اور اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور رویا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں سب سے زیادہ بولنے کی ضرورت تھی، کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے آپ کو ہدایات دینی تھیں اور آپ اس ضرورت سے بولنے میں کوئی کمی نہ کرتے تھے بتانے کی ہر چھوٹی بڑی بات تبلاتے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کے دیکھنے والے صحابہ کرامؓ نے آپ کا حال یہ بیان فرمایا ہے کہ:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا فِيمَا يَرْجُوْا ثَوَابَهُ۔ (جمع الفوائد) آپ صرف وہی بات کرتے تھے جس پر آپ کو ثواب کی امید ہوتی تھی۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔ (ابن ماجہ) حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی اسلامیّت کے حسن و کمال میں سے یہ بھی ہے کہ جو بات اس کے لیے ضروری اور مفید نہ ہو، اُس کو چھوڑ دے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت اور بے فائدہ باتیں نہ کرنا، اور لغو و فضول مشغلوں سے اپنے کو محفوظ رکھنا کمالِ ایمان کا تقاضا اور آدمی کے اسلام کی رونق اور زینت ہے۔

کم بولنے اور بیہودہ گوئی سے زبان کی حفاظت کے بارے میں آنحضرتؐ کے ارشادات

عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا۔ (رواہ الترمذی) حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، حضرت میرے بارے میں جن باتوں کا حضور کو خطرہ

ہو سکتا ہے، ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟ سفیان کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کے فرمایا، کہ سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم سے کسی اور برائی کا تو زیادہ خطرہ نہیں ہے، البتہ یہ خطرہ ہے کہ تمہاری زبان بے جا چلے، لہذا اس کے بارے میں ہوشیار اور محتاط رہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا صَمَتَ نَجَا - (رواہ احمد) حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چپ رہا نجات پا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے بُری باتوں اور فضول گفتگو سے زبان کو روکا وُہ ہلاکت کے غار میں گرنے سے بچ گیا، ترمذی اور ابنِ ماجہ میں حضرت معاذ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض سے فرمایا یَا مُعَاذُ وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ - (ترمذی، ابن ماجہ) آدمیوں کو جہنم میں اوندھے منہ زیادہ تر اُن کی زبان کی بے باکیوں کی وجہ سے گرایا جائے گا۔

گانے کے بارے میں فرامینِ رسول ﷺ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ

النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِی فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا دل میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

دیلمی کی ایک روایت میں حضرت انسؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

اِنَّ الْغِنَاءَ وَاللَّھْوَ یُنْبِتَانِ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْعُشْبَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ الْقُرْاٰنَ وَالذِّکْرَ یُنْبِتَانِ الْاِیْمَانَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْعُشْبَ۔ بیشک راگ اور لہو (بیہودہ کلام) نفاق کو اس طرح اگاتے ہیں، جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے، قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے قرآن اور ذکر ایمان کو اس طرح اگاتے ہیں جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

امام نووی نے کتاب روضہ میں لکھا ہے، کہ نرم آواز میں گانا مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے اس کا سننا بھی مکروہ ہے اور ساز (باجے، طبلے ڈھول وغیرہ) کے ساتھ گانا، شراب پینے والوں کا شعار ہے۔ (مظاہر حق، باب البیان والشعر)

عَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ یَا نَافِعُ ھَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَیْهِ مِنْ اُذُنَیْهِ

قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتَ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ إِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا۔ (رواہ احمد و ابو داؤد)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ میں ایک راستہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا، انھوں نے ایک بانسلی کی آواز سنی، تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیں اور اس راستہ سے دُور ہٹ گئے، پھر مجھ سے فرمایا، کہ تمہیں کچھ سنائی دے رہا ہے؟ میں نے کہا نہیں: تو پھر آپؓ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں سے اٹھائیں اور فرمایا، کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپؐ نے بانسلی کی آواز سنی تو اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے، حضرت نافع رضہ بیان کرتے ہیں، میں اس وقت چھوٹا لڑکا تھا۔

جس میں عشق و فسق کے مضامین ہوں، اسے گانا یا راگ کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ نفاق اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ظاہر میں دعویٰ مسلمانی کا کرے، نماز روزہ بجالائے، مگر دل میں اس کو خدا و رسول سے کوئی کام نہ ہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باجا سننے سے اس قدر

پرہیز کرتے کہ کہیں باجے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو اپنے کان بند کر لیتے، پھر معاذ اللہ باجا سننا یا راگ کی محفلیں جمانا، سرمست ہونا اور اس کو موجب شوقِ الٰہی سمجھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، ہم لوگ جب محبتِ رسول کا دعوٰی کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی امید رکھتے ہیں، شب و روز گانے بجاتے، رقص و سرود میں محو ہیں، بلکہ گانا سننا ہماری غذا بن گئی ہے، گندے حیاسوز ریکارڈ لگا کر ارد گرد پڑوسیوں کی بہو بیٹیوں کو زبردستی سناتے ہیں، آدھی رات تک لوگوں کی نیند حرام کرتے ہیں۔ بیماروں پر بھی رحم نہیں کرتے، یہ کہاں کا انصاف ہے ایسا سریع التاثیر گناہ پھول سے نرم بچوں اور معصوم شریف زادیوں، با حیاء و پردہ دار، دیندار نیک بیبیوں پر زبردستی مسلط کیا جا رہا ہے جسے اپنے پیارے رسول صلعم کے ارشاد کی پرواہ نہیں، عذابِ آخرت پر یقین نہیں، وہ خود جو چاہے کرے مگر وہ اپنا غلط کام دوسرے بے گناہوں پر تو زبردستی نہ ٹھونسے، ہم تو اپنے ایسے نادان بھائی کے لیے بھی دل کی گہرائی سے رب العزت کے دربار میں گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں، اللہ اسے ہدایت عطا فرمائے اور اس قبیح فعل سے توبہ کی توفیق بخشے، قرآن و حدیث سے محبت اور ذکرِ الٰہی سے اطمینان نصیب فرمائے، باجے گاجے ڈھول ڈھمکے، طبلے، سارنگی وغیرہ کے جواز

کے لیے قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ملتی، لہٰذا ایک سچّے مسلمان کو ان سے پرہیز کرنا چاہیے، گندے اشعار، گانا بجانا، دلوں میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ ان سے اخلاق خراب ہوتے ہیں، اخلاق بنتے نہیں، جیسا کہ آپ پیچھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی پڑھ آئے ہیں، اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور اپنے پیارے نبی کے پیارے فرامین پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

محمود اشعار!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ۔ (بخاری و مسلم) بہت سچا کلمہ جو ایک شاعر نے کہا ہے، وہ لبید کا کلمہ ہے (جو یہ ہے) خبردار! ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے۔

لبید عرب میں مشہور شاعر تھے، وہ مسلمان ہو گئے اور انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئی تو شعر کہنا چھوڑ دیا تو وہ کہتے تھے، کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے مجھے شعر سے بہتر اپنا کلام (قرآن مجید) عطا فرما دیا ہے، ان کی کنیت ابو عقیل تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت

میں وفات پائی، اُن کے شعر کا دوسرا مصرع یہ ہے :۔ وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ
تمام نعمتوں کے لیے لازماً زوال ہے۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا مندرجہ بالا شعر کتنا پاکیزہ، کتنا مبنی بر حقیقت ہے، اور یہ شعر کس قدر عبرت انگیز ہے، اس شعر میں اس بات کی وضاحت ہے کہ کائنات کے ہر ذرّہ کے لیے فنا مقدر ہے، اور تمام نعمتوں کے لیے بالآخر اختتام اور زوال ہے۔

اور اس پوری کائنات کا ناظم ربّ سمٰوٰت والارض ہی ہمیشہ قائم اور دائم رہے گا،

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ ہر چیز مٹ جانے والی ہے مگر وہ ذاتِ پاکؐ ہمیشہ رہے گی۔

حضرت لبید کا یہ شعر سمجھا رہا ہے کہ فانی اشیاء سے محبّت نہ کرنا چاہیے، وہی ذاتِ اقدس محبت کے لائق ہے جسے کبھی بھی فنا نہیں ہونا ہے، فانی اشیاء سے محبت کا انجام حسرت و غم ہے۔ اور قائم و دائم ہستی سے تعلق باعثِ سعادت و سرفرازی ہے۔

حضرت لبید کا یہ شعر حکمت سے پُر ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کی تعریف فرمائی، اور آنحضرتؐ نے ایک موقع

پر فرمایا، اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا وَّاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمًا۔ (ابوداود)

بعض بیان مسحور کن ہوتے ہیں، اور بعض شعر پُر حکمت ہوتے ہیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِیْهِ فَاَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ فَاَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ، حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ بَیْتٍ۔ (مشکوٰۃ) عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وُہ کہتے ہیں، ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں امیہ بن صلت کے اشعار کچھ یاد ہیں تو پھر سناؤ، میں نے ایک شعر سُنا دیا، آپؐ نے فرمایا اور سناؤ، میں سناتا رہا، یہاں تک کہ سو شعر سُنا دیا۔

عَنِ الْبَرَاءِ رض قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ قُرَیْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اِهْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ مَعَكَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) حضرت براء سے روایت ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، قریظہ کے دن حسان بن ثابت کو کہ تو مشرکوں کی ہجو کر، جبریل تیرے ساتھ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسانؓ کو فرماتے تھے، تو

میری طرف سے انھیں (اپنے اشعار کے ذریعہ) جواب دے، (اور آپ حسّان کے لیے یہ دُعا کرتے تھے، اے اللہ تو اس کی جبریلؑ کے ذریعے مدد فرما۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا أَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنَّمَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحَ النَّبْلِ۔ (شرح السنة والاستيعاب) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا نبی صلعم سے کہ فرمایا نبی صلعم نے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، شعر کہنے کے متعلق جو نازل فرمایا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار کے ساتھ اور اپنی زبان کے ساتھ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، گویا کہ وہ مارتا ہے کفار کو اپنے شعر کے ساتھ مثل تیر مارنے کے۔

تین اشخاص ممتاز شعراء اسلام میں سے تھے، حسّان بن ثابتؓ عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالکؓ حضرت کعب اپنے اشعار کے ذریعہ کفار کے دلوں میں رعب ڈالتے تھے اور انھیں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے ڈراتے تھے، اور حضرت حسّانؓ اُن کے نسب میں طعن کرتے تھے۔ اور

حضرت عبداللہ بن رواحہ اُن کے کفر پر انھیں توبیخ وسرزنش کرتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے اپنی شاعرانہ زندگی پر تأسف کرتے ہوئے اس آیت کا مطلب پوچھا جو کہ مذمتِ شعر میں نازل ہوئی ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ (شعراء) شعراء کی پیروی بے راہ لوگ ہی کرتے ہیں جواب میں حضرتؐ نے فرمایا، وُہ شعراء جو اسلام کی تائید میں شعر کہتے ہیں اور کفار کی ہجو کرتے ہیں، اس آیت میں داخل نہیں، ان کے اشعار مذموم نہیں، بلکہ اُن کے اشعار جہاد کا حکم رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے انھیں مستثنےٰ کر لیا ہے اپنے اس قول کے ساتھ۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورہ شعراء) مگر وُہ لوگ جو ایمان لے آتے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور وُہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لیے مسجد میں منبر رکھ دیتے تھے۔ اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے تھے یا (کفار سے) مقابلہ کرتے تھے۔ اور آنحضورؐ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسّان کی مدد کرتا ہے، جب تک وہ اس کے رسولؐ کی طرف سے فخر کرتا ہے یا مقابلہ کرتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ ذُکِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ کَلَامٌ فَحَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ۔ (دار قطنی) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا، آپؐ نے فرمایا وہ ایک کلام ہے، اچّھا اس کا اچھا ہے اور بُرا اس کا بُرا ہے۔

یعنی دار و مدار نفس مضمون پر ہے اگر مضمون اچّھا ہے تو وہ شعر اچھا ہے اگر مضمون بُرا ہے تو وہ شعر بُرا ہے۔

شعر کے بارے میں قرآن حکیم کی آیات اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے ایک سچے مسلمان کے لیے یہ نتیجہ نکالنا اب کیا

مشکل ہے کہ اچھے اور پسندیدہ شعر وہی ہیں جن میں اللہ اور رسول ؐ کی تعریف ہو، دُنیا کی مذمت اور آخرت کی ترغیب، بُرائیوں سے انذار، اور نیکیوں کی تلقین ہو، اسلام کے خلاف لغو سوالات کے دلنشین حکیمانہ جوابات ہوں، اور کفار کی طرف سے کئے گئے اسلام پر حملوں کا دفاع ہو۔ ایسے اشعار جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ رکھتے ہیں، یقیناً ان پر اجر و ثواب ملے گا۔

نئی نسل، نوجوان طبقہ کو اسلام کے مفہوم اور اس کے تقاضے سے روشناس کرایا جاتے۔ اور انھیں زندگی کا مقصد (اللہ کی اطاعت و عبادت) سمجھایا جائے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے، وہ جس نے موت اور زندگی اس لیے بنائی ہے کہ وہ دیکھے تم میں سے کون اچھے اعمال بجالاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ :- اے لوگو! تم اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔

ان آیاتِ شریفہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

زبان سے یا قلم سے بصورتِ نثر یا نظم مخلوق کو خالقِ کائنات کی عبادت کی طرف بلانا مخلوق کے ساتھ شفقت و رحمت اللہ رب العزّت کی عبادت و اطاعت ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنی تمام صلاحیّتیں اسی کے بتائے ہوئے راستے میں اسی کی مخلوق کی اصلاح و خیر خواہی میں صرف کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور ہماری تمام کوششیں اور سب اعمال حسنِ نیّت اور زینتِ اخلاص سے مزین فرمائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ـ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ـ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ـ

اَلْفَقِيْرُ اِلَى اللّٰهِ
عبدالرحمان، عاجز مالیر کوٹلوی
۲۷ فروری ۶ ۱۹۶۸ء

کچھ اپنی شاعری کے متعلق

خوش الحانی اللہ کی نعمت ہے اور مجھے ذاتِ خداوندی نے اس نعمت سے نوازا تھا، چنانچہ میں لڑکپن میں ترنم کے ساتھ دینی مجالس میں نظمیں پڑھا کرتا تھا، جنھیں پڑھتے پڑھتے خود نظم کہنے کا شوق پیدا ہو گیا، میرے لڑکپن کا زمانہ کچھ مالیر کوٹلہ اور کچھ سنگرور ریاست جیند میں گزرا ہے۔ سنگرور میرے وطن مالیر کوٹلہ سے تقریباً تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے، ان دنوں وہاں ہائی سکول میں حضرت مولانا منظور احسن صاحب احسن دہلوی ہیڈ ماسٹر تھے، آپ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، چاروں زبانوں کے عالم، فاضل اور ادیب نیز اردو کے بہت بڑے شاعر ہیں، الحمدُ للہ! کہ تاہنوز بقیدِ حیات ہیں، اور آج کل دیال سنگھ ٹرسٹ کالج لاہور کی لائبریری میں سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، اور حال ہی میں آپ نے عربی کی مشہور ضخیم کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو کہ چھپ کر مارکیٹ میں آ گئی ہے۔

میں ان دنوں اپنی نظموں کی اصلاح آپ ہی سے لیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو نیک اعمال اور صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔!

ابتدائی دور کی تمام نظمیں ضائع ہو چکی ہیں، اس لیے کہ سنگرور چھوڑنے کے بعد عہدِ جوانی میں داخل ہوتے ہی شادی ہو گئی، کاروبار اور اس کے ساتھ ساتھ تحصیلِ علمِ دین کا شوق اس قدر تیز ہو گیا کہ اس طرف توجہ نہ رہی، البتہ کبھی کبھی کوئی نظم موزوں ہو جاتی تھی۔

میرے مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں جگر مرادآبادی حج کے لیے تشریف لائے تو مکہ مکرمہ میں مقیم ہندو پاکستان کے شعر و ادب کے شائقین اصحاب نے ان کے اعزاز میں ایک یادگار مشاعرہ منعقد کیا، اس مشاعرے کے لیے عاجز نے بھی ایک نظم لکھی، جس کا مطلع یہ ہے:

کمسنی کا دور آغازِ شباب زندگی   صبحِ عشرت اور شامِ جلوہ تابِ زندگی

یہ پوری نظم جامِ طہور میں درج ہے، یہ نظم اس مشاعرے میں پڑھی گئی، جو آخر شب تک جاری رہا، اس مشاعرے میں شعراء بھی اور سامعین بھی مقامی باشندے اور اہلِ عرب کثیر تعداد میں شامل تھے۔

میری ان دنوں محلہ جیاد میں گھڑیوں کی دوکان تھی، جگر مرادآبادی اکثر اوقات دن میں میرے پاس ہی بیٹھے رہتے، چنانچہ اس مشاعرے میں اور جنابِ جگر

کی صحبت نے سخنوری کا دبا ہوا شوق پھر سے تازہ کر دیا، اس کے بعد مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ میں بہت سی نظمیں کہہ ڈالیں۔ مدینہ منورہ میں ایک نظم عربی زبان میں کہی جو کہ آغازِ کتاب میں درج ہے۔ میں مکہ مکرمہ میں بارہ سال قیام کے بعد لائلپور آ گیا، جو علم و ادب کا مرکز اور شعر و شاعری کا گہوارہ ہے اور یہاں شعراء کی کافی بڑی جماعت موجود ہے۔ یہاں اکثر طرحی مشاعرے ہوتے رہتے ہیں، غرضیکہ جب سے میں یہاں پہنچا ہوں، اکثر طرحی مشاعروں میں طرحی نظم کہہ کر شریک ہوتا رہا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میرا یہ مجموعۂ کلام، "جامِ طہور" اکثر طرحی نظموں پر مشتمل ہے۔

کچھ مدت سے اب محترم ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب کالونی شفاخانہ سمن آباد کے ہاں ہر ماہ باقاعدہ طرحی مشاعرے ہونے لگے ہیں۔ (جن کی رُوداد ماہوار رسالہ محفل لاہور میں چھپ رہی ہے،) یہ کمترین ہر مشاعرہ میں طرحی نظم کہہ کر شریکِ مشاعرہ ہوتا رہا ہے۔

مجھے شعر گوئی کا شوق ضرور ہے مگر اس فن میں مہارتِ کاملہ کا دعوٰے ہرگز نہیں۔

؎ شعر گوئی پہ جو عاجز کی ہیں ششدر سن لیں
نہ وُہ عالم ہے نہ فاضل، نہ وُہ شاعر، نہ ادیب!

میں نے شاعری ذاتی کوشش و اہتمام سے یا شاگرد و استاد کے نیازمندانہ مراسم کی صورت میں نہیں سیکھی، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وہبی شے ہے جو کہ میری کوشش کے بغیر مجھے عطا ہوئی ہے۔ میرے نزدیک قرآن و حدیث کے مقابلہ میں شاعری قابلِ فخر چیز نہیں، مجھے یہ شوق نہیں کہ میں دُنیا میں ایک شاعر کی حیثیت سے معروف ہو جاؤں، اس دُنیائے فانی کی عارضی زندگی میں جو کچھ میں نے پایا، جو کچھ میں نے سمجھا، اس کا اظہار نثر کی بجائے نظم میں ہو گیا ہے، میرا اصل مقصد تبلیغِ دینِ حق ہے، وُہ بھی اس حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پر لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ :- تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ میں نے جس چیز کو خود حق سمجھا اور اپنے لیے پسند کیا وُہی اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

اے میرے پیارے آقا! تو نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ (سورۃ ق)

ترجمہ :- انسان جو کچھ بھی منہ سے بولتا ہے، فرشتہ اسی وقت اسے لکھ لیتا ہے اور قیامت میں حکم ہو گا، اِقْرَاْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا

ترجمہ :- اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے، اور آج اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کر لے۔

اے میرے کریم آقا! تیری ان آیات کے پیشِ نظر میں تجھ سے ڈرتے

ہوئے تیری مقدس بارگاہ میں نہایت عاجزی سے التجا کرتا ہوں کہ میرے اس مجموعۂ اشعار میں تیری منشا کے خلاف اگر میرے منہ یا قلم سے کچھ نکل گیا ہو تو اپنی رحمتِ واسعہ سے مجھے معاف فرما۔

ے بشر خطا سے مبرّا ہو، یہ نہیں ممکن
بشر خطا کے لیے ہے خطا بشر کے لیے
تو التفات نہ کر میری لغزشوں کی طرف
ہمیشہ لغزشیں ہوتی ہیں درگزر کے لیے

اور اس مجموعۂ اشعار کو تو اپنی مخلوق کے لیے ذریعۂ ہدایت اور تہذیبِ اخلاق اور تعمیرِ سیرت کا سبب بنا دے۔ میرا یہ حقیر عمل خالص تیری رضا کے لیے ہو اور ریا، و نمود و شہرت ایسی خطرناک روحانی امراض سے میری حفاظت فرما۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكِذْبِ وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِ الصُّدُوْرُ

ترجمہ:۔ اے اللہ میں نفاق سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اپنے عمل میں ریا، سے اور اپنی زباں کے لیے جھوٹ سے اور اپنی آنکھ کے لیے خیانت سے تیری حفاظت چاہتا ہوں۔ بلاشک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید سے پوری طرح واقف ہے۔

عبدالرحمٰن عاجزؔ ۴ اگست ۱۹۷۰ء

کچھ اپنے متعلق

میرا کچھ بچپن اپنے وطن مالیر کوٹلہ میں اور کچھ سنگرور ریاست جیند میں گزرا میں نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالیر کوٹلہ میں حاصل کی ہے۔

قرآن مجید اپنے والد ماجد حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے، والد مرحوم قرآن کریم کے عالم بھی تھے اور حافظ بھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ یعنی میری دادی صاحبہ بھی قرآن مجید کی حافظہ تھیں، اور بہترین قرآن پڑھتی تھیں، والد ماجد کے قرآن پڑھنے کا لہجہ نہایت پُرسوز تھا۔ سامعین پر وجد طاری ہو جاتا تھا، دورانِ تلاوتِ قرآنِ پاک خود بھی اشکبار ہو جاتے اور سامعین بھی۔ آپ ایّامِ جوانی میں ایک عرصہ تک ہر سال رمضان میں رنگون جاکر قرآن سنایا کرتے تھے۔

اردو کی دوسری جماعت کی کتاب میں ایک تصویر تھی، جس میں ایک کھیت لہلہا رہا ہے۔ درختوں کے جھنڈ میں ایک کنواں ہے، رہٹ چل رہا ہے، بَیل جتے ہُوئے ہیں، کنویں سے پانی نکل رہا ہے جو کہ کھیت کو سیراب کر رہا ہے۔ یہ کتنا پیارا، کتنا دلکش منظر تھا، میں اسے آج پچاس برس کے بعد بھی نہیں

بھولا۔ مجھے لڑکپن ہی سے سبزہ زاروں، پھولوں، کلیوں، آبشاروں، کوہساروں اور خوبصورت پرندوں سے پیار ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صحراؤں، قبرستانوں سے انس ہے۔

میں ایّامِ طفولیّت میں باغوں میں چلا جاتا اور وہاں خوبصورت پرندوں کو چہچہاتے دیکھتا پانی کے فوارے، رنگ برنگ کے پھُول اور ان کی مہک کو دیکھتا تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی، گھنٹوں وہاں بیٹھا رہتا، یہ مناظر دیکھتے دیکھتے خالقِ کائنات کی صنعت گری کا سکہ میرے دل پر از خود بیٹھ گیا۔

ہے ہر اک شے آئینہ دارِ جمالِ رُوئے دوست،
دشت کی ویرانیاں ہوں یا چمن کا بانکپن ! (عاجزؔ)

کسی عزیز یا دوست کی وفات کا میرے دل پر بڑا گہرا اثر ہوتا۔ بچپن ہی سے قبرستان جانے کی مجھے عادت ہے۔ قبرستان پہنچ کر پہروں وہاں بیٹھا رہتا اور بے ثباتیِ دنیا کے تصوّر سے زار زار روتا رہتا، نماز و تلاوتِ قرآنِ پاک سے فارغ ہو کر بالالتزام اب تک قبرستان کی سیر کا سلسلہ بدستور جاری ہے، اس میں کبھی کبھار ناغہ ہوتا ہے تو بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ دنیاوی کاروبار میں مشغولیّت سے پہلے میں روزانہ اپنی پہلی منزل (قبر) کا نقشہ دیکھ آتا ہوں۔

اس عمل سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے، اصلاحِ قلب کے لیے یہ نسخۂ بے خطا ہے، جیسا کہ حکیم الحکماء ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ ۔ (مسلم) تم قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً ۔ (مسند احمد)

ترجمہ:۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے، (فرمایا حضورؐ نے) میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ قبروں کی زیارت عبرت کا سبب ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میں نے تمہیں (ابتداء میں) قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا، تم اب قبروں کی زیارت کیا کرو، قبروں کی زیارت دنیا میں زہد و قناعت پیدا کرتی ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ ۔ (ترمذی)

حضرت ابنِ بریدہ رضؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وُہ کہتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو، ان کی زیارت آخرت یاد دلاتی ہے۔

ابتداءِ اسلام میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مسلمانوں کو قبروں کی زیارت سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اُن کے دلوں میں جاہلیت کی بُت پرستی و قبر پرستی کا خدشہ تھا، جب توحید اُن میں رچ گئی اور اطمینان ہو گیا تو آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم فرمایا، اور تاکیداً اس کی ترغیب دِلائی۔

سنگرُور

میں نے اپنے بچپن کا کچھ حصّہ اپنے بہنوئی محمّد یامین مرحوم کے ساتھ سنگرور میں گزارا، ان کی تمباکو کی دوکان تھی، مجھے تمباکو سگریٹ سے سخت نفرت تھی، میں بچہ تھا وہاں سے بھاگنا مشکل اور والدین کی اطاعت ضروری سمجھتا تھا، وہاں کئی سال رہا اور تمباکو بالکراہت خود تیار کرتا تھا، مگر کبھی پیا نہیں، اور الحمدللہ آج تک نہ سگریٹ نہ حقہ استعمال کیا ہے۔ انھیں دنوں ایک دوست بہلا پھسلا کر اور یہ سمجھا کر کہ وہاں کوئی ناجائز چیز نہیں ہوتی، مجھے سینما لے گئے، میں وہاں پہنچتے ہی بھاگ آیا، اور الحمدللہ

آج تک سینما نہیں دیکھا۔

سنگرور جن دنوں میں اپنے بہنوئی کی دوکان پر کام کرتا تھا، عشاء کی نماز کے کافی دیر بعد وہاں ایک سفید ریش بزرگ آنکھوں سے نابینے آیا کرتے، ان کے ہاتھ میں ایک بھاری عصا ہوتا، ہماری دوکان اس وقت بند ہوتی اور وُہ وہاں سی حرفی ہدایت اللہ سنایا کرتے، ان کا لہجہ بڑا پرسوز، درد انگیز تھا، کافی مجمع ہو جاتا، بلکہ شائقین اس مردِ بزرگ کے آنے سے پیشتر ہی وہاں جمع ہو جاتے، سی حرفی ہدایت اللہ کے پنجابی اشعار بڑے رقت انگیز تھے، ان میں دُنیا کی مذمت اور آخرت کی ترغیب ہے اور مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات کی طرف اشارات ہیں۔

وُہ مردِ بزرگ "ہدایت اللہ" کے یہ اشعار بڑے ہی پرسوز ترنم سے پڑھتے مجھ پر وَجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، اور لوگ بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے، میرے دل پر جو اس وقت واردات طاری ہوتیں، بیان سے باہر ہیں۔ چھیالیس (۴۶) سنتالیس (۴۷) سال پیشتر اس مردِ بزرگ سے بار بار سن کر سی حرفی ہدایت اللہ مجھے اب تک مکمل یاد ہے، اور اس کا اثر دل پر باقی ہے۔

حرمین شریفین، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ زاداللہ شرفہما کی زیارت کا شوق بچپن ہی میں میرے دل میں موجزن تھا، اور یہ شوق اس قدر غالب ہوا کہ ایک

مرتبہ سنگرور سے میں پیدل ہی چل کھڑا ہُوا، کئی میل کے فاصلہ سے میرے بہنوئی اور دوسرے چند احباب میری کم سنی کا پاس کرتے ہوئے راہ کے خطرات کی طرف توجہ دلا کر مجھے منت سماجت سے واپس لائے۔ جوانی میں قدم رکھتے ہی میں سنگرور سے واپس اپنے وطن مالیر کوٹلہ آگیا، اور وہیں میری شادی ہو گئی، جس کے بعد میں نے رحمانیہ دواخانہ قائم کیا، جہاں یُونانی ادویات، مفردات و مرکبات کی صورت میں فروخت ہوتی تھیں، ہمارا یہ دواخانہ برسوں بڑی کامیابی سے چلتا رہا، تقسیمِ ملک کے وقت یہ کام اسی طرح چلتا ہوا ہم اپنے ایک شاگرد کو سونپ آئے، الحمد للہ کہ ہمارا یہ دواخانہ بنام "رحمانیہ دواخانہ" اب تک وہاں قائم ہے۔

حج کے لیئے رَوانگی

تقسیمِ ہند سے تین سال قبل میں مع اہل و عیال امرتسر آگیا، وہاں میں نے کچھ عرصہ گھی اور پھر کپڑے کی دوکان کھول لی تھی، اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے سعادتِ حج سے سرفراز فرمایا تھا، اور بچپن کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ چنانچہ ہمارا انتیس (۲۹) افراد کا قافلہ امرتسر سے روانہ ہوا اور یہ عاجز امیرِ قافلہ تھا۔

حرمین شریفین میں شاہ عبدالعزیز کی حکومت کا یہ ابتدائی دور تھا اور حکومت کی مالی حالت اچھی نہ تھی، ہر حاجی پر ان دنوں تقریبًا تین سو ریال (۳۰۰)

ٹیکس تھا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا کرایہ بذریعہ موٹر چھ (۶۰۰) سو ریال اور بذریعہ اونٹ ساڑھے تین (۳۵۰) سو ریال تھا۔ اور پھر موٹریں بھی پُرانی طرز کی۔ جیسے کہ جانوروں کے ڈربے ہوتے ہیں۔ موٹروں کی چھتیں سواریوں کے سروں سے کچھ اوپر ذرا ہچکولہ لگنے سے سر چھت سے ٹکراتا تھا اور زخمی ہو جاتا تھا، ادھر جدہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سڑک بھی اچھی نہیں تھی، کچھ پکی تھی اور کچھ کچی۔ غرض کہ چھ (۶۰۰) سو ریال موٹر کا کرایہ ادا کرنے کے باوصف سفر سخت تکلیف دِہ تھا اور اونٹ کا سفر اس سے بھی زیادہ کٹھن تھا، اور دیر میں طے ہوتا تھا، اُن دنوں اونٹ پر سفر میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آنے جانے میں اٹھائیس (۲۸)، تیس (۳۰) دن صرف ہوتے تھے۔

مدینہ منوّرہ

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہم دو افراد پیدل چل پڑے اس لیے نہیں کہ موٹر یا اونٹ کا کرایہ پاس نہیں تھا، بلکہ دیارِ حبیب ﷺ کے صحراؤں کے مناظر پا پیادہ دیکھنے کا شوق تھا، جن راہوں سے میرے محبوب ﷺ، پوری کائنات کے محبوب، بلکہ خالق کائنات کے محبوب رحمۃ للعالمین ﷺ، فخر الانبیاء والمرسلین، سید الاوّلین والآخرین گزرے ہیں، اُن راہوں سے پا پیادہ چلنے کی تمنا تھی۔

گزراہوں میں چلتے ہوئے صحراؤں سے پیدل آساں نظر آئی رہِ دُشوارِ مدینہ!

وُہ شوق کا عالم تھا کہ تھا جوشِ عقیدت پلکوں سے چنے میں نے خس و خارِ مدینہ

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پانچ سو (۵۰۰) کیلومیٹر یعنی تین سو پچیس (۳۲۵) میل کا فاصلہ ہم نے چودہ روز میں طے کیا۔

وُہ کتنا حسین، کتنا دلآویز سماں تھا جس دم نظر آنے لگے آثارِ مدینہ
دل ڈوب گیا کیف میں بہنے لگے آنسو جب سامنے آئے درو دیوارِ مدینہ

دیارِ حبیب مدینہ منورہ اور اس کی مقدس راہ میں کیا دیکھا اور اس وقت دل کی کیا کیفیت تھی۔

زباں پہ آ نہیں سکتا وہاں جو دیکھا ہے
تُو اُس فضائے حسیں کے مشاہدات نہ پُوچھ

مدینہ کیا ہے زمیں پر ریاضِ جنت ہے وُہ خوش نصیب ہے جس کا ہے گھر مدینے میں
قدم قدم پہ چمکتے ہیں خاک کے ذرے قدم قدم پہ ہیں لعل و گہُر مدینے میں
ہر اک نظارے پہ قربان کیوں نہ ہوں نظریں ہر اک نظارہ ہے جانِ نظر مدینے میں
اَے کاش لوٹ کے آجائیں پھر وُہ شام و سحر بسر ہوئے تھے جو شام و سحر، مدینے میں!

المستورہ

مدینہ منورہ سے چودہ روز ہی میں مکہ مکرمہ واپس لوٹے، اس مقدس سفر کے بے شمار عجیب و غریب واقعات ہیں، لیکن دو تین واقعات میری یادوں کا بہترین سرمایہ ہیں۔ گرمی کے باعث

ہم رات کو سفر کرتے اور دن کو کوئی نہ کوئی منزل آجاتی، وہاں بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی آبادی ہوتی، چند قہوہ خانے ہوتے، وہاں کھاتے پیتے، اور آرام و استراحت کرتے، ایک رات ہم پیدل چل رہے تھے، کہ آدھی رات کے قریب چند بدّو (دیہاتی) ہمارے پاس سے گزرے، اُن کے ساتھ اونٹوں پر سامان لدا ہُوا تھا، اور دو تین اونٹ خالی بیٹھے تھے، ہم اس رات بہت تھکے ہُوتے تھے، اگلی منزل مستورہ کے لیے کرایہ طے کر کے ہم دونوں ایک ہی اونٹ پر (جو کہ ننگی پیٹھ تھا) سوار ہو گئے، تھوڑی دُور چلے تھے کہ ہم دونوں پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور اونٹ پر بیٹھے ہُوئے اونگھنے لگے، اس حالت میں اونٹ سے گرنے کا خطرہ تھا، اتنے میں سامنے دُور روشنی دکھائی دینے لگی، ہم نے اونٹ والے سے کہا کہ ہمیں اُونٹ سے اُتار دو، ہمیں نیند آرہی ہے کہیں ہم اونٹ سے گر نہ جائیں۔ اب منزل بھی قریب ہے، سامنے اس کی روشنی دکھائی دے رہی ہے، ہم وہاں پیدل ہی چل کر پہنچ جائیں گے، اُونٹ والے نے ہمیں بہت سمجھایا کہ یہ منزل ابھی بہت دُور ہے، تم صبح سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتے، لہٰذا اونٹ پر ہی سوار رہو، ہم نے یہ خیال کیا کہ یہ شخص اونٹ کا کرایہ وصول کرنے کی غرض سے ایسا کہہ رہا ہے، چنانچہ ہم نے اُس کی بات نہ مانی اور زبردستی اونٹ سے اتر گئے، اور پیدل چل دیے۔ ہم

حتی الامکان تیز چلے، مگر وُہ روشنی جوں کی توں دکھائی دیتی رہی، اور منزل تھی، کہ نظر نہ آتی تھی، ہم پہلے ہی تھکے ہوئے تھے، تیز چلنے سے اور نڈھال ہوگئے ہم اسی طرح چلتے رہے، حتیٰ کہ صبحِ صادق ہوگئی۔

خدا خدا کرکے ہم نمازِ فجر کے بعد منزل پر پہنچے، اس بدّو کی بات نہ ماننے اور اپنی جلدبازی پر بڑے شرمندہ ہوئے، یہ بستی سمندر کے کنارے واقع ہے، اس کا نام المستورہ ہے۔ وہاں اکثر تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں، وہاں مچھلی بڑی سستی ہے، دن میں ہمارا قافلہ بھی اتفاقاً وہاں آپہنچا اور ہم نے وُہ دن خوب ہنسی خوشی گزارا اور وہاں خوب پیٹ بھر کر مچھلی کھائی۔ پاکستان بننے کے بعد جب میَں نے نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی میں کپڑے کی آڑھت کا کام شروع کیا تو وہاں اس واقعہ کی یادگار میں اس بستی کے نام پر اپنا مختصر پتہ (تار کے لیے) المستورہ رکھا۔

بیئرِ حسّان

اسی مقدس سفر میں بیئرِ حسّان ایک منزل آتی ہے (بیئر عربی میں کنویں کو کہتے ہیں۔) ہم وہاں پہنچے تو وہاں ایک قافلۂ حجاج پہلے سے اترا ہوُا تھا، ہم نے دیکھا کہ وہاں کے بعض بدّو اس قدر غریب ہیں کہ ان کے بدن کے کپڑے پھٹے ہوتے ہیں اور بھوک سے چہرے کملاتے ہوتے ہیں۔ ہم نے ایک بدّو سے تجربۃً کہا کہ ہماری جیب میں

جس قدر رقم ہے تم اپنے ہاتھ سے نکال لو۔ وہ کہنے لگا۔ لَا اَنَا مَا اَقْدِرُ هٰذَا اَخَافُ مِنَ الْحُكُوْمَةِ۔ "نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا، حکومت سے ڈرتا ہوں"۔

اِعْطِنِیْ بِیَدِكَ وَ مَا تُرِیْدُ۔ آپ جو دینا چاہتے ہیں خود اپنے ہاتھ سے دے دیں۔ ہم یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ وُہی چور، ڈاکو، اور سفّاک بدّو تھے، جو حجاج کے قافلوں کے قافلے لُوٹ لیا کرتے، اور اکثر کو جان سے بھی مار دیا کرتے تھے۔

لیکن اب یہ حال کہ باوجود اس قدر افلاس کے جیب میں رقم دکھانے پر اور یہ اختیار دینے پر کہ سب رقم نکال لو مگر جرأت نہیں پڑتی، میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ ایسی وحشی سفّاک قوم میں اس درجہ حیرت انگیز تغیر کس طرح پیدا ہو گیا؟ اور ایک دم کیونکر پیدا ہو گیا؟ دل نے جواب دیا، یہ سب اسلامی قوانین کے اجراء کی برکت ہے جو کہ حکومتِ سعودی نے نافذ کر دیئے تھے۔ جب تک مخلوق پر اس کے خالق کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا، یہ قتل، چوری، ڈاکے، زنا، رشوت، فریب وغیرہ بھی ختم نہ ہوں گے۔ مجرمین پر شرعی حدود کا نفاذ عوام کی حفاظت کی ضمانت ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:۔ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (البقرہ)

ترجمہ:۔ اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

دیارِ حبیبؐ کے اس مبارک سفر میں ہمیں کوئی خطرہ درپیش نہیں آیا۔ اور نہ ہی بھوک پیاس کی تکلیف محسوس ہوئی۔

ہم حج سے فارغ ہو کر بخیریت امرتسر واپس پہنچ گئے، زبان پر یہ شعر تھا

چاک سینہ، چاک دل اور چاک دامانی کے ساتھ
ہم ترے کوچے سے گزرے کس پریشانی کے ساتھ

سن انیس سو سنتالیس ۱۹۴۷ء کے فسادات

میں ۱۹۴۷ء کے زمانہ میں امرتسر ہی میں تھا، ہمارے محلے گھی منڈی پر سکھوں کے حملے سے چند گھنٹے پہلے میں وہاں سے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر اسٹیشن پر پہنچ گیا، حسنِ اتفاق کہیے کہ اس وقت سو (۱۰۰) روپے جیب میں تھے۔ گاڑی تیار تھی، سوار ہو کر اپنے وطن مالیر کوٹلہ پہنچ گیا، میرے وہاں سے نکل آنے کے بعد وہ محلہ جلا دیا گیا، مکانات لوٹ لیے گئے، اور اور ہمارے کتنے ہی پڑوسی اپنے مکانوں میں بے قصور زندہ جلا دیے گئے، فساد کا تمام زمانہ مالیر کوٹلہ میں گزارا، میرا سابقہ وطن مالیر کوٹلہ ایک بہت چھوٹی سی اسلامی ریاست ہے، اس وقت کے والیٔ ریاست نواب احمد علی خاں تھے جو کہ زمانہ فساد میں وفات پا گئے، اس ریاست کے صرف تین اسٹیشن ہیں اور ہر ایک کا درمیانی فاصلہ تقریباً دس بارہ میل ہے۔ مالیر کوٹلہ

چاروں طرف سے نابھ، پٹیالہ، سنگرور، کپور تھلہ وغیرہ سکھ ریاستوں سے گھرا ہوا ہے، ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانہ میں اردگرد سکھ ریاستوں سے بچے کھچے زندہ یا زخمی حالت میں مسلمان بھاگ دوڑ کر مالیر کوٹلہ کی حدود میں جو داخل ہو جاتے تھے وُہ بچ جاتے تھے، فسادیوں کی حدودِ مالیر کوٹلہ میں داخل ہونے کی ہمت نہ ہوئی، حالانکہ اردگرد کئی سکھ ریاستوں کے بالمقابل مالیر کوٹلہ کی کوئی حیثیت نہیں، مگر یہ اللہ کا کرم تھا اور معجزہ تھا کہ وہاں مہاجرین تقریباً ڈیڑھ دو لاکھ جمع ہو گئے، اور وُہ سب ان سفّاک، ہندو، سکھ ظالموں اور قاتلوں کے دستِ ستم سے محفوظ رہے۔

پاکستان کے لیے میرا سفر

فسادات کی آگ جب فرو ہوئی، تو مالیر کوٹلہ سے سپیشل ٹرینوں کے ذریعہ مہاجرین پاکستان پہنچنا شروع ہو گئے، چنانچہ ایک ٹرین میں میں بھی بال بچوں کو لے کر سوار ہو گیا، لدھیانہ، فیروز پور کے راستہ گنڈا سنگھ سٹیشن کے قریب ہماری گاڑی رُک گئی، یہاں سے ہم نے بذریعہ ٹرک پاکستان کی حدود میں داخل ہونا تھا، ہم گاڑی سے نیچے اترے تو دیکھا سامنے کتنی مسلمانوں کی لاشیں بکھری پڑی ہوئی ہیں اور ان کے اردگرد ان کا ٹوٹا پھوٹا سامان بھی بکھرا پڑا ہے ابھی ہم یہ رُوح فرسا منظر دیکھ ہی رہے تھے، کہ سامنے اونچی جگہ پر بے شمار سکھ

بندوقوں، بھالوں، برچھیوں سے مسلح نظر آئے، اور وُہ لوگ ہم پر حملہ
کرنے والے تھے، ادھر ہماری گاڑی کے ساتھ ایک چھت کے بغیر ڈبہ میں
کچھ بلوچ، فوجی نوجوان تھے، جن کے پاس ضروری اسلحہ موجود تھا، انھوں نے
ہم سے کہا کہ تم سب گاڑی کے اندر چلے جاؤ، ہم اُن سے مقابلہ کریں گے۔
پہلے ہم مریں گے پھر بعد میں یہ لوگ تم تک پہنچیں گے، چنانچہ ہم سب گاڑی
میں بیٹھ گئے اور کھڑکیاں بند کر لیں، تھوڑی دیر کے بعد ہی مزید پاکستانی
فوجی وہاں آ پہنچے۔ ایسا معلوم ہوا کہ ان فوجی نوجوانوں نے وائرلیس کے ذریعے
پاکستان کے فوجی حکام کو اس صورتِ حال سے بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔ جس پر
یہ کمک آ گئی، ہم لوگ بحفاظت پاکستان میں داخل ہو گئے، کئی روز قصور
کیمپ میں رہے، اس کے بعد لاہور آ گئے، ان دنوں لاہور میں بارش
ہو رہی تھی، میرا لڑکا بعمر تقریباً دس سال سخت بیمار ہو گیا، اور اسی حال میں
فوت ہو گیا، میری جیب خالی تھی، بازار میں چلتے ہوتے سرِ راہ ایک قریبی
رشتہ دار مل گیا، بمشکل اس سے اس قدر رقم قرض ملی کہ کراچی تک کا کرایہ
تھا، حالات اس درجہ افراتفری کے تھے کہ بچے کی وفات کا تین دن سوگ
بھی نہ کر پائے، اور جس روز اسے دفن کر کے آئے، اسی روز میں تلاشِ معاش
میں کراچی روانہ ہو گیا، کراچی میں میرے امرتسر کے چند احباب پہلے ہی جا

مقیم ہوئے تھے۔ چنانچہ میں بعد میں اُن کے پاس پہنچ گیا، اُن سے مشورہ کیا تو انھوں نے دبی زبان میں کہا، یہاں اہل وعیال لے آؤ، مل جل کر گزارہ کریں گے۔ چنانچہ میں دوبارہ لاہور آکر بچوں کو لے کر کراچی پہنچ گیا، عشاء کے وقت ہم بیوی بچے ایک خاص دوست کے مکان پر پہنچے، دروازہ پر دستک دے کر اجازت لی اور اندر داخل ہو گئے، سلام کر کے ہم ایک طرف بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ انھوں نے ہم سے سیدھے منہ بات تک نہیں کی، ان کے تیور بدلے ہوئے تھے، یہاں تک کہ رات کو سونے کے لیے کوئی معقول انتظام نہ کیا اور نہ ہی کھانے کو پوچھا، ہم نہایت شرمندگی کے ساتھ خود بخود ان کے پاؤں میں زمین پر سو رہے۔

اس آیت کے پیشِ نظر حوصلہ نہیں ٹوٹتا، وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ المائدۃ

(مومنوں پر لازم ہے وہ ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں، صبح اٹھ کر جائے قیام کی تلاش میں گلی کوچوں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ہندوؤں کی متروکہ بلڈنگ میں لوگ اپنا اپنا سامان لیے داخل ہو رہے تھے، چنانچہ ایک خالی کمرہ مجھے بھی اس میں مل گیا۔

کراچی پہنچنے پر ذریعہ معاش کا فکر مقدم تھا مگر رقم پاس تھی، ہم دونوں میاں بیوی رات کو تین بجے اٹھتے اور کچوریوں کا سامان تیار کرتے، ایک ریڑھی

کرایہ پر لی، میں دن بھر کھوپریاں بیچتا، یہ کام بھی موزوں نہ رہا، گرمی کا موسم آگیا، تو میں نے ریڑھی پر آئس کریم لگالی، اس کے لیے بھی پچھلی رات اٹھ کر تیاری کرتے، نیا نیا پاکستان بنا تھا، مہاجرین اکثر لٹے پٹے آئے تھے، ہر شخص فکرِ معاش میں مبتلا تھا، دوسروں کے حالات دیکھ کر اپنی حالت پر اللہ کا شکر ادا کرتے، آہستہ آہستہ ہمارے حالات سدھرتے گئے، ایک دن میں گودھن داس مارکیٹ کے باہر کھڑا تھا، باہر سے ایک تاجر آیا، اس نے کہا، مجھے کپڑا خریدنا ہے کوئی دلال بتائیں، میں نے کہا، آئیے میرے ساتھ!

میں اسے اپنے ہمراہ کئی دوکانوں پر لے گیا۔ اُس نے دو چار دوکانوں سے کافی کپڑا خریدا اور مجھے اچھی خاصی دلالی کی رقم مل گئی اور یہ کام ڈیڑھ دو گھنٹہ میں ہوگیا، مجھے یہ کام بہت پسند آیا، اور روز بروز ترقی پذیر ہوتا گیا، پھر میں نے رقم جمع کر کے نیو کلاتھ مارکیٹ میں ایک کمرہ حاصل کر لیا، اور وہاں رحمانیہ ٹریڈ ایجنسی کے نام سے کپڑے، سوت کی آڑھت کا کام شروع کر دیا۔ میرا کام بہت ترقی کر گیا، اور میں نے بہار کالونی میں ایک مکان بنالیا، لیکن میرا دل تو حرمین کی محبت سے سرشار تھا۔

براستہ بحرین، ریاض حج کے لیے دُوسرا سفر!

ہر وقت یہی تمنا رہتی
کہ حجازِ مقدس ہی میں مستقل

رہائش اختیار کرلی جائے، تین برس کراچی سکونت رہی، اس عرصہ میں براستہ بحرین، الخبر، ریاض، پھر دوسری دفعہ حج کے لیے چلا گیا، ان دنوں کراچی سے مکہ مکرمہ تک اس راستہ سے تقریباً ایک سو روپیہ ایک طرف کا کرایہ تھا، کراچی سے بحرین بذریعہ بحری جہاز تین دن کا سفر ہے۔ بحرین سے الخبر (بندرگاہِ حکومتِ سعودیہ) بذریعہ موٹر لانچ ایک گھنٹہ کا سفر ہے الخبر سے الریاض کے لیے ریل گاڑی بھی ہے، اور ٹیکسیاں بھی چلتی ہیں، الخبر سے الریاض تک میں نے ریل گاڑی میں سفر کیا، الریاض حکومتِ سعودی کا پایۂ تخت ہے اس میں پرانی وضع کے بڑے بڑے قلعہ نما مکانات ہیں اور اب جدید طرز کے مکانات بھی وہاں تعمیر ہو گئے ہیں، سڑکیں کشادہ ہیں، الرّیاض سے موٹر کے ذریعہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا، راستہ میں ہماری موٹر ظہر کے وقت الدّوادمی (جو کہ ایک درمیانی سی بستی ہے) پہنچی تو ہم نے دیکھا کہ بازار کھلا ہوا ہے، کسی دوکان پر نہ تو کوئی دوکاندار موجود ہے اور نہ کوئی مرد یا عورت بازار میں چل پھر رہے ہیں، البتہ ہمیں ایک جگہ چند چھوٹے بچے کھیلتے نظر آئے، میں نے حیرت سے ڈرائیور سے پوچھا! یہ کیا معاملہ ہے، دوکاندار کہاں گئے، دوکانیں کھلی پڑی ہیں اور کوئی آدمی نظر نہیں آرہا۔ پھر شہر میں عجیب سنّاٹا سا طاری ہے۔؟

ڈرائیور نے بتایا کہ نمازِ ظہر کا وقت ہے، سب لوگ نماز کے لیے مسجدوں

میں چلے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ڈرائیور نے بھی اپنی موٹر مسجد کے قریب کھڑی کردی، اور ہم سب لوگ ایک مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

وہاں سے ایک دوسری بستی میں پہنچے، تو وہاں کیا دیکھا کہ ایک بڑے کھلے مکان میں بہت سے آدمی دری پر بیٹھے ہوئے ہیں، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ اس بستی کے امیر کا مکان ہے، لوگ امیر کے پاس اپنی اپنی حاجات و شکایات لے کر آئے ہوئے ہیں کسی نے اشارے سے بتایا کہ وہ امیرِ بستی بھی ان لوگوں کے درمیان دری پر بیٹھے ہوتے ہیں، اور ان کی شکایات سن کر اپنا فیصلہ یا حکم صادر فرما رہے ہیں۔

سعودی حکومت کے یہ دونوں کارنامے دیکھ کر ہمیں بڑی مسرت ہوئی، نماز کے وقت بازار کھلے ہوتے ہیں اور سب لوگ نماز کے لیے مسجدوں میں گئے ہوتے ہیں۔ راعی اور رعایا ایک ہی جگہ، ایک ہی فرش پر بیٹھے ہوتے ہیں، حاکم و محکوم کا آپس میں گہرا رابطہ ہے، یہ دونوں کارنامے اس چودھویں صدی میں دُنیا بھر کے لیے ایک سبق ہے۔ اُن لوگوں کے لیے "تازیانہ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ آج قوانینِ اسلام پر عمل مشکل ہے، کیونکہ حالات پہلے اور تھے اور اب اور ہیں، حج سے فارغ ہو کر میں اُسی راستہ سے واپس کراچی پہنچ گیا۔

اور دل میں یہ عزم لے کر آیا کہ بال بچوں سمیت مستقل رہائش حجازِ مقدس میں کر لی جائے۔

حجازِ مقدّس میں مستقل رہائش کا پروگرام!

چنانچہ اسی پروگرام کے تحت تین سال کراچی میں قیام کے بعد اپنا کاروبار سمیٹ کر اور مکان وغیرہ بیچ کر پھر تیسری مرتبہ اہل وعیال کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر عطر فروشی کا کام شروع کر دیا، اور حرم شریف میں مختلف اساتذہ سے تحصیلِ علمِ دین کرنے لگ گیا، بچوں کو سرکاری مدرسوں میں داخل کر دیا، میں نے مسلم شریف اور حدیث کی آخری کتاب بخاری شریف مولانا عبدالاحد تبتی سے مکہ مکرمہ میں پڑھی۔

میرے اَساتذۂ کرام

میرے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالغفار حسن صاحب، حال پروفیسر مدینہ یونیورسٹی، علامہ حافظ عبداللہ روپڑی رح، مولانا عبدالاحد تبتی مہاجر مکہ مکرمہ، مولانا محمد یوسف السلفی مدرس مدرسہ دارالحدیث مدینہ منورہ، مولانا محمد علی لکھوی رح، مہاجر مدینہ منوّرہ، مولانا عبدالحق الہاشمی رح مہاجر و مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

مکّہ مکرّمہ میں کچھ عرصہ میری دوکان محلّہ جیاد میں رہی، جہاں گھڑیاں،

مصلّے، کمبل وغیرہ بیچنے کا کاروبار تھا، اور پھر آخر میں حرم شریف کے دروازہ پر "باب الزیادہ" کے باہر محلہ شامیہ میں دوکان کرایہ پر لے لی۔ جس میں کہ صرف گھڑی فروشی کا کاروبار تھا۔ حرم شریف سے اتنی قریب کہ دروازہ سے نکلتے ہوئے داہنی طرف میری تیسری دوکان تھی، دوکان پر بیٹھے ہوئے باب الزیادۃ سے حرم شریف کا اندرونی دروازہ نظر کے سامنے رہتا تھا اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے لوگ دکھائی دیتے رہتے۔ مجھے اللہ کے گھر کا کس قدر کس قدر قرب میسر تھا، اہلِ ہندوپاکستان یہ دیکھ کر رشک کرتے تھے اور میں اپنی قسمت پر نازاں تھا۔

گھومتا رہتا ہے وہ منظر نظر کے سامنے
مجھ سے بے گھر کا بھی گھر تھا تیرے گھر کے سامنے

اب یہ جگہ توسیعِ حرم میں داخل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حرمین شریفین میں مجھے مع اہل وعیال بارہ سال قیام کا شرف عنایت فرمایا۔ حج کے بعد عموماً ہر سال چار پانچ ماہ کے لیے میں مع اہل وعیال مدینہ طیبہ چلا جاتا اور تین چار ماہ کے لیے طائف۔ میرے پاس عطر کی ہلکی سی نہایت خوبصورت صندوچی ہوتی، عصر کی نماز کے بعد میں وہ صندوقچی اٹھا کر مدینہ منوّرہ اور طائف کے امراء و وزراء علماء و شیوخ کے مکانوں پر چلا جاتا، ان کے ہاتھ عطر بیچتا۔

اسطرح تفریح بھی ہوجاتی اور اچھے اچھے لوگوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا اور پھر بغیر مشقت کے اللہ تعالیٰ معقول روزی بھی عطا فرماتا۔ باقی دِن بھر پڑھنے پڑھانے میں گزرتا۔

شیخ عبّاس فلسطینی مبلغ دین!

مدینہ منورہ میں ایک شخص عباس نامی خوبصورت نوجوان تھے، جوکہ موٹروں کی مرمت کا کام کرتے تھے، وُہ بڑے ہی دیندار، خوش مزاج مہمان نواز تھے، اور جذبۂ تبلیغ سے سرشار تھے، ہر تین چار روز کے بعد وُہ اس عاجز سمیت چار پانچ آدمیوں کو بعد العصر اپنی جیپ میں بٹھاتے مدینہ طیبہ کے اردگرد کسی بستی میں چلے جاتے، وہاں نمازِ مغرب کے بعد نہایت مؤثر تقریر کرتے، اور پھر عشا کی نماز سے قبل لوٹ آتے، عشا کی نماز مسجدِ نبوی میں ہم لوگ ادا کرتے، اس کے بعد وُہ ہمیں اپنے مکان پر لے جاتے، وہاں ان کی اہلیہ نے عموماً نہایت لذیذ پلاؤ پکایا ہوتا، جو ایک ہی بڑے تھال میں ڈال کر ہم سب کے آگے رکھ دیا جاتا، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے گلاب کی طرح خوبصورت بچے) بھی ہمارے ساتھ اسی پلاؤ کے تھال کے گرد بیٹھ جاتے اس طرح سب مِل کر کھانا کھاتے، کھانا کھلا کر وُہ ہم سب کو اپنی جیپ میں بٹھا کر ہمارے گھروں تک پہنچا آتے، کتنا خوبرو، کتنا نیک اور کتنا مخلص انسان

تھا وہ۔! پاکستان آنے کے بعد میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وُہ میدانِ تبلیغ میں اس قدر آگے نکل گیا کہ اپنا ذاتی خوبصورت مکان بیچ کر اُس کی رقم اس نے تبلیغی سلسلہ میں لگادی، اور خود خیمہ میں رہنے لگ گیا ہے، اب کچھ عرصہ سے سُن رہا ہوں کہ وہاں اس مردِ صالح کی دکان بھی نہیں، نہ معلوم وُہ نوجوان کہاں چلا گیا۔ اللہ اُسکے اعمالِ حسنہ کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں سربلند اور سرخرو فرمائے، اور اس کی تبلیغی و اصلاحی مساعی کو بارآور فرمائے۔ آمین!

شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ ناصرالدین البانی، شیخ محمد الشنقیطی، شیخ علی سوڈانی

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز (جو نابینا ہونے کے باوجود دانا و بینا انسان ہیں) سے بارہا ملاقات ہوتی رہتی تھی اور اور مجھ سے اکثر عطر خریدتے تھے، کئی مرتبہ انھوں نے مجھے کھانے پر مدعو کیا، ان دنوں دمشق کے مشہور فنِ حدیث کے ماہر اور فنِ حدیث پر کئی کتابوں کے مصنف علامہ شیخ ناصرالدین البانی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھاتے تھے۔

ان کے اوقاتِ تعلیم میں کئی دفعہ مَیں بھی طلباء کے سلسلے میں بیٹھ جاتا اور ان کی تعلیم سے مستفید ہوتا۔ مسجدِ نبویؐ میں وُہ تشریف لاتے تو مقامی اور بیرونی علماء و طلباء اور عوام انھیں گھیر لیتے، ان کی زیارت اور اُن سے ہمکلام ہونے میں فخر سمجھتے، وُہ صورت و سیرت ہر لحاظ سے ایک ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک ہیں، اس وقت تک بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں، اور آج کل سنا ہے دمشق میں مقیم ہیں۔

علومِ قرآن کے بہت بڑے ماہر شیخ محمد الشنقیطی بھی اُن دنوں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھاتے تھے، یہ سیاہ رنگ کے افریقی باشندے تھے لیکن بڑے

متواضع اور نہایت درجہ کے خلیق تھے، انھوں نے اس وقت تک قرآنِ کریم
کی تفسیر قرآنِ عظیم ہی کی آیات کے ساتھ اضواء البیان کے عنوان سے دو جلدیں
تالیف فرمائی تھیں جو کہ وُہ دونوں جلدیں اُنھوں نے اپنے دستِ مبارک سے تحفۃً
مجھے عنایت فرمائیں، بعد میں پھر تیسری جلد بھی چھپ گئی، میرے وہاں سے چلے
آنے کے بعد آپ بھی اس دُنیائے فانی سے اُٹھ گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ و یغفر لہ خطایاہ

سوڈان کے رہنے والے شیخ علی جو کہ مدّت سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں،
سرکاری ملازم ہیں، متمول خوش پوش و خوش لباس انسان ہیں، مزاج کے نہایت
متواضع و دیندار آدمی ہیں، ہم مدینہ منورہ میں ہوتے تو وُہ بھی اکثر انہیں دنوں
اپنے بچوں سمیت مدینہ منوّرہ پہنچ جاتے۔ کئی دفعہ شام کے وقت وُہ میرے
بچوں کو اپنے بچوں کے ساتھ اپنی کار میں بٹھا کر مدینہ منورہ سے باہر دس دس
پندرہ پندرہ میل دُور باغات میں پہاڑیوں اور آبشاروں پر لے جاتے،
ہم وہاں خوب سیر و سیاحت کرتے، کھاتے، پیتے، کبھی مغرب سے پہلے
کبھی مغرب کے بعد واپس شہر پہنچ جاتے۔

بیرِ عثمان

بیرِ عثمان رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے پانی کی قلت
کے وقت خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا) مدینہ منورہ
سے کوئی تین چار میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں پر حکومتِ سعودیہ نے بہترین

قسم کی ولایتی گائیں پال رکھی ہیں اور تالابوں میں رنگ برنگی بطخیں اور بعض دوسرے جانور بھی ہیں، عوام کے لیے یہ تاریخی مقام ایک اچھی سیر گاہ ہے، شام کے وقت اکثر اہلِ مدینہ اپنی کاروں میں بال بچوں کو لے کر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور ایک میلہ سا لگ جاتا ہے، میں بھی اپنے اہل وعیال کو لے کر اکثر وہاں چلا جایا کرتا تھا۔

مسجدِ قبلتین

بیئر عثمان سے واپس لوٹتے ہوئے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر اور مدینۂ منوّرہ سے بیئر عثمان جاتے ہوئے بائیں طرف تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مشہور مسجدِ قبلتین آتی ہے، اس مسجد کے ساتھ اچھی خاصی بستی ہے ــ مکہ مکرمہ میں تقریباً تیرہ (۱۳) سال اور مدینہ منوّرہ میں ہجرت کے بعد چودہ (۱۴) ماہ تک بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نمازیں پڑھی گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر ماہ رجب سنہ ۲ھ میں مسجدِ قبلتین میں دورانِ نماز مسجدِ اقصیٰ یعنی قبلۂ اوّل کی بجائے (جو کہ مدینہ منوّرہ سے شمال کی طرف ہے) بیت اللہ کی طرف (جو کہ مدینہ طیبہ سے جنوب کی طرف ہے) بذریعہ وحی نماز پڑھنے کا یہ حکم آگیا۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ (البقرہ)
(اپنے رُخ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیں۔)

یہ حکم ملتے ہی آپ ؐ نے نماز ہی کی حالت میں اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف

پھیر لیا، اور آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے صحابۂ کرام نے بھی۔ چنانچہ اب تک وہاں دو محرابیں بنی ہوئی ہیں، ایک بیت المقدس کی طرف اور ایک بیت اللہ کی طرف۔ (یعنی ایک شمال کی طرف اور دوسری جنوب کی طرف)

میں ایک دفعہ بال بچوں سمیت اس مسجد میں تھا کہ شاہِ ایران وہاں پہنچے، اس وقت مسجد میں جو اصحاب موجود تھے، کسی کو باہر نہیں نکالا گیا، ہم نے بھی دو دو رکعت نماز وہاں ادا کی اور ہمارے بالکل قریب ہی شاہِ ایران نے بھی۔ اللہ اکبر! نماز اسلامی اخوت و مساوات کا کتنا عظیم مظہر اور وسیلہ ہے۔

جبلِ اُحد

جبلِ احد مدینہ منوّرہ سے شمال مشرق کی طرف تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ پیدل ایک گھنٹہ کا سفر ہے۔ اُحد پہاڑ کے بارے میں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ (بخاری) (اُحد ایک ایسا پہاڑ ہے جو کہ ہم سے محبّت رکھتا ہے، ہم اُس سے محبّت کرتے ہیں۔

عام حجاج اُحد پہاڑ کے سامنے حصّہ کی ہی زیارت کرتے ہیں، جنگِ اُحد اُسی طرف ہوئی تھی اور اسی طرح دامنِ کوہ میں بائیں طرف شہداء اُحد کی قبور ہیں، آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرقد بھی بائیں طرف دامنِ کوہ میں اسی مقام پر ہے، ۳ھ ہجری میں کفار کے ساتھ آنحضورؐ نے

یہاں جنگ لڑی تھی، جو کہ غزوۂ اُحد کے نام سے مشہور ہے، اس جنگ میں جاں نثارانِ رسول ص کی اجتہادی غلطی سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔ اور رحمۃ للعالمین کا دانت مبارک شہید ہو گیا، اور ستر (۷۰) صحابہ کرام نے جامِ شہادت نوش فرمایا!

وُہ کوہِ اُحد رنگیں جس سے تاریخ ہے اپنی ملت کی
دامن پر شہیدوں کی اس کے تحریر وفائیں کیا کہنا

میں نے جبلِ احد کو دائیں بائیں اور پیچھے سے بھی کار میں بیٹھ کر دیکھا ہے، یہ پہاڑ کافی لمبا چوڑا ہے، حدیثِ نبوی ص میں آتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے نے فرمایا ہے کہ جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو اُن کے جسم اُحد پہاڑ کی مثل بنا دیے جائیں گے۔ جہنم کی آگ اتنے بڑے جسموں کو آنکھ جھپکنے سے پہلے جلا کر کوئلہ کر دے گی۔ اُس کے بعد فوراً ہی ہر جہنمی کا جسم ویسا ہی پھر تیار ہو جائے گا اور پھر اُسی طرح آگ اُسے جلا دے گی۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی (سورۃ اعلیٰ) (نہ وہاں مرے گا نہ جئے گا۔)

نیز ارشادِ ربّانی ہے:۔

یَأْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ۔ (سورۃ ابراھیم)

ہر طرف سے موت آئے گی مگر وُہ نہیں مرے گا۔

مسجدِ قبا مسجدِ قبا مدینہ منورہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر مکہ مکرمہ کی طرف واقع ہے، اس کے ساتھ اچھی خاصی بستی ہے، مکہ مکرمہ سے جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو پہلے یہاں تین دن تک قیام فرمایا، معلوم رہے کہ مسجدِ قبا میں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے، چنانچہ مسند امام احمد، نسائی، ابنِ ماجہ، حاکم میں بروایت سہل بن حنیف مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَھَّرَ فِیْ بَیْتِہٖ ثُمَّ اَتٰی مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰی فِیْہِ صَلٰوۃً کَانَ لَہٗ کَاَجْرِ عُمْرَۃٍ۔ (رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ، والحاکم) "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجدِ قُبا آیا اور پھر اس میں دو رکعت نماز ادا کی، اس کے لیے عُمرہ کا ثواب ہے" مسجدِ قُبا اسلامی تاریخ کی اوّلین مسجد ہے۔

وُہ پہلی قبا کی مسجد اور پھر اس میں ثواب دو رکعت
اک عمرۂ کامل کا بدلہ، اللہ کی عطائیں کیا کہنا!

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مَیں عموماً صبح کی نماز کے بعد اس طرف چل نکلتا، سیر بھی ہو جاتی اور وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہو جاتا۔

بیئرِ خاتم:۔ مسجد کے سامنے اور مسجد کے قریب ہی وُہ مشہور کنواں ہے جسے بیئرِ خاتم کہتے ہیں، یہ کنواں چودہ سو سالہ ایک تاریخی عمارت میں محفوظ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اس کی منڈیر پر تشریف فرما تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس کنویں میں گِر گئی، عربی میں خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں اور بیئر کنویں کو۔ اس مناسبت سے اس کنویں کا نام بیئرِ خاتم مشہور ہو گیا۔

محمدؐ عیسٰی چینی:۔ مسجدِ نبویؐ کے بابُ الرحمۃ کے سامنے دو بازار واقع ہیں، بائیں طرف کا جو نسبتاً تنگ بازار ہے، اس میں اکثر کپڑے کی دوکانیں ہیں، بازار کے آخر میں حراج (جاتے نیلام) کے بالمقابل بائیں طرف محمد عیسٰے چینی کی کپڑے کی دوکان ہے۔ یہ صاحب چین میں اشتراکی انقلاب کے وقت دوسرے بہت سے چینیوں کے ساتھ بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور یہی سکونت اختیار کر لی، نہایت درجہ خلیق، منکسر المزاج، بے حد مہمان نواز ہیں۔ میرے ان سے بڑے مراسم تھے، جب میں مدینہ پہنچتا تو کئی مرتبہ اہل و عیال سمیت میری دعوت و ضیافت کرتے اور اکثر پُوچھتے رہتے میرے لائق کوئی خدمت؛ مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں چینی اور رُوسی مسلمان بھی کافی تعداد میں موجود ہیں، یہ لوگ اشتراکی انقلاب آنے کے سبب اپنا

ملک چھوڑ کر بڑے مصائب جھیل کر یہاں پہنچے ہیں، ان کے سامنے آخرت اور اپنے ایمان کی حفاظت ہے! جنھیں اپنے پروردگار پر یقین ہے وُہ اس کے لیے ہر بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتے ہیں، حتےٰ کہ جان تک قربان کر دیتے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں چینی اور رُوسی علماء

مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں چینی اور رُوسی علماء اپنی اپنی زبانوں میں درسِ قرآن وحدیث دیتے ہیں، اور ان کے اردگرد اپنے مُلکی لباس میں ان کے اہلِ ملک بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ کتنا پیارا منظر ہوتا ہے۔! اسلام کی ہمہ گیر تعلیم نے کہاں سے کہاں تک دلوں کی اقالیم کو مسخر کرلیا ہے، حرمین شریفین میں آپ کو ہر ملک کا آدمی مختلف شکلوں اور رنگوں میں نظر آئے گا، بعض اپنے اپنے ملکی لباس میں اور بعض عربی لباس میں۔ یہاں کوئی شخص اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہیں کرتا۔ مشرق ومغرب، جنوب وشمال سے آنے والے سب لوگ آپس میں بڑی محبت سے ملتے ہیں، دیکھنا ہو تو اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (سب مومن بھائی ہیں) کی زندہ مثال حرمین میں دیکھیے۔

وُہ اہلِ مدینہ کا پیارا اندازِ تکلّم، میٹھی زباں،
وُہ ان کی محبّت، اُن کی مروّت، ان کی ادائیں کیا کہنا

وہاں بلا امتیاز نسل و قوم، عربی و عجمی آپس میں رشتے ناتے کر لیتے ہیں۔ یہاں کی طرح بیاہ شادی کے موقعہ پر باجے گاجے، فلمی ریکارڈنگ اور دولہے کو گھوڑے پر بٹھانا اور دوسری بے شمار رسومات غیر شرعیہ کا وہاں سرے سے رواج نہیں، سادہ اور اسلامی طریقہ پر شادی ہو جاتی ہے اور اور نہ ہی دوسری تیسری، چوتھی شادی وہاں عیب سمجھی جاتی ہے، دیہاتوں میں بدؤں کے گھروں میں تین تین چار چار بیویاں ہوتی ہیں، وہ لوگ اسلامی تعلیم کے تحت بیویوں سے مساوات اور حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں، ادھر بیویاں بھی اسلامی تعلیم سے روشناس ہوتی ہیں۔ لہذا بیویاں آپس میں پیار و محبّت سے رہتی ہیں، اور ایک دُوسری کی خدمت کرتی ہیں، اس طرح اُن کے گھر ازدواجی راحت کا بہترین نمونہ ہیں، اُن کے گھر دنیا میں رشکِ فردوس ہیں، دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں اگر کسی کے گھر دو بیویاں جمع ہو جاتی ہیں تو دونوں شب و روز آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں، اُن میں ہر ایک یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر صرف میری طرف مائل رہے، اور ادھر خاوند بھی اکثر ایسے ہیں کہ دونوں بیویوں سے یکساں سلوک نہیں کرتے، اُن سے انصاف اور عدل سے پیش نہیں آتے، دُوسرا نکاح کرنے کے بعد پہلی بیوی سے ان کی وُہ بات نہیں رہتی بلکہ اُن کی توجہ اور التفات کا مرکز دوسری بیوی بن جاتی ہے۔

لہٰذا وہ گھر دنیا ہی میں دوزخ بن جاتا ہے، اور یہ سب کچھ دینی تعلیم سے ناواقفیت اور خوفِ خدا کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

مدینہ منورہ کے انوار و برکات کے بیان سے قلم معذور اور زبان عاجز ہے

وُہ ارضِ مدینہ اور اس پر رحمت کی گھٹائیں کیا کہنا
اس پاک و مقدس بستی کی پرکیف فضائیں، کیا کہنا
رحمت کے وُہ چشمے طیبہ میں جس طرح کہ کوثر کی موجیں
گلزارِ مدینہ اور اس کی مخمور ہوائیں، کیا کہنا
وُہ صبحِ حسیں، وُہ شامِ مبیں، وُہ منظرِ صد فردوس بریں
وُہ پاک فضاء وُہ پاک زمیں، وُہ پاک ضیائیں کیا کہنا!

مدینہ منورہ میں سکونت کے فضائل!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَصْبِرُ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا كُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَوْ شَهِیْدًا۔ (رواہ مسلم والترمذی وغیرہما)

حضرت ابوہریرہ رضہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جو شخص مدینہ منورہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کرے گا تو قیامت

کے دن میں اس کا شافع بن جاؤں گا۔ یا اس کی گواہی دوں گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَصْبِرُ عَلَی اللَّاوَاءِ الْمَدِیْنَۃِ زَمَانٌ یَنْطَلِقُ النَّاسُ مِنْھَا اِلَی الْاَرْیَافِ یَلْتَمِسُوْنَ الرَّخَاءَ فَیَجِدُوْنَ رَخَاءً ثُمَّ یَاْتُوْنَ فَیَتَحَمَّلُوْنَ بِاَھْلِیْھِمْ اِلَی الرَّخَاءِ وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ (رواہ احمد والبزار) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اہل مدینہ پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وُہ خوشحالی کی جگہ (جہاں پانی اور زراعت ہو گی) تلاش کرنے کے لیے مدینہ سے نکل جائیں گے، انھیں ایسی جگہ مل جائے گی، پھر وُہ واپس آ کر اپنے اہل و عیال کو اس جگہ لے جائیں گے، لیکن یاد رہے مدینہ ان کے لیے بہتر ہو گا، کاش! کہ وُہ یہ جان لیں۔

اہل مدینہ کو تکلیف دینا سخت گناہ ہے

عَنْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُرِیْدُ اَحَدٌ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ اَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِی الْمَاءِ (مسلم) حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے والے شخص کو جہنم کی آگ میں اس طرح گلا دیا جائے گا، جس طرح

(آگ میں) سکہ گل جاتا ہے، یا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

حدیثِ نبویؐ

یہ حدیث منبرِ رسولؐ اور روضۂ اقدس کے درمیان پیتل کے بڑے بڑے حروف میں کندہ آویزاں ہے۔

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ۔

میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے نوازا ہے اور جو خوش نصیب مدینۃ الرسول کی زیارت سے سرفراز ہوئے ہیں اور جنھوں نے مسجدِ نبویؐ میں نمازیں ادا کی ہیں اور جنھیں فخرِ کائنات کے روضۂ اقدس پر درود وسلام پڑھنے کی توفیق ملی ہے انھیں منبرِ رسول اور روضۂ مطہرہ کے درمیان ایک پاکیزہ مقام (روضۃ من ریاض الجنۃ) پر بھی کچھ نہ کچھ وقت بیٹھنے کا ملا ہو گا۔ (اگرچہ وہاں بیٹھنے کے لیے شتاقین کا بڑا ازدہام ہوتا ہے) انھیں اس جگہ میں بیٹھ کر ذکرو دُرود کی برکات وانوار خوب معلوم ہیں۔

یہ مقام واقعی دُنیا میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ مسجدِ نبویؐ کے اس حصّہ میں بیٹھ کر عبادتِ الٰہی اور درود شریف پڑھنے میں جو لطف وسرور حاصل ہوتا ہے، وُہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا۔

جنّت البقیع

مسجدِ نبوی ؐ کے مشرق میں مدینہ منوّرہ کا وُہ قدیم و مقدس قبرستان ہے جس میں امہات المومنین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات آپ کی اولاد اور بڑے بڑے کبار صحابہ کرام رضؓ ائمہ دین اور دُنیا بھر کے صلحاء، واتقیاء، اور اولیاء، واز کیاء، آرام فرما رہے ہیں اس مقدس قبرستان کا نام جنت البقیع ہے۔

جس طرح حضورؐ ہر زندہ مومن سے محبت و شفقت فرماتے تھے، اسی طرح دُنیا سے جانے والوں کو بھی آپ ہمیشہ یاد رکھتے ان کے لیے ہمیشہ دُعائیں کرتے اور آدھی آدھی رات اُٹھ کر قبرستان تشریف لے جاتے۔

بلاشبہ جب لوگ گہری نیند کی آغوش میں ہوں، اس وقت رات کے سناٹے میں قبرستان کی سیر کرنا وہاں کا پُر خوف منظر دیکھنا نفسِ سرکش کی اصلاح کے لیے بڑا مؤثر نسخہ ہے۔

غارِ حرا

مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف تقریبًا ۲½ میل کے فاصلہ پر طائف کو جانے والی راہ پر بائیں طرف ایک اونچا پہاڑ ہے، اس کا نام جبل النور ہے یہاں سے دائیں طرف ایک راستہ عرفات کو چلا جاتا ہے۔ جبل النور کی چوٹی کی شکل اونٹ کے کوہان کے مشابہ ہے۔ اس پہاڑ پر چڑھنے کے لیے جنوب کی طرف سے ناہموار پتھروں کی سیڑھی بنی ہوئی ہے، اس مقررہ راستہ سے چوٹی پر پہنچنے کے لیے کم از کم آدھ گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ جبل النور کی چوٹی پر وُہ تاریخی غار ہے جس کا نام غارِ حرا ہے۔ پہاڑ کی سطح کے مغربی کنارہ پر ذراسی ڈھلوان پر اس غار کا محلِ وقوع ہے، اس کی لمبائی تقریبًا چار گز اور چوڑائی پونے دو گز ہے۔ غار کا منہ مشرق کی طرف اور پشت مغرب یعنی بیت اللہ کی طرف ہے، یہی وُہ مبارک مقام ہے جہاں سیّدِ کونین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نبوت پر سرفرازی سے پہلے خلوت گزینی فرمایا کرتے اور اپنے ہمراہ، پانی اور ستو لے کر اپنے پروردگار کی عبادت، تحمید و تقدیس

کے لیے آپ بیٹھتے اور اس وقت تک ذکرِ الٰہی اور تدبر و تفکر میں مشغول رہتے جب تک کہ پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے۔ یہی وہ غارِ حرا ہے، جہاں پر ۹ ربیع الاول ۴۱ھ میلادی مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ رُوح الامین حضرت جبریل علیہ السلام اللہ رب العزت کی طرف سے پیغامِ نبوّت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بشارت سُنائی، محمدؐ لکم البشریٰ انت رسول اللہ وانا جبریل۔ آپ کے لیے بشارت ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں اللہ کا فرشتہ جبریل ہوں۔

یہی وہ مقدس غارِ حرا ہے جہاں پر سب سے پہلے رُوح الامینؑ نے سردار انبیاءؐ پر یہ آیت پڑھی۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ (سورۃ علق) **ترجمہ**:۔ آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے، آپؐ قرآن پڑھا کیجیے اور آپؐ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے، جس نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دے دی، جنھیں وہ نہیں جانتے تھے۔

یہ سب سے پہلی آیتیں ہیں جو اس مقدس غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔

غور فرمایا تیئے پہلی ہی آیت میں رب کا لفظ آیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ ساری کائنات کی پرورش وہی ذاتِ مقدس کر رہی ہے جو ساری کائنات کی خالق ہے ، اور پھر انسان کو خبردار کیا کہ وُہ اپنی اصل (پیدائش) کو فراموش نہ کرے، تمام مخلوق کی پیدائش کے بعد انسان کی پیدائش کا ذکر درحقیقت نعمتِ عامہ کے بعد نعمتِ خاصہ کی طرف توجّہ دلانا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا قائل ہونا ہے اور اس کی اطاعت و عبادت ہے، اور یہ چیز تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ انسان کم از کم اپنے آپ کو پہچان لے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے :۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

توجمہ :۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اگر انسان رب العالمین کو اپنا رب مان لے اور اپنی پیدائش کی حقیقت کو جان لے تو اسے لازم ہے کہ اپنے مربی کے بے شمار احسانات کے پیشِ نظر اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اگرچہ وُہ اس کے کسی بھی احسان کا بدلہ زندگی بھر کی عبادت سے بھی نہیں چکا سکتا، تاہم انسان کی فلاح و کامیابی کا راز اسی میں ہے کہ وُہ دل و جان سے اپنے پروردگار کے اَن گنت اکرام و انعامات کا اعتراف کرتے ہوئے زندگی کا ہر لمحہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے گزارے اور اپنی عمرِ مستعار کا کوئی لحظہ اس کی معصیت میں بسر نہ کرے۔

اس عاجز کو غارِ حرا کی زیارت کا شرف حاصل کرنے اور وہاں نماز ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے کئی بار توفیق عطا فرمائی۔

ایک دفعہ میں بیوی بچوں کو لے کر غارِ حرا کی زیارت کو چلا، جبل النور کے قریب پہنچ کر جنوب کی طرف سیڑھیوں والا اصل راستہ چھوڑ کر ہم مغرب کی طرف سے غار کی پشت کی جانب پہاڑ پر چڑھنے لگ گئے اور ہم نے یہ راستہ قریب سمجھ کر اختیار کیا مگر خود غلط بُود آنچہ ما پنداشتیم بمشکل ابھی تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ ہم سب تھک گئے، اور راستہ بھی آگے سخت دُشوار آگیا۔ جس پر چڑھنا ناممکن ہو گیا، ایک جگہ ایک بچے کا پاؤں پھسل گیا اور تھوڑا سا لڑھکا تھا کہ سنبھل گیا، اس وقت ہمارے ساتھ میرا ایک نوجوان دوست عبداللہ بدوی تھا۔ وُہ باری باری بچوں کو اٹھاتا تھا۔ ہم لوگ انتہائی کوشش کے باوجود اس طرف سے غارِ حرا تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے، آخر آدھے راستہ سے واپس اتر کر اصل سیڑھیوں والے راستہ سے منزلِ مقصود پر جا پہنچے۔ پس معلوم رہے کہ حکومت کے مقرر کردہ راستہ سے ہی غارِ حرا تک پہنچنا بہتر ہے۔

غارِ ثور

مکہ مکرمہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ثور نامی ایک پہاڑ ہے جسے جبل الثور کہتے ہیں، اس کی چوٹی پر یہ ایک تاریخی غار ہے، مکہ مکرمہ سے غارِ ثور جنوب کی طرف ہے، جبل الثور تک پہنچنے کے لیے محلہ مسفلہ سے راستہ جاتا ہے۔ کوہِ ثور کی چڑھائی ایک کٹھن منزل ہے۔ قوی آدمی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اوپر پہنچتا ہے، مکہ مکرمہ کی گرمی اور پھر ڈیڑھ گھنٹہ کی پہاڑ کی چڑھائی، جوان آدمی کا کام ہے، اس سفر میں پانی ہمراہ ہونا لازمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں

اعلانِ نبوت کے بعد جب قریشِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کو گوناگوں تکالیف پہنچا کر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا، تو آپ نے صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت دے دی چنانچہ یکے بعد دیگرے صحابہ کرام مدینہ منورہ (جس کا سابق نام یثرب ہے) کی طرف ہجرت کر گئے۔

مکہ مکرمہ میں گنتی کے چند صحابہ رہ گئے، مشہور صحابہؓ میں سے صرف ابوبکرؓ اور حضرت علی باقی رہ گئے تھے، تو قریش مکہ نے سوچا کہ محمدؐ کو قتل کر دینے کا اب اچھا موقع ہے، آنحضورؐ کو قتل کر دینے کی تدابیر پر غور کرنے کے لیے قریش نے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس کیا، قریش کے مشہور قبائل کا ایک ایک سردار اس اجلاس میں شامل ہوا، اجلاس میں طے ہوا، کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک جوانمرد محمدؐ کے قتل میں شریک ہو تاکہ محمدؐ کو سچا نبی ماننے والے محمدؐ کے قتل کا بدلہ نہ لے سکیں، منصوبہ کے مطابق جب محمدؐ رات کی تاریکی میں نماز فجر کے لیے باہر نکلیں تو سب اپنی اپنی تلواروں سے یکبارگی حملہ کر کے محمدؐ کی بوٹی بوٹی کر دیں۔

چنانچہ رات کو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا، اللہ کے محبوبؐ نے اس وقت اپنے چچازاد پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا، تم چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور مطمئن رہو، تمہارا اللہ تعالیٰ محافظ ہے، کوئی شخص تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ حضرت علیؓ آنحضورؐ کے ارشاد کے مطابق تلواروں کے سایے میں اطمینان سے سو گئے۔ اور خالق کونین کے محبوب سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے دلوں کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے اپنے مکان سے صاف

باہر نکل گئے، کسی نے بھی حضورؐ کو نہیں دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷، صفر ۱۳ھ نبوّت روز پنجشنبہ ۱۲، ستمبر ۶۲۱ء کا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

خدا کا نبیؐ اپنے پیارے دوست ابو بکرؓ کے گھر پہنچا، انھوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا، ابو بکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا، اسی شب کی تاریکی میں دونوں حضرات چل پڑے، اور سیدھا جبل الثور کا رُخ اختیار کیا پہاڑ کی دشوار ترین چڑھائی، رات کی تاریکی، راستہ سنگلاخ نکیلے پتھر نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہو رہی تھی، حضرت ابو بکر صدیق نے آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا، آخر ایک غار تک پہنچے، ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا، خود اندر جا کر غار کو صاف کیا، تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے، اور پھر عرض کیا، کہ حضور بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی حضرت علیؓ حسبِ معمول خواب سے بیدار ہوئے، قریش نے قریب جا کر انھیں پہچانا، پوچھا، محمدؐ کہاں ہے، علیؓ نے جواب دیا، مجھے کیا خبر، میں پہرے پر متعین نہیں تھا۔ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا۔ اور وُہ نکل گئے۔

قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے، آپ کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر تک حبس بیجا میں رکھا، آخر چھوڑ دیا۔

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے، رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابی بکرؓ گھر سے روٹی دے جاتیں، عبداللہ بن ابو بکرؓ اہلِ مکہ کی باتوں سے آگاہ کرتا رہتا، عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس ابو بکرؓ کا ریوڑ تھا، وہاں بکریاں لے آتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ بقدر ضرورت لے لیتے، اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقشِ قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیتِ الٰہی میں نبیؐ واصل تھے، اسی میں ابو بکرؓ کو بھی شامل کر دیا۔

غارِ ثور سے روانگی

چوتھی شب ابو بکرؓ صدیق کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں، جن کو اسی سفر کے لیے تیار کیا گیا تھا، ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ۔ دوسری پر عامر بن فہیرؓ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو روانہ ہو گئے۔

ایک دفعہ میں غارِ ثور کی زیارت کے لیے چند احباب کے ہمراہ گیا، میرے ساتھ مولانا عبدالوکیل صاحب حال مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ پسر مولانا عبدالحق مرحوم الہاشمی بہاولپوری مہاجر مکہ تھے، وُہ ہمارے آگے آگے جا رہے تھے، ہم کچھ فیصلہ پر اُن کے پیچھے تھے، وُہ غار پر پہنچ کر بھاگے ہوئے واپس آئے، اُن کا چہرہ اُڑا ہُوا تھا، گھبراہٹ میں بخوبی بات نہیں کر سکتے تھے۔ جب ذرا ستائے تو بتایا کہ میں جب غار کے منہ پر پہنچا، تو دیکھا کہ غار کے اندر ایک خوفناک جسیم وضخیم جانور ہے۔ جس کے وجود سے پوری غار پُر ہوگئی ہے، اس کے بعد واپسی میں وُہ پھر ہم سے آگے نکل گئے تھوڑی دیر بعد دوبارہ پھر دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے، کہ راستہ میں بائیں جانب ایک آدمی بیٹھا ہے جس کی گردن ڈیڑھ دو منزل کے برابر لمبی ہے۔

ممکن ہے وُہ دونوں جن ہوں۔ واللہ اعلم۔

لَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ (سورۂ مدثر)

تیرے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

غارِ ثور کی زیارت کا موقع مجھے خود کئی دفعہ نصیب ہُوا ہے، مجھے کبھی کوئی اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا۔

جدہ

جدہ شہر ساحلِ سمندر پر واقع ہے۔ بیرونی ممالک کے سفارت خانے، ہوائی اڈہ اسی جگہ ہے۔ اب یہاں نئی طرز کی بڑی بڑی اونچی بلڈنگیں بن گئی ہیں۔ سڑکیں کشادہ بازار پُررونق ہیں۔ جب میں متحدہ ہندوستان سے پہلی مرتبہ حج کے ارادے سے جدّہ پہنچا، تو اُن دنوں اُونٹ پر جدہ سے مکّہ مکرمہ دو روز میں پہنچا تھا، اب یہ راستہ موٹر کار کے ذریعہ گھنٹہ سوا گھنٹہ میں طے ہو جاتا ہے ــــ مستقل رہائش کے ارادہ سے میں اہل وعیال کے ہمراہ تیسری دفعہ مکہ مکرمہ وارد ہُوا تو ابتداء میں عطر کی صندوقچی لیکر جدہ چلا جاتا، اور شارع قابل کے چوک میں ایک صراف کی دوکان کے ساتھ کھول کر بیٹھ جاتا۔ جدہ شہر میں یہ جگہ کاروباری مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں ہر وقت آنے جانے والوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ میرا عطر بھی یہاں خوب فروخت ہوتا۔ اور معقول منافع ہاتھ آتا۔ ابتداءً ایک عرصہ تک میں جدہ میں یہ کام کرتا رہا۔ بال بچے مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ جمعرات کو شام کے وقت مکہ مکرمہ چلا جاتا۔ اگلے دن جمعہ حرم شریف میں پڑھتا، اور پھر ہفتہ کو علی الصبح جدہ آجاتا۔ جدہ میں الشارع الجدید کے ساتھ ملتا ہوا قصبۃ الہنود کے نام سے ایک بہت بڑا گنجان آباد محلہ ہے۔ اس میں اکثر ہندوستان سے آئے ہوئے پٹنہ کے لوگ آباد ہیں۔ موجودہ نسل کے دادا پڑدادا یہاں آئے تھے، جو کہ یہیں کے ہو رہے۔ یہ لوگ اُردو، عربی

دونوں زبانیں بخوبی جانتے ہیں۔ شارع الجدید سے قصبۃ الھنود میں داخل ہوتے وقت بائیں ہاتھ، پہلی دو منزلہ جو بلڈنگ واقع ہے۔ وہ عمر خاں عبد الرحمٰن ابراہیم خاں کی جائے سکونت بھی ہے اور کاروباری دفتر بھی۔ یہ لوگ بھی پٹنہ کے رہنے والے ہیں۔ مَیں جدہ میں مہینوں انہیں حضرات کے پاس مقیم رہا۔ میرا کھانا پینا سونا انہیں کے ہاں تھا۔ ان کے قریب ہی جناب محمد علی محمد سلیمان عزیز خاں کا مکان ہے۔ یہ لوگ بڑے شریف النفس، متواضع، خوش خلق حد درجہ مہمان نواز ہیں۔ مَیں ایک اجنبی آدمی انکے پاس ایک عرصہ تک اس طرح رہا ہوں جیسے حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، اچھی جگہ اچھے بستر پر سُلاتے، اور میری ہر طرح دلجوئی فرماتے، جب تک مَیں ان کے پاس ٹھہرا رہا، مجھے انہوں نے کبھی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ان کا یہ حُسنِ سلوک، یہ محبّت و مودت محض لوجہ اللہ تھی۔ مَیں ان کے خلوص، ان کے احسانات کو تا عمر نہیں بھُلا سکتا۔ ایسے لوگ دورِ حاضر میں بہت کم ہیں۔ ان کے محبّت بھرے خطوط کا سلسلہ میرے ساتھ اب تک قائم ہے ——— اللہ تعالیٰ ان مخلصین حضرات کی دُنیا بھی اچھی کرے اور آخرت بھی، اور ان کے صالحات قبول فرمائے اور سیئات سے درگذر فرمائے۔

وہ الرحم الراحمین لِیں حمات ہم سب کو جنّت الفردوس میں اپنے صالحین بندوں کے ساتھ اکٹھا کرے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

طائف

مکہ مکرمہ سے طائف مشرق کی جانب تقریباً ساٹھ⁶⁰ کیلومیٹر پر واقع ہے۔ سابقہ کچی سڑک جبل النور (جس کی چوٹی پر غارِ حرا ہے) کے قریب سے گزرتی ہے طائف جاتے ہوئے جبل النور (جو کہ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل ہے) بائیں طرف آتا ہے، راستہ میں پہلی منزل الشرائع دوسری منزل الزیما ہے، اور تیسری منزل "قرن المنازل" آتی ہے۔ قرن المنازل طائف اور ریاض سے آنے والوں کے لیے میقات بھی ہے۔ اس طرف سے حج و عمرہ کے لیے آنے والے دخولِ مکہ سے قبل یہاں احرام باندھتے ہیں اور بحالتِ احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں۔

یہاں سے ایک سڑک بائیں جانب شمال کی طرف ریاض کو چلی گئی ہے، اور ایک سیدھی سڑک طائف کو نکل جاتی ہے۔ طائف کو جانے والی سڑک پر یہیں سے نشیب و فراز شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے طائف دوسرے روز پہنچتے تھے، عصر کے بعد مکہ مکرمہ سے سوار ہوتے، رات راستے میں

گزارتے، علی الصبح وہاں سے چل کر قبل الظہر طائف پہنچتے تھے۔

میں ابتداء میں دو تین مرتبہ اسی راستے گیا ہوں، سڑک ناہموار تھی، اور ایک جگہ بڑی خطرناک چڑھائی تھی اور پھر اترائی بھی ایسی ہی تھی، اس وجہ سے اس سفر میں بہت دیر لگتی تھی، اس کے بعد سڑک درست ہوتی گئی، اور بسیں کاریں اچھی قسم کی آگئیں۔ تو یہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہے۔

اب عرفات کی طرف سے نئی سڑک تیار ہوئی ہے، اس راہ سے بذریعہ کار صرف ایک گھنٹہ کا سفر ہے۔

راستہ میں عرفات سے آگے "الہدیٰ"، ایک مقام آتا ہے، یہ طائف سے بھی بلند جگہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں طائف سے بھی زیادہ سردی پڑتی ہے، یہ بڑا پُر فضا مقام ہے، جس کے سبب تیزی سے آبادی بڑھ رہی ہے۔

یہ وہی طائف شہر ہے، جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ حق پہنچانے کے لیے تشریف لے گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ تھے۔

مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے، سب کو وعظ سناتے،

توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بپیادہ پا طائف پہنچے، طائف میں بنو ثقیف آباد تھے، سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی، عبد یالیل، مسعود، حبیب، تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان ہی سے ملے، اور انھیں دینِ اسلام کی دعوت فرمائی، ان میں سے ایک بولا، میں کعبے کے سامنے داڑھی منڈوا دوں، اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو، دُوسرا بولا، کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا، جسے چڑھنے کی سواری بھی میسّر نہیں، اسے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم کو یا سردار کو بنایا ہوتا، تیسرا بولا کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا کیونکہ اگر تو خدا کا سچا رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو ردّ کروں اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایاں نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔"

نبی اللہ نے فرمایا، اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو، ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔

نبی اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا، اُن سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا، وُہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

اتنے پتھر پھینکتے کہ حضورؐ لہو میں تر بتر ہو جاتے، خون بہہ بہہ کر جوتے میں جم جاتا، اور وضو کے لیے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ دیدہ دہنوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دیں اور تالیاں بجائیں کہ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان کے احاطے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزندانِ ربیعہ کی تھی انھوں نے دُور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی صلعم پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور زبان سے فرمایا بسم اللہ، اور پھر انگور کھانے شروع کر دیے۔

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور پھر کہا، یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کہاں کے ہو، اور تمہارا مذہب کیا ہے؟

عداس نے جواب دیا، میں عیسائی ہوں اور نینوای کا باشندہ ہوں۔"
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم مردِ صالح یونسؑ بن متی کے شہر کے باشندے ہو، ؟ عداس نے کہا، آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھا،

اور کیسا تھا؟"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "وُہ میرا بھائی ہے، وُہ بھی نبی ہے اور میں بھی نبی ہُوں۔"

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر، ہاتھ، قدم چُوم لیے۔

عقبہ بن شیبہ نے دُور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا، جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا، تو انھوں نے کہا، کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا، کہ اس شخص کے ہاتھ، پاؤں، سر چُومنے لگ گیا تھا؟

عداس نے کہا، حضورِ عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔!!

انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے، مگر عداس کے دل و دماغ کو اسلام مسخر کر چکا تھا، اُس پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہُوا۔

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خُدا کے رسُولؐ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے، زیدؓ نے آپؐ کو

اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا، اسی سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا، اس وقت جو دُعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی، اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اللهم اليك اشكوا ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا ارحم الراحمين۔ انت رب المستضعفين وانت ربي الى من تكلني الى بعيد يجهمني او الى عدو ملكته امري ان لم يكن علي غضبك فلا ابالي ولكن عافيتك هي اوسع لي اعوذ بنور وجهك الذي اشرقت له الظلمت وصلح عليه امر الدنيا والاخرة من ان ينزل بي غضبك او يحل علي سخطك لك العتبى حتى ترضى ولا حول ولا قوة الا بك۔

الٰہی! میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو

کام پر قابو رکھتا ہے لیکن مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دُنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری رضامندی مجھ پر وارد ہو، مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوتے یہ بھی فرمایا، میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دُعا کروں؟ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا؟ امید ہے اُن کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (رحمۃ للعالمین)

سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امید کے مطابق اور آپ کی تبلیغ کے سبب آج پورا طائف اور طائف کے اردگرد دُور دُور تک کا علاقہ مسلمان ہے، اس طویل وعریض خطہ میں ایک بھی غیر مسلم آباد نہیں۔

تبلیغِ دین سب کاموں سے مشکل کام ہے

تبلیغ دین سب کاموں سے بلند اور کٹھن کام ہے، ایک مُبلّغ کے لیے اسوۂ رسول سامنے رکھتے ہوئے حلم، صبر، ہمّت، عزم، شفقت،

حکمت، دانائی ایسی صفات سے متصف ہونا ضروری ہے، ان صفات کے ساتھ ساتھ انسانیت سے سچی بے لوث محبّت و ہمدردی بھی شرط ہے، ایک مُبلّغ دین میں اگر یہ پاکیزہ خصال نہیں تو وُہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا، مُبلّغ جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے پہلے وُہ یہ بھی دیکھے کہ اس پر خود عامل ہے کہ نہیں، اگر اس کے قال کے مطابق اس کا اپنا حال نہیں تو اس حالت میں اس کی دھواں دار تقاریر کی ایک کوڑی قیمت نہیں، سامعین پر اس کا الٹا اثر ہوتا ہے، اور وُہ یہ سوچنے لگ جاتے ہیں، کہ ایک واعظ کے اقوال کے خلاف جب خود اس کے اپنے اعمال ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوال پر عمل بہت مشکل ہے۔ بس یہ واعظ پیشہ ور ہیں ان کا رات دن یہی کام ہے کہ لوگوں کو ایسی باتوں کی دعوت دیتے ہیں، جن پر یہ خود بھی عمل نہیں کرتے۔ ان کا کام بس سنانا ہے۔ کیونکہ یہ بڑی بڑی تنخواہیں اسی کام کی لیتے ہیں، یہ لوگ اسی طرح سناتے رہیں گے، ہم سنتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے داعئ دین کو اس طرح متنبہ فرمایا ہے :-

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (سُوْرَۃ صَفّ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا جُرم ہے کہ تم وُہ بات کہتے ہو، جس پر خود عمل نہیں کرتے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (بقرۃ) تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلائے ہوئے ہو۔

مُبَلِّغ میں نہ لالچ ہو اور نہ کسی سے خوف! تبلیغِ دین محض اللہ کی خوشنودی اپنی نجات کا ذریعہ اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے کرے، مُبَلِّغ دین کی صفات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔ وُہ (اس راہ میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، وُہ جب پیغامِ الٰہی پہنچاتے ہیں، وُہ لوگوں کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیتے ہیں۔

لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ (سُورۃ شعراء)

میں تم سے اپنی اس تبلیغ کا کوئی اجر نہیں طلب کرتا، اس کا اجر اللہ پر ہے۔

مُبَلِّغ کے دل میں جب تک مخلوقِ خدا سے سچی محبت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر نہ بھری ہوئی ہو اور وُہ اس پر عمل نہ کرے، اس کی تبلیغ مؤثر نہیں ہو سکتی،

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (سُورۃ نحل)

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی موعظت کے ساتھ بلاؤ۔

جو مُبَلِّغ خود اپنے علم کے مطابق عملی زندہ تصویر نہ ہو وُہ اپنے مقصد میں

کامیاب نہیں ہو سکتا،

اہلِ طائف کا بسلسلۂ تبلیغ فخرِ کائنات سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درجہ بدترین سلوک کہ اللہ کی طرف بلانے والے کو اوباش لڑکے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں، اور آپؐ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔
اس کے باوجود آپؐ نے فرمایا، کہ میں اُن کے لیے بددُعا نہیں کرتا، اگر یہ ایمان نہیں لائے تو ان کی اولاد ضرور اللہ پر ایمان لائے گی۔ اللہ اللہ رحمتِ عالم کی بُردباری۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سُورۃ انبیاء) اور ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ادھر جب نوح علیہ السلام اپنی طویل العمری کے باعث اپنی قوم کی سرشت وافتادِ مزاج کا تجربہ کر چکے اور انھیں وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا کہ اب اُن لوگوں میں سے کسی کے نصیب میں ایمان لانا نہیں (جیسا کہ، تفسیر کبیر میں مذکور ہے، تو یہ الفاظ آپ کی زبان پر آ گئے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ (سورہ نوح)

اور نوح علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے پروردگار! زمین پر کافروں

میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر تو انھیں رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور ان کے ہاں اولاد بھی کافر د فاجر ہی پیدا ہوتی رہے گی۔

رحمۃ للعالمین اس غم میں کہ لوگ راہِ حق کیوں قبول نہیں کرتے، پہاڑ پر چڑھ جاتے اور وہاں سے گر کر خود کو ہلاک کر دینا چاہتے، جیسا کہ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (سورہ کہف)
اور شاید آپ اس غم میں کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے، اپنی جان دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا :۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔
(سورۂ قصص) آپؐ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔

سورۂ غاشیہ میں فرمایا :۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ آپؐ نصیحت کرتے رہیے، آپؐ نصیحت ہی کرنے والے ہیں، آپؐ ان پر مسلط نہیں ہیں۔

کسی کا دعویٰ ایمان اس وقت تک صحیح نہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (ترمذی) ۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی ایماندار نہیں، جب تک کہ وُہ اپنے بھائی کے لیے وُہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔

ایک دُوسری حدیث میں ایمان کی شرط عام لوگوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا ۔ لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ تب تو مومن بنے گا۔

ایک مومن کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اس پر راضی ہو جائے وُہ جہنم سے بچ جائے، جنّت میں داخل ہو جائے، اس کا خالق و مالک اس پر راضی ہو جائے،

اس کی یہی خواہش، یہی تمنا، یہی جذبہ دوسرے مومن کے لیے بھی بلکہ دُنیا کے ہر انسان کے لیے ہونا چاہیے، اس ارمان اس جذبہ کی تکمیل کی صحیح اور کارگر صورت دینِ قیم کی تبلیغ ہے، جس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والا شخص جہنم سے بچ سکتا ہے، بلکہ فلاحِ دارین حاصل

کرسکتا ہے، یہ کام جس قدر عظیم ہے اس کا اجر وثواب بھی اللہ پر ہے، اور اس مقصد کے حصول میں تکالیف و شدائد کا آنا بھی ضروری ہے، جیساکہ سورۂ عصر میں فرمایا:۔

وَالْعَصْرِ- اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورہ عصر) قسم ہے زمانے کی بیشک انسان خسارے میں ہے مگر وُہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کئے اور وُہ آپس میں ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ پاک نے قسم کھاکر فرمایا، کہ تمام انسان خسارہ میں ہیں مگر اس خسارہ سے وہی لوگ بچیں گے جو ایمان لاتے اور نیک اعمال کیے، اور وُہ آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیّت کرتے ہیں، یہ چار اجزاء کا ایک نسخہ ہے، پہلے دو اجزاء کا تعلق ہر انسان کے اپنے سے ہے، اور دوسرے دو اجزاء کا تعلق دوسروں سے ہے غور کیجیے، مختصر سورہ میں انسان کی کامیابی و کامرانی کا راز کھول کر بیان کر دیا ہے۔

اللہ و رسول قرآن و حدیث، قبر و قیامت کے احوال پر ایمان

لانا پھر اپنے ایمان کا ثبوت نیک اعمال کے ساتھ دینا) جس چیز کو اس نے خود سمجھا، خود اپنایا، یعنی ایمان اور اعمالِ صالح جس کا نام حق ہے تو پھر اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اس حق کو اس سچائی کو، اس دینِ قیم کو، اللہ و رسول کے احکام کو وُہ دوسروں تک بھی پہنچائے اور اس تبلیغِ حق میں جو اسے تکالیف پیش آئیں، ان پر صبر کرے اور دوسروں کو بھی ان پر صبر کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے :۔ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ (سورہ مائدہ) تیرے رب کی طرف سے تجھ پر جو اتارا گیا ہے اسے پہنچائیں، یہی حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو دیا۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً (مشکوٰۃ)۔ مجھ سے جو سنو وُہ آگے پہنچادو، خواہ وُہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ علماء پر ہی واجب نہیں جس کو جس قدر علمِ دین ہو اس پر فرض ہے کہ آگے پہنچائے، افسوس ہم نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے منع کرنا چھوڑ بیٹھے، نتیجۃً برائی سر بازار ناچ رہی ہے

اور نیکی اندر چھپ گئی ہے۔

معصیت کا ہے ایک سیلِ رواں، جس کے آگے کوئی حصار نہیں
قدم قدم پہ گناہوں نے راہ روکی ہے کوئی جگہ نہیں محفوظ منہ چھپانے کو

جب شدّتِ معصیت کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیتے ہیں کہ اب ماحول ہی ایسا ہو گیا ہے۔ لیکن یہ ماحول ایسا کیوں ہوا اور اب اس کا تدارک کیسے ہو سکتا ہے! ہم اس کی کس طرح اصلاح کر سکتے ہیں، اس پر کہیں بحث نہیں ہوتی، اس کا علاج نہیں سوچا جاتا اس مرض کے لیے نسخہ تجویز نہیں کیا جاتا۔

بیان ایسا نہیں نافع خطاب ایسا نہیں بہتر،
نصیحت کی بجائے جس میں طنز و طول ہوتا ہے
ماحول کا اثر بھی ہے اور اے خطیبِ قوم بگڑی ہے قوم کچھ ترے طرزِ بیاں سے بھی

مصلحِ اعظم، حکیم الحکما، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے ان تمام فتنوں اور مہلک روحانی بیماریوں کا علاج بتا دیا تھا اور امت کے لیے یہ نسخہ تجویز فرما دیا تھا مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ۔ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (مسلم) ۔ جو شخص کوئی گناہ کا کام دیکھے، اسے چاہیئے

کہ وُہ ہاتھ سے روک دے، اور اگر وُہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اسے منع کرے، اگر وُہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو وُہ اپنے دل سے اسے بُرا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ (بخاری و مسلم)۔ خبردار! تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کا سردار ہے اور ہر شخص اپنے اہل و عیال کے بارے میں جواب دہ ہے۔

قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا - (سورہ بقرہ) اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

مَنْ رَاٰی مُنْکَرًا - اس اہم حدیث سے عام حکم ہے، کہ جو شخص بھی کہیں برائی کو جب بھی دیکھے، اگر طاقت ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے سختی سے روک دے، چنانچہ وُہ یہ عمل اپنے اہل و عیال، اپنے خادموں پر کر سکتا ہے، جہاں بھی انسان طاقت سے اللہ کی معصیت کو روک سکتا ہو، اُسے اسی طرح روکنا چاہیئے اور جہاں زبان سے روک سکتا ہو، دوستوں، بہن بھائیوں، ماں باپ اور عوام کو زبان سے روکے، اور جہاں نہ ہاتھ سے روک سکتا ہو اور نہ زبان سے منع کر سکتا ہو تو وہاں بُرائی کو دل سے بُرا جانے، اور یہ حالت کمزور ایمان کی بتلائی ہے لیکن اگر کوئی شخص بُرائی کو

دل سے بھی بُرا نہیں جانتا، بلکہ بُرائی کرنے والوں کے ساتھ گھلا ملا رہتا ہے اُن کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ بنا ہوُا ہے، گو خود بُرائی نہیں کرتا مگر انھیں بُرائی سے روکتا بھی نہیں تو ایسا شخص مداہن فی الدین (دینی معاملات میں بے غیرت ہے) اُس کو اپنے دین کی خیر منانی چاہیے۔ بُرائی پیدا ہوتے ہی اگر اسی وقت اس کا گلا گھونٹ دیا جائے تو یہ آسان کام ہے۔ لیکن جب وُہ بُرائی جم جاتی ہے اور اپنی جڑیں گاڑ لیتی ہے تو پھر اُسے اکھاڑنا اور مٹانا بہت مشکل ہو جاتا ہے، جس طرح ایک چھوٹا سا پودا جو ابھی ابھی اگا ہو، ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے اکھڑ جاتا ہے، بر خلاف ایک قد آور درخت کے کہ اُس کی جڑیں زمین میں دُور تک پھیلی ہوتی ہیں اور وُہ کسی طرح بھی ہلانے سے نہیں ہلتا۔ حتّٰے کہ اسے محنتِ شاقہ سے زمین کھود کر یا اُوپر سے کاٹ کر ہی ختم کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ بُرائی کی مثال ہے، ارشادِ باری ہے: لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل) زنا کے قریب نہ جاؤ کہ یہ بہت برا کام ہے اور بد ترین راستہ ہے۔

غور فرمائیں! اللہ پاک نے اس بُرے کام کے قریب جانے سے بھی منع فرمادیا کہ "ایسا راستہ بھی نہ اختیار کرو جس پر چل کر آخر کار تم اس مقام پر پہنچ جاؤ۔"

اور اس برائی سے حفاظت کا مؤثر اور مکمل علاج مرد اور عورت دونوں کو بتادیا، جو شخص بھی مرد ہو یا عورت اپنے خالقِ کائنات کے اس مجوّزہ طریقۂ علاج کو اختیار کرے گا، یقیناً وُہ اس ہلاکت خیز مرض سے محفوظ رہے گا اور وُہ یہ ہے جو کہ بذریعۂ وحی بزبان ہمارے مربی و محسن صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتایا گیا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۔ (سورۂ نور)

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے، اللہ اس سے خبردار ہے جو یہ کرتے ہیں اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھا کریں۔

یقین جانیے! زنا جس قدر بدترین گناہ ہے اس سے بچنے کا طریقِ کار

بھی اسی قدر مؤثر ترین ہے، اگر اس فرمانِ خداوندی پر عمل کیا جائے
اور صحیح اسلامی پردہ ہر گھر میں ہو، کوئی بالغہ لڑکی بے پردہ اپنے گھر سے باہر
نہ نکلے، غیر محرم مردوں سے مکمل حجاب کیا جائے، اگر اچانک کسی طرح
غیر محرم عورت پر کسی مرد کی نظر پڑ جائے تو وہ اسی وقت اپنی نظریں نیچی کرلے
اور بہنوئی، دیور جیٹھ، ماموں کے لڑکے، چچا کے لڑکے، اسی طرح خاوند کے
بھانجے، بھتیجے بھی بغیر اجازت مکان میں داخل نہ ہوں، غرض کہ جن سے بھی
کسی وقت کسی موقع پر نکاح ہوسکتا ہو، ان سے پردہ کے قوانین پر عمل کیا جائے
اور خدا کے حکم کے مطابق کوئی مومن عورت اُن کے سامنے بھی کھلے منہ نہ
آئے تو یہ دن رات بے شمار اغوا و زنا کے واقعات کبھی رُونما نہ ہوں۔ اگر
بے حیائی کی منزل تک پہنچنے کے تمام راستوں پہ پہرہ بٹھا دیا جائے اور وُہ
سب ناروا راستے خدا کے حکم کے مطابق بند کر دیئے جائیں تو وہاں تک
پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ؎

وادیٔ پُرخار میں گم ہوگئے، ہم نے جب حدِ شریعت پار کی،

حدود اللہ کو توڑنے کا نتیجہ دنیا میں مصائب آخرت میں سخت عذاب
ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ دور میں ہمارے ہاں بے پردگی اس قدر عام ہو
گئی ہے، نوجوان کنواری لڑکیوں کو بنا سنوار کر ان کے باپ، دادا، ماموں،

چچا، ماں، بہن، بھائی سر بازار انھیں اپنے ساتھ لیے لیے پھرتے ہیں، بلکہ اس میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سات برس کے بچے کو نماز کا حکم کرو اور دس برس کا بچہ اگر نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر پڑھائیں۔

قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ کا یہی مطلب ہے۔ یہ خیال کر کے کہ یہ بچہ ابھی چھوٹی عمر کا ہے، نماز ابھی اس پر فرض تو ہے نہیں، ہم درگزر کر جاتے ہیں، اور اسے صبح طلوعِ شمس تک کے بعد تک سویا رہنے دیتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ پھر بالغ ہو کر بھی نماز نہیں پڑھتا، اس لیے کہ اُسے شروع بچپن سے یہ عادت نہیں ڈالی گئی۔

ماں باپ کو اگر اپنی اولاد سے سچی محبت ہے اور ان کا خود جنّت و جہنم اور قیامت میں حساب زندگی پر ایمان ہے تو اپنی اولاد کو اللہ رب العزت کی ذرا سی نافرمانی سے بھی اس طرح بچانا چاہیے، جس طرح ہم چھوٹے بچے کو آگ، زہر، سانپ وغیرہ سے بچاتے اور ڈراتے ہیں، بلکہ بچوں کے دلوں میں اللہ کے عذاب کا خوف ان ہولناک چیزوں سے بھی زیادہ پیدا کرنا چاہیے، اس لیے کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جائیگا زہر کھانے اور سانپ ڈسنے سے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ انسان

مر جائے گا، لیکن مالکِ دو جہان کی نافرمانی کے نتیجے میں جہنم کا عذاب انسان برداشت نہیں کر سکے گا۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی :۔ (سورہ اعلیٰ) نہ انسان وہاں مرے گا نہ زندہ رہے گا۔

میں پہلی مرتبہ طائف میں اکیلا گیا، گرمیوں میں وہاں رات کو لحاف اوڑھتے ہیں، بازار پُر رونق، ہر طرف بڑی گہما گہمی، طائف سرسبز و شاداب اور پہاڑی مقام ہونے کے سبب گرمیوں میں اس جگہ والیٔ مملکت کے ساتھ حکومت کے بہت سے دفاتر بھی وہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور ان دنوں وہاں رونق بہت بڑھ جاتی ہے، امراء و وزراء کے ہاں قیام کے باعث وہاں کے دوکانداروں کا کام چمک اٹھتا ہے۔ میں ہر سال ہی حج کے بعد بال بچوں سمیت تین چار ماہ مدینہ طیبہ میں اور تین چار مہینے طائف میں گزارتا تھا۔ اور حج کے قریب مکہ مکرمہ واپس آکر اپنی دوکان کھول لیتا تھا۔

سعودی عرب میں عطر کا استعمال

مدینہ منورہ کی طرح طائف میں بھی عطر کا بکس اپنے ساتھ لے جاتا، اور یہاں بھی امراء کے مکانوں پر ان کی مجالس میں عطر فروخت

کرتا۔ مکہ مکرّمہ، مدینہ منورہ، ریاض، طائف، جدّہ، ہر جگہ عطر کثرت سے استعمال ہوتا ہے چھوٹے چھوٹے بچّے پانی کی طرح عطر استعمال کرتے ہیں، میرے خیال میں جس قدر حجاز میں عطر استعمال ہوتا ہے دُنیا میں شاید ہی کسی جگہ ہوتا ہو، شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ سرورِ کائنات کو خوشبُو سے بے حد محبّت تھی، آپ جس گلی میں گزر جاتے وہ گلی خوشبو سے معطر ہو جاتی۔ بعد میں اس گلی سے گزرنے والوں کو اندازہ ہو جاتا کہ حضور صلعم اس گلی سے تشریف لے گئے ہونگے۔ اس خطۂ پاک کے رہنے والوں کو بھی عطر سے پیار ہے جس سے ان کے پیارے نبیؐ کو پیار تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کوئی شخص کچّا لہسن، پیاز کھا کر مسجد میں نہ آئے اور جماعت میں شامل نہ ہو، (جبتک اُس کی بُو زائل نہ ہو) اس سے پاس کھڑے ہونیوالے نمازیوں اور فرشتوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ آنحضور کے اس ارشادِ مبارک کے پیشِ نظر تمباکو نوشی پر نظر کرنی چاہیے جو کہ ایک بدبودار چیز ہے اور عوام کے علاوہ اس کو ہمارے علماء، وفضلاء، اور حفاظِ قرآن تک بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔

میں نے کبھی کسی کام سے شرم محسوس نہیں کی، خواہ وُہ چھوٹا ہو یا بڑا تجارت ہو کہ صنعت، جیسا موقع پیش آیا، اس کے مطابق عمل کیا بس یہ دیکھا کہ حلال روزی ہو، کام ایسا نہ ہو کہ جس میں مصروفیت کے سبب نماز باجماعت فوت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بڑا اکرم کیا ہے کہ میں جہاں بھی گیا ہوں، جس

جگہ کام کیا، دوکان مسجد کے قریب ملی، اور نماز جماعت کے ساتھ نصیب ہوئی، حتی کہ مکہ مکرمہ میں بھی حرم شریف کے باہر باب الزیادہ پر حرم سے نکلتے ہوئے میری تیسری دوکان تھی، جہاں سے اندرونِ حرم کا رُوح پرور منظر اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے لوگ دکھائی دیتے تھے، میری اس خوش قسمتی پر وہاں دیکھنے والے بڑا رشک کرتے تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ (یہ اللہ ہی کا فضل ہے) انا اشکر اللہ علی احسانہ ھذا۔ (میں اللہ کے اس احسان پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔)

طائف میں ان دنوں علاوہ امراء و رؤساء و تجّار کے بڑے بڑے علماء بھی پہنچ جاتے، وہاں ان کے مواعظ حسنہ سنتے، ان میں شیخ عبدالرزاق حمزہ خطیب حرم بھی ہوتے، یہ سلفی العقیدہ مصری عالم ہیں۔ مدّتوں دارالحدیث مکہ میں مدّرس رہے، اور بیت اللہ میں خطبہ دیتے رہے ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنّف ہیں، طائف میں میری اکثر مجلس ان کے ساتھ رہتی تھی، آپ حد درجہ خلیق اور بہت عالم فاضل ہیں، طائف میں مجھ سے عطر خریدتے اب بوڑھے ہو چکے ہیں، اور ٹانگوں میں درد کے سبب بمشکل تمام چلتے پھرتے ہیں۔

ملک عبدالعزیز رحمہ والیِ مملکۃ سعودیہ کی وفات طائف میں ہوئی، تو

اس وقت مَیں وہاں موجود تھا۔

طائف میں پاکستانی ڈاکٹر محسن صاحب

ڈاکٹر محسن جو کہ قصور کے رہنے والے ہیں، امریکہ سے تپ دق کے سپیشلسٹ بن کر آئے ہیں، عمرہ کی نیّت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہُوئے، علی الصبح بیتُ اللہ میں بحالتِ احرام طواف کر رہے تھے تو اپنی شکلِ جمیل کے باعث پچیس تیس سال کے انگریز نوجوان معلوم ہو رہے تھے، میں نے طواف میں ان کی محویت، استغراق اور وارفتگی کا عالم دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ یہ نووارد جوان کوئی فرشتہ سیرت آدمی ہے۔

وُہ بیت اللہ کی زیارت کر کے بیت اللہ ہی کے ہو کر رہ گئے، اپنا گھر بار بھُول گئے۔! بیت اللہ کی کشش نے انھیں بیت اللہ کا مجاور بنا دیا، ڈاکٹری کی اعلیٰ سندات ان کے پاس تھیں حکومتِ سعودی کو درخواست دی جو فوراً قبول ہو گئی، اور طائف میں تپِ دق کے ہسپتال میں ملازم ہو گئے اور وہیں ایک عفیفہ فلسطینی لیڈی ڈاکٹر سے شادی کر لی، طبیعت میں قبولیتِ دین کی صلاحیّت تھی، اور ذہن اچھا پایا تھا، علمِ دین کا شوق ہُوا، کثرتِ مطالعہ نے بہت جلد انھیں دینی مسائل سے آگاہ کر دیا اور عرب لوگوں سے دن رات اختلاط کے سبب بخوبی عربی سمجھنے، لکھنے اور

پڑھنے لگ گئے، اتباعِ سنت کا جذبہ اس درجہ تھا کہ ڈاڑھی رکھ لی۔ لباس بہت ستھرا اجلا پہنتے تھے، اور مجسم مبلّغ بن گئے تھے۔ علاج کے لیے جو کوئی آتا، اُسے بڑے پیارے انداز سے کچھ نہ کچھ تبلیغِ دین کرتے، پھر دوا دیتے سرکاری ملازمت کے علاوہ انھوں نے اپنا مطب بھی کھول رکھا تھا، جہاں فارغ اوقات میں وُہ مریضوں کو دیکھتے تھے، میں کبھی اکیلا طائف جاتا، تو مہینہ مہینہ دو دو مہینہ ان کے پاس ہی قیام کرتا، ان کے پاس تفسیر طبری ضرور موجود ہوتی، اس کا مطالعہ کرتے رہتے، اور میں بھی اسے پڑھتا رہتا، تفسیر طبری کو اُمّ التفاسیر کہا جاتا ہے وُہ دہی کے بہت شوقین تھے، کھانے کے ساتھ ایک بڑا پیالہ دہی کا ضرور ہوتا، فرمایا کرتے کہ دہی بہت مفید شے ہے، یہ مقوّیِ بدن بھی ہے، اور بہت سی بیماریوں کا قدرتی علاج بھی ہے قربِ طائف کے رہنے والے شیخ حمود کا بھی ان کے پاس بہت آنا جانا تھا۔

شیخ حمود غامدی ایک شعلہ بیان مقرر اور بے باک واعظ ہیں، جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر حرم شریف میں تقریر کرتے ہیں تو سامعین کا ایک سیلاب ہوتا ہے جو انھیں گھیر لیتا ہے، آپ بڑی بے خوفی سے ٹھیٹھ اسلام پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محسن ان دنوں ایک معاون انگریزی اور عربی دان معقول مشاہرہ پر اپنے پاس رکھے ہوئے تھے، جو کہ بخاری شریف کا

انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے، امید ہے یہ کارِ خیر اب تک پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہوگا۔ طائف کے ارد گرد کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے، اور ہر قسم کی سبزی بکثرت پیدا ہوتی ہے، طائف سے یمن کو جو راستہ جاتا ہے، وُہ بڑا سرسبز و شاداب ہے، اس راہ میں پھلوں اور پانی کی فراوانی کے باعث آبادی کی کثرت ہے، حائل وابہا وغیرہ بڑی بڑی بستیاں اسی راہ میں ہیں، اس علاقے کے لوگ بڑے دیندار، مہمان نواز اور سیدھے سادھے ہیں، جگہ جگہ دینی مدارس اور مساجد بکثرت قائم ہیں، امن اس قدر کہ اگر کوئی نوجوان خاتون زیور سے آراستہ رات دن جنگل میں اکیلی سفر کرے تو اُس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

طائف میں ایک بدّو سے دوستی

طائف میں مسعد نامی ایک بدّو سے میری دوستی ہوگئی، ایک دن وُہ میرے پاس آیا، اور کہا کہ کل دوپہر ہمارے ہاں آپ کی دعوتِ طعام ہے، چنانچہ وُہ اگلے روز وقتِ مقرّرہ پر مجھے اپنے ساتھ لے گیا، شہر سے باہر میدان میں ایک جگہ پچیس تیس خیمے لگے ہوئے تھے۔ یہ خیمے اس کے اپنے خاندان کے تھے جن میں الگ الگ ان کے چھ بھائی سعد، سعود، سعید، مسعود، مساعد، ساعد رہتے تھے، ان کا پورا گھرانہ ہی

باسعادت معلوم ہوتا ہے۔ باقی خیمے ان کے دوسرے عزیزوں کے تھے یہ خیمے ان کی اپنی دستی صنعت تھی، جو کہ اونٹ، بھیڑ وغیرہ کی اُون کات کر خود ہی بُنے ہوتے تھے، یہ خیمے نہایت خوبصورت تھے، اور بڑے بڑے لمبے چوڑے، جن میں کہ پچاس سے ستر تک آدمی بڑے آرام سے بیٹھ سکتے تھے، ان خیموں میں گھر کا ہر قسم کا ضروری سامان موجود تھا، اور بڑے دیدہ زیب قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔

مجھے ایک خیمہ میں بٹھا دیا گیا، جہاں اس کے پانچوں بھائی اور دُوسرے چندان کے اقربا۔ واحباب بھی آگئے، اُن سب کا مجھ سے تعارف کرایا گیا، اس کے بعد ایک بہت بڑے تھال میں نمکین مصالحہ دار چاول اور اُن کے اُوپر بُھنا ہُوا دنبہ سالم رکھ دیا گیا، اور اس کے ساتھ چھُریاں رکھ دی گئیں۔

جو جتنا چاہے، گوشت کاٹ کاٹ کر چاول کے ساتھ کھائے، یہ اُن کے نزدیک بہترین کھانا ہوتا ہے، جو کہ وُہ کسی خاص مہمان کی آمد پر اس کی پذیرائی کی خوشی میں تیار کرتے ہیں۔ واقعی یہ کھانا بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد مسعد کے دوسرے بھائی باری باری اپنے خیموں میں مجھے لے گئے، وہاں انھوں نے بڑی شفقت سے مجھے عربی قہوہ پلایا، ہر

خیمہ میں مَیں نے دیکھا، کہ بے شمار تلواریں اور بندوقیں لٹک رہی ہیں، اسکی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتلایا کہ ہم بغیر وردی کے سرکاری فوج ہیں حکومت ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تنخواہ مقرر کر دیتی ہے، اور وُہ تاحینِ حیات قائم رہتی ہے۔ فنِ حرب سے ہمیں اوائلِ عمر سے ہی واقف کرا دیا جاتا ہے، اور بچپن ہی میں بندوق تلوار چلانی ہمیں سکھادی جاتی ہے، اور بوقتِ ضرورت حکومت ہمیں جب چاہے، طلب کر لیتی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہُوا، ان بدوؤں کے ہاں اکثر دو دو چار چار بیویاں ہیں میں نے ان سے کہا، کہ اس غربت میں تم دو دو چار چار بیویاں کیسے رکھتے ہو؟ وُہ کہنے لگے کہ ہم غربت کو غربت نہیں سمجھتے، ہم ہر حال میں قانع ہیں اور ہماری بیویاں بھی صابرہ و شاکرہ ہوتی ہیں اور ہمارے ہاں دو چار شادیاں عیب نہیں، بلکہ ہماری بیویوں کے والدین کوشش کر کے خود ہماری دُوسری شادیاں کراتے ہیں اور ہماری بیویاں آپس میں بڑی محبت و مروّت کے ساتھ رہتی ہیں۔ اور ایک دوسری کے دُکھ درد میں کام آتی ہیں اور یہ بڑے فائدے کی چیز ہے۔ ہمارے ہر بچے کو حکومت سے تنخواہ الگ ملتی ہے اور ہم بھیڑ بکریاں، اونٹ پالتے ہیں یہ ہماری بڑی تجارت ہے، ہمیں معاشی لحاظ سے کوئی تکلیف نہیں۔

ہم نسل در نسل جنگلوں اور خیموں ہی میں رہتے آئے ہیں، اس لیے ہمیں یہی ماحول پسند ہے، ہم کھلی ہوا کے عادی ہیں، شہروں اور تنگ و تار مکانوں میں ہمیں رہنا پسند نہیں۔ یہ لوگ بڑے دیندار، نیک طبع، خوش خو اور بہادر تھے، ان کی عورتیں پردے کی سخت پابند تھیں کہ ان کے برقعے آدھ گز زمین پر گھسٹتے تھے، مگر پردے کی حالت میں محنت و مشقت کے کام انجام دیتی تھیں اور بڑی جفاکش تھیں، اپنے جانوروں کو چرانا، دُور دُور سے پانی کی بڑی بڑی مشکیں اپنی پیٹھوں پر لاد کر لانا، ان کا روزمرّہ کا معمول تھا، اپنے خاوندوں کی حد درجہ اطاعت گزار تھیں۔ دورانِ گفتگو مرد و عورت بات بات پر کئی کئی مرتبہ کہتے صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ؐ جب ان میں سے ایک شخص یہ کلمہ کہتا تو دوسرے اسی وقت درود شریف پڑھنے لگ جاتے۔ سبحان اللہ یہ کتنا پاکیزہ ماحول تھا اور کتنا شائستہ گھرانا ہے، کہ جس کا ہر فرد اپنے حقیقی محسن اعظم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بات بات میں درود و سلام پڑھتا ہے، کاش! ہم بھی اس پیارے طریقہ پر عمل کریں۔

درود شریف کے فضائل

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اوپر نبی ؐ کے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ (سورۂ احزاب)

اللہ اللہ! کیا شان، کیا عظمت! کیا مرتبہ ہے سید الاولین و الآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی وروحی و قلبی کا کہ آپؐ پر خود خالقِ کائنات رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے سلام و دعا بھیج رہے ہیں، اور ہمیں بھی حکم ہو رہا ہے کہ میرے حبیبؐ پر تم بھی درود و سلام بھیجو۔ قرآنِ کریم میں حکم اور خطاب کا یہ پیارا انداز صرف اور صرف ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے لیے ہی اختیار کیا گیا ہے۔ یہ اعزاز، یہ شرف صرف عمل درود ہی کو حاصل ہے، علاوہ ازیں قرآن وحدیث سے اور کوئی بھی عمل ایسا معلوم

نہیں ہوتا۔ جس میں خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے شامل ہوں اور اُن میں تمام اہلِ ایمان کو شمولیت کی ہدایت کی گئی ہو۔ جس کام میں خود اللہ پاک اور اس کے فرشتے شریک ہوں، اور پھر اس کام میں مومنوں کو بھی شامل کیا جائے، اس کام کی رفعت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے :۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الانشراح) اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ؎

ہوتا ہے رفعنا لک ذکرک سے یہ ثابت خود ربّ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

چنانچہ کلمۂ شہادت میں، اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خالق کے نام کے ساتھ اگر مخلوق میں سے کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ ہی کا۔

لکَ میں لام تخصیص کا ہے۔ یعنی ایسی رفعت صرف اور صرف آپ ہی کے لیے ہے۔ پوری کائنات میں کوئی بھی آپؐ کا شریک نہیں۔ رفعِ ذکر کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ منکرین و معاندین میں جو چوٹی کے سردار و اکابر ہیں اُن تک کو آپؐ کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے۔ یہ لوگ بھی آپؐ کا نام عزّت و احترام سے لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ

جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُوْلُ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ۔ (ابن کثیر)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کرتے ہیں، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے، اور فرمایا، میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے، میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں،؟ آپ نے فرمایا خدا ہی کو پورا علم ہے، فرمایا (اللہ تعالےٰ نے) جب میں ذکر کیا جاؤں، آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

حضرت صرصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لَا يَصِحُّ الْاَذَانُ فِي الْفَرْضِ اِلَّا ۔۔۔ بِاِسْمِهِ الْعَذْبِ فِي الْفَمِ الْمَرْضِيِّ

اَلَمْ تَرَ اَنَّا لَا يَصِحُّ اَذَانُنَا ۔۔۔ وَلَا فَرْضُنَا اِنْ لَمْ نُكَرِّرْهُ فِيْهِمَا (ابن کثیر)

فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو اپنے منہ سے ادا ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے۔

اللہ تعالےٰ نے سابقہ آسمانی کتب میں آپ کا تذکرہ فرمایا اور عہدۂ نبوت قیامت تک کے لیے آپ کی ذاتِ گرامی پر ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اُن کے نام سے پکارا،

جیسے یا عیسیٰؑ، یا موسیٰؑ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ سے مخاطب فرمایا، اور قرآنِ کریم میں بہت سی جگہ اپنے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر فرمایا، مثلاً وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ (توبہ) اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (نساء) جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (نساء) اطاعت کرو اللہ کی اور رسولؐ کی۔ بلکہ آپؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا، مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (نساء) جس نے رسول کی پیروی کی، حقیقت میں اس نے اللہ کی پیروی کی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ (الفتح) بیشک جن لوگوں نے آپؐ سے بیعت کی، درحقیقت انھوں نے اللہ تعالےٰ سے بیعت کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط قرار دی۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے، قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران) اے میرے پیارے رسولؐ! آپ اعلان کر دیں اگر تم اللہ سے دوستی چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر تمہیں اللہ اپنا دوست بنائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کا اعلان

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (نور) پس چاہیے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو آپؐ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں (اگر وہ باز نہ آئے) تو دنیا میں وہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (یا پھر قیامت کے دن) انھیں دردناک عذاب ہو گا۔

سرتابیٔ فرمانِ محمدؐ سے خبردار
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

صلوٰۃ وسلام کے معنی

لفظِ صلوٰۃ عربی لغت میں چند معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، مدح وثنار، رحمت، دعار آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے، اس سے مراد نزولِ رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب اُن کا آپؐ کے لیے دعا کرنا ہے۔ اور عام مومنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعا اور مدح وثنا کا مجموعہ ہے۔ عام مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام کے مذکورہ طریقہ کی حکمت

جو طریقہ صلوٰۃ وسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک اور آپؐ کے عمل سے ثابت ہوا، اس کا حاصل یہ ہے

کہ ہم سب مسلمان آپؐ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعا کریں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ ہم آپؐ کی تعظیم وتکریم کا حق خود ادا کریں۔ مگر طریقہ یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں، اس میں اشارہ اس طرف ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعظیم واطاعت پورا ادا کرنا ہمارے کسی کے بس کی بات نہیں، اس لیے ہم پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں۔ (روح) مسئلہ: لفظِ صلوٰۃ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کے لیے استعمال کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ امام بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔

لَا یُصَلّٰی عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ تُدْعٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ۔ (معارف القرآن)

جس طرح اس خالق کائنات، ناظم موجودات، ربّ سموات والارض کا ہم بندوں پر حق ہے کہ ہم اس کی تحمید وتقدیس اور عبادت واطاعت سے اس کی مقدس بارگاہ میں اپنی عبدیّت کا نذرانہ پیش کریں۔ اور اس سے اُس منزّہ عن العیوب ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس میں ہمارا ہی نفع ہے۔

اسی طرح اس کے حبیب حضرت محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰے، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین، خاتم الانبیاء والمرسلین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و کمالات اور آپ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ کے بے حد و حساب احسانات کا یہ تقاضا ہے کہ ہم گنہگار امتی بارگاہِ رسالت میں عقیدت و محبت اور وفاکیشی و نیازمندی کا ہدیہ پیش کریں۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے درود و سلام کا یہ پیارا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ اس کا مقصد آپ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں، بلکہ اپنے ہی فائدے کے لیے اللہ تعالےٰ سے اجر و ثواب پانے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کے حبیبِ پاک کی قربت و رفاقت کے حصول کے لیے درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔

درود و سلام کی خاص حکمت

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیازمندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے درود و سلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے بعد سب سے مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں۔

اور ان میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب اُن کے بارے میں بھی یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر دُرود و سلام بھیجا جائے، (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دُعا کی جائے،) تو معلوم ہُوا کہ وُہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظرِ کرم کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقامِ عالی یہی ہے کہ اُن کے واسطے اللہ تعالےٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ دُعائیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا اکرم ہے ربِّ کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسُولوں کا، اور خاص کر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دُعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدّس ہستیوں کا دُعا گو ہو، وُہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے! (معارف الحدیث)

دُرود شریف کے فوائد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرًا۔ (مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی

عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ ۔ (النسائی)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو بندہ مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اور اس کی دس خطائیں معاف کردی جاتی ہیں۔ اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔

آپؐ کے ذکر کے وقت درود شریف نہ پڑھنے والوں کے لیے ذلّت و ہلاکت!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ذلیل و خوار ہو وُہ آدمی جس کے رُوبرُو میرا ذکر آیا، اور اس نے اس وقت مجھ پر درُود نہیں پڑھا۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ۔ (ترمذی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اصلی بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وُہ مجھ پر درُود نہ بھیجے۔

مستدرک حاکم میں بسندِ صحیح کعب بن عُجرہ سے روایت ہے، ایک دفعہ آپؐ خطبہ کے لیے منبر پر تشریف لائے، جب آپؐ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا، فرمایا، آمین! پھر جب دُوسرے درجے پر قدم رکھا پھر فرمایا، آمین! اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم رکھا پھر فرمایا، آمین! جب آپؐ خُطبے سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اُتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آج ہم نے آپؐ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے نہیں سُنتے تھے، (یعنی منبر کے ہر درجے پر قدم رکھتے وقت آپؐ جب آمین فرماتے تھے) یہ نئی بات تھی۔ آپؐ نے فرمایا، جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبریل امین آگئے اُنھوں نے کہا کہ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ (تباہ و برباد ہو وُہ محروم جو رمضان مبارک پائے اور اس میں بھی اس کی بخشش کا فیصلہ نہ ہو) تو میں نے کہا، آمین! پھر جب میں نے منبر کے دُوسرے درجے پر قدم رکھا تو اُنھوں نے کہا بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ۔ (تباہ و برباد ہو وُہ بے توفیق و بے نصیب جس کے سامنے آپؐ کا ذکر آئے اور وُہ اُس وقت بھی آپؐ پر دُرود نہ بھیجے) تو میں نے اس پر بھی کہا، آمین!

پھر جب میں نے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مستدرک حاکم) ہلاک ہو وہ بدقسمت جس کی زندگی میں اسکے ماں باپ یا انمیں سے کوئی بڑھاپے کو پہنچ جائیں وہ پھر بھی انکی خدمت کرکے جنت میں جاوے، تو میں نے کہا آمین۔ اس حدیث سے مذکورہ بالا تین قسم کے محروموں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل کی طرف سے سخت ترین بددعا کے انداز میں جس طرح انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے، یہ دراصل ان تینوں کوتاہیوں کے بارے میں سخت ترین انتباہ ہے، نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیّت کی وجہ سے فرشتوں کی دنیا اور ملاءِ اعلیٰ میں عظمت و محبوبیّت کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جو شخص آپؐ کے حق کی ادائیگی کے معاملہ میں صرف اتنی کوتاہی اور غفلت کرے کہ آپؐ کے ذکر کے وقت آپؐ پر درود نہ بھیجے تو اس کے لیے سارے ملاءِ اعلیٰ کے امام اور نمائندے حضرت جبریلؑ کے دل سے اتنی سخت بددعا نکلتی ہے اور وہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آمین کہلواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ہر تقصیر اور کوتاہی سے محفوظ رکھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق شناسی اور حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔

جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا جاتا قیامت کے دن وُہ مجلس حسرت و خُسران کا باعث ہوگی!

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهٖ اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ۔ (رواہ الترمذی) حضرت ابوہریرہ رضی روایت کرتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ کسی جگہ اکٹھے بیٹھے، پھر انھوں نے وہاں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ ہی اس کے نبیؐ پر درُود بھیجا ایسے لوگوں کے لیے وُہ مجلس قیامت کے روز حسرت وافسوس کا سبب ہوگی، پھر چاہے اللہ انھیں عذاب دے، چاہے بخش دے۔

قیامت کے دن آنحضرتؐ کے قُرب کا ذریعہ کثرتِ درُود ہے۔!

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوةً۔ (رواہ الترمذی)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب وُہ شخص ہوگا، جو تم میں سے سب سے زیادہ مجھ پر درُود پڑھتا ہوگا۔

حضورؐ کی شفاعت کے لیے حضورؐ ہی کا بتایا ہُوا طریقہ

عَنْ رُوَیْفِعِ ابْنِ

ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔ (رواه احمد) رویفع بن ثابت سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے مجھ پر درود پڑھا اور ساتھ ہی یہ دعا کی، اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (اے اللہ! اپنے نبی ؐ کو قیامت کے دن اپنے قریب نشست (کرسی عطا فرما) اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میدانِ محشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی میں آپؐ پر درود پڑھا کرے، آپؐ کی شفاعت اور آپؐ کے قرب کے حصول کے لیے کثرتِ درود نسخۂ بے خطا ہے۔

درود شریف کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی —— عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (رواه الترمذی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا، دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، اوپر نہیں جاتی، جب تک

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود نہ بھیجا جاتے، دُعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ دُعا، حلال، جائز کام کے لیے ہو، پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف، پھر درُود شریف پڑھا جائے، پھر پوری امید و یقین کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کی جائے، آخر میں پھر درُود پڑھا جائے۔ اس کے بعد آمین پر دُعا ختم کی جائے۔

ثمرات و برکاتِ درُود کا مختصر الفاظ میں بیان!

درُود اللہ تعالیٰ و تبارک کی فرماں برداری اور تعمیلِ حکم ہے۔

اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت۔ گو نوعیت میں ہماری صلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مختلف ہوں۔ کیونکہ ہماری صلوٰۃ تو دُعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ثنا و تشریف ہے۔

درُود خوانی میں فرشتوں کے ساتھ موافقت۔

ایک دفعہ درُود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس ۱۰ رحمتوں کا ملنا۔

ایک دفعہ کے درُود پر دس درجات کا بلند کیا جانا۔

ایک دفعہ درُود شریف پڑھنے سے دس حسنات کا مل جانا۔

ایک دفعہ درُود کے پڑھنے سے دس سیئات و بدیوں کا محو کر دیا جانا۔

جب درود دعا سے اول ہو تو اُس دُعا کی قبولیت کی امید ہونا، کیوں کہ درود شریف دُعا کو ربّ العلمین تک لے جاتا ہے۔ اور بلا درود کے زمین و آسمان کے اندر ہی دُعا روک لی جاتی ہے۔

درود شریف گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

درود قیامت کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہونے کا سبب ہے۔

تنگ دست کے لیے درود قائم مقام صدقہ ہے۔

درود قضاء حاجات کا وسیلہ ہے۔

درود اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دُعائے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب ہے۔

درود موت سے پہلے بندہ کو بشارتِ جنّت مل جانے کا سبب ہے۔

درود اہوالِ قیامت سے نجات کا سبب ہے۔

مجلس درود سے پاکیزہ ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ نشست اہلِ مجلس کے لیے حسرت نہیں بنتی۔

درود شریف سے فقر و تنگ دستی جاتی رہتی ہے۔

درود شریف پڑھنے کے طفیل اسمِ بخل بندہ سے دُور ہو جاتا ہے۔

درود شریف درُود خواں کو طریقِ جنّت پر چلاتا ہے اور جو درُود کا تارک ہے وُہ راہِ بہشت چھوڑ بیٹھتا ہے۔

درُود سبب ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کے دوام و زیادت و افزونی کا اور یہ صفت مراتبِ ایمان میں سے ایک مرتبہ ہے۔ جس کے بغیر ایمان کامل اور تمام نہیں ہوتا، کیونکہ انسان جس قدر زیادہ محبُوب کا ذکر کرے گا، محبُوب اور اس کی خوبیوں کو یاد رکھے گا۔ اور ان مضامین کو جو محبّت بھڑکا دینے والے ہیں، پیشِ نظر رکھے گا، اسی قدر اس کی محبّت بڑھے گی، اور شوق کامل ہوگا حتیٰ کہ تمام دِل پر چھا جائے گا۔ لیکن جب ذکر چھوڑ دے اور اُس کے محاسن کو دل میں جگہ نہ دے، تب محبت کم ہو جاوے گی۔ یہ یاد رکھو کہ جس طرح آنکھ کی ٹھنڈک دیدارِ یار ہے، اسی طرح دل کی تسکین اس کی اور اس کے محاسن کی یاد ہے۔ جب یہ صفت دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے تو زبان خود بخود مدح و ثنا میں جاری ہو جاتی ہے اور محبُوب کی تعریف و محامد برابر بیان کیا کرتی ہے۔ اور اس صفت میں کمی و بیشی اصل محبت کی کمی و بیشی کے موافق ہُوا کرتی ہے۔ حسّ و مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔

(از جلاء الافہام لابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

مکہ مکرمہ کے بعض یادگار اہم واقعات

دُنیا بھر میں مسجدِ حرام ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں دن رات چوبیس گھنٹے ہر آن ہر لمحہ رَبُّ السمٰوات یعنی خالق کائنات کی عبادت ہوتی ہے، سردی ہو یا گرمی، سخت دھوپ ہو یا بارش، رات ہو کہ دن، اوقاتِ نماز کے علاوہ ہر وقت کعبۂ معظمہ کا طواف ہوتا رہتا ہے۔

چشم دید واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ سخت بارش کے سبب مسجد حرام میں سَر تک پانی بھر گیا، لیکن زائرینِ کعبہ اس وقت بھی تیر کر طوافِ بیت اللہ میں مصروف تھے۔

بیت اللہ میں خاصیّت ہے کہ جب پہلی مرتبہ ایک مومن کو اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے تو فرطِ محبّت و مسّرت سے اس کے دل میں ایک ہیجان سا پیدا ہو جاتا ہے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اور بعض لوگ بے اختیار چیخ اٹھتے ہیں، اگر کوئی بابِ کعبہ پر بدرگاہِ ربِّ کعبہ جائز امر کے لیے دُعا کرتا ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے، جیسا کہ میرا خود ذاتی تجربہ ہے۔

میرے ایک دوست کا لڑکا گم ہوگیا، وُہ بڑے پریشان تھے، انھوں نے حرم شریف میں جاکر دو نفل پڑھے، اور پھر ملتزم (باب کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان کی جگہ) پر گڑگڑا کر دُعا کی۔ جونہی کہ ملتزم پہ دُعا کرکے ہٹنے لگے، ان کا لڑکا ان کے عقب میں کھڑا تھا، ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ وہاں دُعا فوراً مستجاب ہوتی ہے، خدا کی شان! کہ مسجدِ حرام ہر وقت بقعۂ نور بنی رہتی ہے، کوئی طواف کر رہا ہے، کوئی نفل پڑھ رہا ہے، کوئی حطیم میں میزابِ کعبہ (پرنالے) کے نیچے دُعا کر رہا ہے، کوئی ملتزم پر کھڑا اللہ کے سامنے رو رہا ہے کوئی مقامِ ابراہیم پہ گڑگڑا رہا ہے، کوئی بیٹھا ہوا کعبہ کی طرف محوِ نظارہ ہے، اور کوئی ذکر اللہ میں مشغول ہے۔

مکہ مکرمہ کے بعض علماء کرام

کہیں کوئی پاکستانی عالم درس دے رہا ہے، کہیں سوڈانی، کہیں چینی، کہیں مصری، کہیں حجازی، کہیں رُوسی، کہیں ترکی، کہیں شامی، کہیں جاوی، کہیں ہندی کہیں افریقی۔ غرض ملک ملک کے علماء اپنی اپنی زبان میں درس دیتے ہیں۔

سید علی علوی خوش شکل و خوش لباس باب السلام و باب الدریبہ کے درمیان بعد العصر درس دیتے، سفید لباس پہنتے، سر پر عمامہ ہوتا، عمامہ پر سفید چادر۔ شکل صورت بڑی خوبصورت پائی تھی۔ اور پھر سفید لباس میں ملبوس ہو کر

درسِ قرآن دیتے تو بڑے ہی بھلے معلوم ہوتے، ان کا درس بڑا مؤثر تھا۔ درس عربی میں ہوتا تھا، اگرچہ عصر کے بعد کا وقت کاروبار کا ہوتا ہے مگر اس وقت بھی ان کے درس میں بڑا مجمع ہوتا، جو مغرب کی اذان تک رہتا، وُہ اب فوت ہو چکے ہیں، ان کی جگہ اب ان کے صاحبزادے اسی مقام پر درس دے رہے ہیں، جس روز وُہ فوت ہوئے، اس روز بھی درس بند نہیں ہُوا، والد کو دفن کر کے آئے ہیں اور اسی روز اسی مقام پر درس دے رہے ہیں، قرآن و حدیث سے جنھیں سچی لگن ہے، وُہ رُشد و ہدایت کے ان سرچشموں سے بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ اور وُہ اِن سے اکتسابِ فیض کسی حالت میں بھی ترک نہیں کرتے۔ میں نے ان کے بہت سے درس سُنے ہیں۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔

مولانا عبدالحق ہاشمی الپاکستانی

رکنِ یمانی کے سامنے دارالحدیث کے اور دُوسرے طلباء کے لیے خصوصی درس دیتے تھے، ان کے درس میں بھی طلباء اور عوام کا بڑا ہجوم رہتا تھا، اور آپ دارالحدیث میں مدرس بھی تھے۔ میرے چلے آنے کے بعد آپ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

مولانا احمد سعید مکہ مکرمہ میں تبلیغی جماعت کے امیر ہیں، نحیف و کمزور

آدمی ہیں، مگر مخلص اور نیک اور انسانیت کے ہمدرد ہیں۔ مسجدِ حرام میں آپ بھی باقاعدہ اُردو زبان میں مدت سے درس دے رہے ہیں۔

باب العمرہ پر مولانا عبداللہ لکھنوی مغرب کے بعد عرصہ دراز سے درس دیتے آرہے تھے، آپ اب معمّر ہوگئے ہیں، نقاہت بڑھ گئی ہے، لہٰذا کبھی کبھی درس دیتے ہیں۔ شیخ حسین موجان غامدی جب کبھی اپنے وطن غامد (طائف کے بعد یمن کی راہ پر جو علاقہ ہے اسے غامد کہتے ہیں) سے مکہ مکرمہ آتے تو مغرب کے بعد حرم شریف میں کھڑے ہوکر مسحور کن تقریر فرماتے، ان کی زبان سے عربی میں اس قدر روانی سے الفاظ نکلتے کہ آدمی دیکھ کر دنگ رہ جاتا۔

حرم شریف میں مختلف ممالک کے علماء اگرچہ درس اپنی اپنی زبان میں دیتے ہیں، لیکن سب کے سامنے کتاب اللہ اور حدیثِ رسول ﷺ ہوتی ہے حرمین شریفین کے یہ نظارے کتنے دلکش اور کتنے رُوح پرور ہیں، جس خوش بخت انسان نے بارہ سال تک ان جانفزا نظاروں کو دیکھا ہو، انھیں کس طرح بُھلا سکتا ہے، پھر یہ نظارے آنکھوں سے اوجھل ہونے پر کیسے قرار آسکتا ہے؟

دیتے ہیں دوائیں مجھے بیمار سمجھ کر، یہ کس کو خبر مجھ کو ہے آزارِ مدینہ

دُنیا کے گوشے گوشے سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں ڈوبے ہوئے دینِ حق کے متوالے وہاں جمع ہیں، ایسے لوگ جن کے دن کاروبار اور محنت و مزدوری میں اور راتیں مسجد الحرام میں بیت اللہ کے طواف اور نوافل کی ادائیگی میں گزرتی ہیں، ہر قوم، ہر ملک، ہر رنگ کے پائے جاتے ہیں۔ میرا معمول تھا مغرب کی نماز سے قبل بیوی بچوں سمیت حرم شریف میں آجاتا۔ اور پھر عشاء کی نماز کے بعد انھیں ہمراہ لیے گھر لوٹ آتا۔

مولانا عبدالشکور الساعاتی

مغرب کی نماز سے کافی دیر پہلے مولانا عبدالشکور الساعاتی (گھڑی ساز) حرم شریف میں آکر حطیم کے سامنے مطاف میں صفِ اول میں اپنی لمبی چادر بچھا لیتے، اور بعد میں ہم لوگ ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھ جاتے، ہمارے ارد گرد ہمارے خصوصی احباب شیخ علی سوڈانی، حسن یمانی، شیخ حبیب افغانی، یوسف بن نافع (مراقبِ حرم) مولانا عبدالاحد تبتی، خیر الدین ہندی، عبداللہ اکبر ہزاروی وغیرہ ہوتے، مولانا عبدالشکور بچپن میں اپنے والد محترم کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئے تھے اور آپ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے، بڑے نیک انسان اور متبحر عالم تھے۔ حرم شریف کے ساتھ ہی اُن کی گھڑی سازی کی دوکان تھی، بڑھاپے میں جب نظر کمزور ہو گئی تو اپنا کام

چھوڑ دیا تھا، ان کی اولاد سرکاری عہدوں پر فائز ہے، آپ کو بیت اللہ سے اس قدر محبت تھی کہ زندگی بھر میں شدید ضرورت پر ایک مرتبہ طائف اور جدہ گئے تھے، اور مدینہ منورہ چند بار۔ وُہ اکثر اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے کہ میں حرم مکہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہوں، میں عرض کرتا کہ آپ مدینہ طیبہ کی حاضری دیں، فرمایا کرتے، کہ کس مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں، جسے اپنی جان سے بھی زیادہ حضورؐ سے محبت نہیں، وُہ مومن ہی نہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے خود فرمایا ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (متفق علیہ) تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں بنے گا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور فرماتے کہ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ——

"اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ۔ صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوۃٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ۔ (ابن ماجہ) میری مسجد میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد الحرام میں ایک

نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

ایک نماز کے بدلہ میں ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر پچاس ہزار رکعت نماز کا آدھا ثواب دانستہ طور پر کون حاصل کرے؟ میں ان کا عجیب استدلال سُن کر خاموش ہو جاتا، احادیث کا تذکرہ ہوتا تو فرمایا کرتے کہ جس کے پاس علامہ شوکانی یمنی کی تالیف "نیل الاوطار" موجود ہو وہ اسے بہت سی کتب احادیث سے مستغنی کر دیتی ہے۔ آپ کا مکان حرم شریف سے تقریباً ڈیڑھ میل دُور پہاڑ کی بلندی پر واقع تھا، بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں بھی "اُفتاں وخیزاں" جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حرم شریف میں تشریف لاتے، اور ہمیشہ صفِ اوّل میں نماز ادا کرنے کی کوشش فرماتے، میرے وہاں سے آنے کے بعد آپ بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ حبیب مہاجر مکی افغانستان کے رہنے والے تھے، ایک عرصہ سے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، ذی علم وجیہ اور خوش پوش النسان تھے، جب بھی کسی سے ملتے تو خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ ہماری علمی مجالس کے رُوحِ رواں تھے، اُن سے اکثر مذاکرے ومباحثے ہُوا کرتے۔ افسوس کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں، رحمۃ اللہ علیہ!

یوسف بن نافع ان دنوں حرم شریف کی نگران پولیس کے عہدے دار تھے۔ آپ صاحبِ علم، متواضع اور نیک انسان ہیں، حکومت کی بہت سی کتابیں مصر میں چھپوانے کا اہتمام کرتے تھے، آپ اس عاجز سے بڑی محبت کرتے کئی مرتبہ اقامہ (رہائشی پرمٹ) کے سلسلے میں میری شخصی ضمانت دی اور آپ ہمیشہ پوچھتے رہتے کہ کوئی تکلیف یا حاجت ہو تو بتلائیے آپ بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں، انھیں میرے وہاں سے آنے کے بعد ایک حادثے میں کافی چوٹیں آگئی تھیں، اور عرصہ تک چلنے پھرنے سے معذور رہے، اب الحمدللہ ان کی صحت ٹھیک ہے، اور بخوبی چلتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

چند عجیب و غریب واقعات

میں نمازِ ظہر کے بعد حرم شریف میں اپنے استادِ محترم مولانا عبدالاحد تبتی کے پاس پڑھا کرتا تھا، تو بالعموم ہمارے پاس ایک بوڑھے میاں آنکھوں پر عینک لگائے پنجابی لباس میں قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے، علاوہ ازیں دوسرے اوقات میں بھی ہم نے انھیں قرآن کریم کی تلاوت ہی میں مشغول دیکھا، ایک دن ہم نے اُن سے پوچھا، بڑے میاں! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں، کیا مشغلہ ہے؟ ہم آپ کو جب دیکھتے ہیں،

کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف دیکھتے ہیں آپ کی خورد و نوش کا انتظام کیا ہے؛ وُہ ہمارے سوالات پر چُپ ہو رہے ہے، ہم نے پھر وُہی سوال بار بار دہرائے، وُہ پھر خاموش، ہم بار بار اُنسے یہی سوالات کر رہے تھے مگر وُہ مہر بلب تھے، ان کی اس روش نے ہمیں مزید ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، مگر ہم نے اُن کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

ہمارے سخت اصرار پر وُہ ہم سے یوں گویا ہوئے :۔

میں ضلع لاہور کا رہنے والا ہوں، آغازِ جوانی میں برما چلا گیا، اور وہیں بُود و باش اختیار کرلی، وہاں میں نے گھوڑا گاڑی بنالی اور اس میں سواریاں لے جاتا تھا، ایک دن پچھلی رات کو دروازے پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ایک خوبصورت نوجوان امیرانہ لباس زیبِ تن کیے سامنے کھڑا تھا، اُسنے مجھ سے کہا، کہ تم اس وقت مجھے فلاں جگہ چھوڑ آؤ، مجھے فوری کام ہے، میں تمہیں معقول اُجرت دُوں گا، فی الحقیقت جس جگہ اس نے مجھے پہنچانے کے لیے کہا تھا، وُہ جگہ آبادی کے کنارے پر تھی، اور وہاں سے بڑا گھنا جنگل شروع ہو جاتا ہے، میں یہ خیال کر کے کہ یہ کوئی امیر آدمی ہے، یہ اپنے قول کے مطابق اچھی اُجرت دے گا، اپنی گاڑی میں اسے بٹھا کر چل پڑا، وُہ مطلوبہ جگہ پہنچ کر گاڑی سے اُترا، اور سیدھا جنگل کی

طرف چلا گیا، جاتے ہوئے مجھے تقریباً دس روپے دے گیا، دن بھر سواریاں اُٹھا کر میں دس روپے کہیں پندرہ بیس روز میں کماتا تھا، اتنے تھوڑے عرصے میں یکبارگی دس روپے ملنے پر مجھے بڑی خوشی ہوئی، راستے میں ایک چوک آتا تھا وہاں پہنچ کر اس نے کہا تھا کہ تم روزانہ اسی وقت اس جگہ اپنی گاڑی لے آیا کرو، میں یہاں پہنچ جایا کروں گا اور تم مجھے میری مطلوبہ جگہ پر چھوڑ آیا کرو۔ چنانچہ میں نے چار[5] پانچ روز یہ عمل کیا اور روزانہ مجھے دس روپے بطور اُجرت ملتے رہے۔ مجھے اس آدمی کے بارے میں رہ رہ کے دل میں خیال آتا، کہ یہ کون آدمی ہے، جو روزانہ اتنی بھاری رقم مجھے دے دیتا ہے اور پھر رات کے اندھیرے میں جنگل کی طرف چلا جاتا ہے۔ رقم کے لالچ میں اور سوال کرنے پر ان جانے اندیشے کے پیشِ نظر میری زبان نہ کھلتی۔ اور مجھے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر ایک دن دل کڑا کر کے میں نے اُس سے پوچھ ہی لیا کہ آپ اپنے بارے میں کچھ بتلائیے، آپ کون ہیں؟ اس جنگل میں روزانہ کیوں جاتے ہیں؟ جواب میں اس نوجوان نے کہا، آپ کو اس سے کیا غرض آپ اپنے دس روپے لیتے رہیں اور میرا یہ کام کرتے رہیں، میں کہیں بھی جاؤں آپ مجھ سے کچھ نہ پوچھیے! اس نوجوان کے اس جواب سے میری تشویش اور بڑھ گئی اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کا اشتیاق بڑھ گیا، راستہ بھر میں اس سے

اظہارِ حقیقت کے لیے اصرار کرتا رہا، اور وہ کچھ بتلانے سے گریز کرتا رہا، جب وہ مقررہ جگہ پر گاڑی سے اترا تو مجھ سے کہنے لگا اگر آپ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اس معاملہ کو ضروری سمجھنا چاہتے ہیں تو میں کل آپ کو تبلاؤں گا، وہ یہ کہ کر حسبِ معمول اس جنگل میں غائب ہو گیا، اور میں نے وہ دن اور رات نہایت بے تابی کے ساتھ گزارے۔ جب رات بھیگ گئی تو میں حسبِ معمول اس چوک میں گاڑی لے کر پہنچ گیا اور وہ بھی آکر گاڑی میں بیٹھ گیا، بالکل ساکت صامت!

میں سمجھا تھا کہ حسبِ وعدہ وہ خود ہی اپنے اسرار پر سے پردہ اٹھاتے گا مگر وہ راستہ بھر بالکل خاموش رہا، ادھر میں اسکی لب کشائی کا منتظر رہا۔ تمام راستہ اسی طرح طرفین کے سکوت ہی میں طے ہو گیا، اور اس کی مقررہ جگہ آگئی اور وہ میری گاڑی سے اتر کر جنگل کی طرف چلنے لگا، میں نے اس وقت کہا، جناب آپ کا وعدہ؛ تو اس نے کہا کہ اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو اور میرے پیچھے چلے آؤ، رات کا اندھیرا اور خطرناک جنگل! اور اس کا یہ کہنا میرے پیچھے چلے آؤ اس منظر اور اس کے اس جملہ نے میرے اوسان خطاء کر دیے، ڈر کے مارے کلیجہ منہ کو آرہا تھا، اس کی حکم عدولی کا بھی خطرہ اور اس کے پیچھے جنگل میں جانے کا بھی خوف۔ تاہم طوعاً وکرہاً چل پڑا، قدم بوجھل ہو رہے تھے اور طبیعت پر خوف غالب تھا، ہم جنگل میں تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ وہ نوجوان آنکھوں

کے سامنے سے یک دم غائب ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چند قدم کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا اژدھا گردن اٹھائے اور اپنا پھن پھیلائے کھڑا ہے، اور مخصوص انداز میں پھنکارتا ہوا مجھے غور سے تک رہا ہے، میں یہ صورتِ حال دیکھ کر ایسا دوڑا کہ گھر پہنچ کر دم لیا، گھر پہنچتے ہی شدید لرزہ کے ساتھ مجھے بخار آ گیا اور میں مہینہ بھر سخت بیمار رہا۔ مجھے جب اس جنگل کا وُہ خوفناک نظارہ یاد آتا تو بے ہوش ہو جاتا، مدت بعد قدرے طبیعت سکون پذیر ہوئی، اور آہستہ آہستہ صحت ہو گئی، اور اس دن کے اس واقعہ کے بعد وُہ نوجوان پھر کبھی مجھے نہیں ملا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دُوسری جنگِ عظیم شروع ہو گئی، جاپان کی برما پر بمباری ہو رہی تھی، میں بمباری کے وقت ایک مکان کے برآمدے میں کھڑا تھا، اس وقت وہی نوجوان اس صورت میں میرے پاس آیا، اور کہنے لگا، مجھے پہچان لیا ہے؟ میں نے ڈرتے ہُوئے کہا، ہاں! پھر وُہ کہنے لگا، میں جن ہوں تم مجھ سے مت ڈرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، تم یہ بتاؤ کہ ایسے وقت تم یہاں رہنا چاہتے ہو یا یہاں سے نکل جانا چاہتے ہو۔؟ میں نے کہا، اگر ممکن ہو تو ضرور مجھے یہاں سے نکال لو، اس نے کہا، آنکھیں بند کرو، اور میں جب تک نہ کہوں، اپنی آنکھیں نہ کھولیں، میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، مجھے

ایسا محسوس ہوا کہ اُس نے مجھے اُوپر اُٹھا لیا ہے اور میں بڑی تیزی کے ساتھ ہوا میں اُڑتا چلا جا رہا ہوں، کچھ دیر کے بعد اُس نے کہا، "اب آنکھیں کھول لو"۔ چنانچہ میں نے اپنی آنکھیں کھول لیں اور میں اس وقت زمین پر تھا، میں نے دیکھا، جنگل میں قافلوں کی صورت بہت سے لوگ چلے جا رہے ہیں، اس وقت حج کا زمانہ قریب تھا، وُہ نوجوان مجھ سے کہنے لگا، یہ لوگ مکہ مکرمہ جا رہے ہیں، یہاں سے مکہ مکرمہ چند گھنٹوں کے فاصلہ پر ہے، تم ان کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤ، یہ سن کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی، اپنی اس سعادت پر کہ عنقریب اللہ کے گھر کی زیارت نصیب ہوگی، جس کی آرزو لے کر بہت سے لوگ یونہی مر جاتے ہیں، میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا، چنانچہ بقول اس جنّ کے چند گھنٹوں کے بعد ہم بلد الامین مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔
یہ قصّہ سُنا کر وُہ بوڑھے میاں کہنے لگے، چند ماہ گزر چکے ہیں، اس وقت سے میں یہاں ہوں، وُہ جنّ آدمی کی شکل میں نمازِ مغرب کے بعد حرم شریف کے باہر باب السلام پر مجھے ملتا رہتا ہے اور مجھے ضرورت کے لیے رقم دے دیتا ہے، ایک خوبصورت مصلّا (جس پر وُہ بوڑھے میاں بیٹھے تلاوت کر رہے تھے) کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، "یہ جائے نماز بھی مجھے اسی نے ہی دیا ہے۔

دیو ہیکل خطرناک سانپوں کا جوڑا

اسی بوڑھے میاں نے ایک دوسرا عجیب و غریب واقعہ ہمیں یہ سنایا، کہنے لگے کہ ایک دفعہ میں اپنی گاڑی میں کرایہ پہ سامان لاد کر برما سے چین کے علاقہ میں جانے لگا، جب میں ایسی جگہ پہنچا جہاں سے اس مقام تک پہنچنے کے لیے دو راستے تھے، ایک راستہ قریب کا اور ایک دُور کا، میں نے اپنے سفر کے لیے قریب کا راستہ اختیار کرنا چاہا، تو اس راستہ کے کنارے پولیس موجود تھی، جس نے بتایا کہ آگے سانپوں کا ایک بڑا موذی جوڑا ہے، جس نے راستہ روک رکھا ہے اور پولیس نے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ راستہ میں آگے کچھ فاصلہ پر دریا ہے اور اس پہ پُل بنا ہُوا ہے، وُہ سانپ اس وقت پُل پر ہیں۔ ان کے بھاری وزن سے پُل لرز رہا ہے، چنانچہ میں دوسرے راستہ سے مقامِ مقصود پہ پہنچ کر واپس آ گیا، جب میں اسی مقام پہ پہنچا، جہاں سے دو راستے پھٹتے تھے تو دیکھا کہ سات ٹرک ایک اژدھے کے ٹکڑوں سے بھرے ہُوئے وہاں کھڑے ہیں، پولیس نے بتایا کہ سانپوں کا یہ ایک جوڑا تھا ان میں سے ایک ہوائی جہاز سے گولیاں چلا کر مار دیا گیا ہے، یہ اُسی کی لاش کے ٹکڑے ہیں، اور ایک ابھی باقی ہے، اس بُوڑھے میاں کے بیان کردہ یہ دونوں واقعات بڑے عجیب اور حیرت انگیز ہیں، بظاہر یقین نہیں آتا کہ ایسا ہُوا

ہوگا، لیکن ان واقعات کی تصدیق میں حیرت کی کوئی بات نہیں، قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جنّات کی جنس (نوع) موجود ہے، سورۃ جن، سورۃ صٰفّٰت اور دوسرے کئی ایک مقامات پر قرآنِ کریم میں جنّوں کا ذکر ہے، یہ بھی قرآنِ کریم سے ثابت ہے، کہ جنوں میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی، نیز یہ کہ جن شکل بھی بدل لیتے ہیں۔

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک صحابی کی نئی نئی شادی ہوئی، وُہ بیوی کو گھر اکیلی چھوڑ کر کسی کام سے باہر گئے، واپس آئے، تو دیکھا بیوی دروازے پر کھڑی ہے، یہ دیکھ کر سرزنش کرنا چاہی تو بیوی نے کہا، اندر تشریف لا کر پہلے معاملہ کو سمجھیے، وُہ گھر کے اندر تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ اندر پھر رہا ہے، لاٹھی اٹھائی، اور سانپ پر دے ماری، چنانچہ فی الفور وُہ صحابی بھی سانپ کے ساتھ جامِ اجل پی گئے، یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار ہوا، تو آپؐ نے فرمایا، کہ بعض دفعہ سانپ کی شکل میں جنّ ہوتا ہے، سانپ کو مارنے سے پہلے اُسے کہہ دو، کہ اگر تو جنّ ہے تو غائب ہو جا، اور اگر سانپ ہے تو ٹھہرا رہ، تو اگر وُہ جنّ ہوگا تو غائب ہو جائے گا اور اگر سانپ ہوگا تو ٹھہرا رہے گا اور پھر اُسے مار دینا چاہیے۔

ہمارے رہائشی مکان میں سانپ

مکہ مکرمہ میں خود ہمارے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، ہم عشا کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر گھر پہنچے، تو ڈیوڑھی کے ساتھ والے کمرہ میں میرے بڑے لڑکے عبیدالرحمٰن نے قدم رکھا تو وہاں ایک سنہری رنگ کا سانپ موجود تھا، چنانچہ اس نے خوف سے ہمیں آواز دی، ہم دوڑ کر وہاں پہنچے تو سانپ کمرہ کے درمیان دری پر بیٹھا تھا، میں نے اسے دیکھتے ہی کہا اگر جنّ ہو تو بھاگ جاؤ اور اگر سانپ ہو تو ٹھہرے رہو! میرے اس قول کے ساتھ ہی نہ تو وُہ وہاں سے ہلا اور نہ اس نے کوئی حرکت کی، بلکہ اسی مقام پر ہماری نظروں کے سامنے غائب ہو گیا، یقیناً وُہ جنّ تھا جو کہ بغیر کسی سوراخ میں گھسے ہماری آنکھوں کے سامنے اپنے مقام پر ہی غائب ہو گیا۔

سقفِ کعبہ کی تبدیلی

میرے زمانۂ قیام میں کعبہ کی چھت بدلی گئی پہلی چھت گرا کر از سرِ نو چھت ڈالی گئی، اس مبارک تقریب پر دنیا بھر سے بڑے بڑے مسلمان بادشاہ آتے ہوئے تھے اور خود مملکت سعودیہ کے سربراہ رؤسا، شیوخ اس تقریب میں شامل تھے، نیچے سے اپنے اپنے سر پر پتھر اٹھانا اور خود سقفِ کعبہ میں نصب کرنا ہر کوئی اس کام کو اپنے لیے باعثِ سعادت ونیک بختی سمجھتا تھا۔

ربِّ کعبہ کی رحمتِ بیکراں سے اس عاجز کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی، اور کئی پتھر اپنے ہاتھ سے بیت اللہ کی چھت میں نصب کیئے، یہ بڑا روح پرور منظر تھا، اس جانفزا نظارہ کی لذت اپنے قلبِ حزیں میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

مکہ مکرمہ میں علماء و فضلاء اتقیاء و اصفیاء

مرکزِ اسلام مرجعِ خلائق مکہ مکرمہ میں دنیا بھر سے حج اور عمرہ کے لیے آئے ہوئے بڑے بڑے علماء و فضلاء ، اتقیاء ، واصفیاء ، سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، علامہ حامد فقی رئیس جماعات انصار السنہ مصر سے کئی بار ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، آپ کئی ایک ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں، اور بڑی بڑی اہم کتابوں پہ آپ کی تعالیق اور حواشی درج ہیں، آپ اب فوت ہو چکے ہیں۔ اللہ پاک ان کی قبر کو منور کرے، عراق کے مشہور شیخ محمود صواف نمازِ مغرب کے بعد حرم اقدس میں درس دیتے، ان کا درس اس قدر مؤثر تھا کہ سامعین زار زار روتے۔ آپ کلیۃ الشریعۃ میں مدرس ہیں اور میرے لڑکے عبید الرحمٰن کے استاذ ہیں، حرم میں عصر کی نماز پڑھنے آتے تو نماز کے بعد اکثر اوقات میری دوکان پر (جو کہ ان دنوں باب الزیادۃ پر تھی) کچھ دیر بیٹھ کر تشریف لے جاتے۔

سرزمینِ پاک و ہند کے جلیل القدر فرزند

محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ ان کے بھائی محمد شریف، محمد حنیف پاکستانی ہیں، مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔ مدّت سے ہجرت کر کے وہاں سکونت اختیار کرلی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ابتداء میں سعودی ہسپتال مکہ مکرمہ میں ملازم تھے، اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر اپنا مطب کھول لیا، آپ امراضِ چشم کے ماہر معالج ہیں، بڑے نیک اور مخلص آدمی ہیں، علماءِ دین سے والہانہ محبّت کرتے ہیں، ان کے تین صاجزادوں کے نام اسوقت مجھے یاد ہیں۔ عبدالرحمٰن، فضل الرحمٰن، سیف الرحمٰن، تینوں حافظِ قرآن ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دوسرے بھائی بھی نیکوکار ہیں۔ خوش قسمتی سے تینوں بھائیوں کی اولاد بھی بڑی دیندار ہے، جو شخص بھی اُن سے ملتا ہے وہ بہت خوش ہوتا ہے،

حارۃ الباب میں دہلوی خاندان آباد ہے۔ جن کے سربراہ، شیخ عبیدالرحمٰن تھے، وہ خود صفا پر رہتے تھے، وہیں فوت ہو گئے۔ اس خاندان میں شیخ عبدالوہاب ایک جیّد عالمِ دین تھے، شاہ ولی اللہ دہلوی کی تالیف، المسوّٰی شرح المؤطا للامام مالک (جو کہ فارسی میں تھی) کو آپ نے

عربی ترجمہ کرکے المطبعۃ السلفیہ بمکۃ المکرمہ سے ۱۳۵۱ھ ہجری میں شائع فرمایا، بڑے نیک اور ملنسار انسان تھے، میرے گھر سے قریب رہتے تھے، لہذا اکثر میرا ان کے پاس آنا جانا تھا، کئی سال ہوئے، آپ انتقال فرما گئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ان کے بھائی عبدالہادی اپنے مکان کے آگے چارپائی پہ دن بھر بیٹھے رہتے، بڑے ہنس مکھ تھے، میرا گھر بھی ان کے قریب ہی تھا میری بکری گھر سے کھل کر آجاتی، تو ان کے گھر کے قریب پہاڑ پر چڑھ جاتی میری چھوٹی بچی اسے لینے کے لیے پیچھے پیچھے جاتی، وہ ہنس کر اُسے فرماتے۔ بیٹی تم خود بکری تھوڑی ہو کہ پہاڑ پر بکری کی طرح چڑھ جاؤ گی اور اسے پکڑ کر لے آؤ گی، اب میرے پاس بیٹھی رہو، انتظار کرو، جب تک وہ خود نہ اُتر آئے، یہیں بیٹھی رہو، ان کے گھر کے ساتھ ہی ایک مسجد ہے، وہاں مینی امام ہیں، وہ بھی بڑے ظریف الطبع بوڑھے آدمی ہیں۔ وہ فرماتے :۔

یَا بِنْتِی اَنْتِ بِنْتُ الصَّغِیْرَۃِ مَا تَقْدِرُ تَطْلَعُ الْجَبَلَ مِثْلُ الْغَنَمَۃِ لَوْ اَنْتِ تَطْلَعُ تَطِیْحُ وَ تَمُوْتُ فَعَلَیْكِ اَنْتِ تَصْبُرُ اِلٰی اَنْ حَتّٰی هِیَ تَنْزِلُ بِنَفْسِهَا مِنَ الْجَبَلِ۔ میری بیٹی تو ایک چھوٹی سی لڑکی ہے۔ پہاڑ پہ نہیں چڑھ سکتی بکری کی طرح۔ اگر تو چڑھیگی تو گر کر مر جائے گی، اب تو اس وقت

تک صبر کر۔ جب تک کہ وُہ خود بخود پہاڑ سے نہ اُتر آئے،

شیخ عبدالوہاب کے ایک بھائی عبدالباری تھے، جو کہ خوش شکل، خوش لباس اور بہت کم گو تھے، تینوں بھائی ایک ایک کر کے انتقال فرما گئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالٰی ویغفر خطایاہم۔

اب ان کے بھائیوں میں سے شیخ محمد اسحاق اور محمد اسماعیل زندہ ہیں جو کہ وُہ بھی بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اللہ ان کی عمر دراز کرے، اور ان کے عمل میں برکت دے، یہ دہلوی خاندان اپنی امانت و دیانت میں بڑا مشہور ہے، حجاج ان کے پاس اپنی رقوم بطورِ امانت رکھ دیتے ہیں۔ یہ لوگ حجاج کی رقوم اسی طرح جوں کی توں الگ الگ کاغذات یا کپڑے میں لپیٹ کر صاحبِ رقم کا اس پر نام لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور اپنے رجسٹر پر بھی رقم درج کر لیتے ہیں، اور اس رقم کو خود تصرف میں نہیں لاتے، حاجی جب بھی اپنی رقم طلب کرتا ہے، اسی وقت اس کی ملفوف شدہ رقم اُس کے حوالہ کر دی جاتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی مراد آبادی برتنوں کی دوکانیں ہیں۔ اور کئی ایک دوسرے کاروبار بھی ہیں،

شاہ سعودؒ سے ملاقات!

شاہ سعود غفراللہ لہٗ ذنبہٗ کے ساتھ میری دُو مرتبہ ملاقات ہوئی، ایک دفعہ استاذی المحترم جامع معقول و منقول علامہ محدث حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے

ہمراہ جدّہ میں دوسری دفعہ دوسرے علماء کے ساتھ اس ملاقات میں حافظ صاحب کے بھتیجے حافظ عبدالقادر روپڑی بھی اور چند دوسرے حضرات بھی شریک تھے، ہم جس وقت کمرۂ ملاقات میں داخل ہوئے، تو دروازہ پر ایک حبشی النسل تلوار تھامے چوکس کھڑا تھا، اندر صرف تن تنہا ملک والیٔ "مملکۃ السعودیہ"، مرصع کرسی پر تشریف فرما تھے، حافظ صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے، عرب کے رواج کے مطابق (غایت درجہ محبت کے اظہار کے لیے) حافظ صاحب کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور گلے لگا لیا، پھر اپنی دائیں طرف کرسی پر بٹھا لیا۔ ہم بھی ان کے اردگرد بیٹھ گئے۔

دونوں میں دیر تک عربی زبان میں گفتگو ہوتی رہی، حافظ صاحب نے حرمین میں بہت سی اصلاحات کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی، جس کے لیے ملک سعود نے بڑی محبت سے حافظ صاحب کی نشاندہی کے مطابق اصلاحات کرنے کا وعدہ فرمایا، ملک سعود، علم پرور اور علماء دوست تھے۔

اُستاذی المحترم علامہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

استاذی المحترم میرے قیام مکہ مکرمہ کے دوران دو مرتبہ مع احباب فریضۂ حج کے لیے تشریف لائے اور میرے پاس قیام فرمایا، آپ جہاں علم دین کے ایک بحرِ ناپیدا کنار تھے، وہاں پیکرِ زہد و تقویٰ بھی تھے، صائم الدھر، اور شب زندہ دار تھے، (گرمی ہو کہ سردی) ایک دن روزہ سے رہتے، ایک دن افطار سے! جس دن روزہ نہ ہوتا اس دن بھی ایک وقت کھانا کھاتے، خوفِ الٰہی نے انھیں بڑا نحیف و ضعیف بنا دیا تھا۔ خطبہ پر کھڑے ہوتے تو دورانِ خطبہ زار زار روتے۔

بہت کم گو تھے، بغیر اشد ضرورت کے نہ بولتے تھے، بمقام امرتسر جب آپ مسجدِ مبارک میں خطیب مامور تھے، میں مسجد کے قریب رہتا تھا اور اکثر عشا کے بعد مسجد ہی میں آدھی رات تک اسباق یاد کیا کرتا۔ اگر اس وقت رات کے گیارہ بارہ بجے کوئی مہمان آجاتا اور حافظ صاحب کو (جو کہ مسجد سے ملحق بالا خانہ پر رہتے تھے،) اطلاع دی جاتی تو آپ اُسی وقت مہمان کے لیے کھانا پکوا کر لاتے، خود پاس بیٹھتے اور کھلا کر برتن واپس لے جاتے۔

اللہ اللہ! اس شانِ علم وفضل کے ساتھ یہ تواضع وانکساری، تکبّر، فخر، غرور، لالچ، حبِ دنیا، تقاضائے علم کے منافی ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ بے شک اللہ کے بندوں میں سے علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ فاطر)

اس آیت کی آپ جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ فی الحقیقت جس قدر کوئی عالمِ دین ہوتا ہے، اسی قدر وہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کے سامنے وہ آیات واحادیث ہوتی ہیں جن میں ذکرِ قبر وقیامت ہے۔ نتیجۃً جو عالمِ دین اللہ سے ڈرتا ہے، حلیم ہوتا ہے، متواضع ہوتا ہے، خائن اور بددیانت نہیں ہوتا، جاہ طلب نہیں ہوتا، اپنی حالت پر قانع رہتا ہے۔ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

انسانیّت سے ہمدردی اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے لوگوں کو دینِ قیم کی طرف محبّت وپیار اور حکمت ودانائی سے بلاتا ہے۔ اچھے اقوال وافعال کی تلقین کرتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے، اس تبلیغ کا نہ اُن سے کوئی اجر چاہتا ہے اور نہ ان پر احسان جتاتا ہے، بلکہ اس کا یہ عمل خالصۃً لوجہ اللہ ہوتا ہے۔ ان اوصاف کا حامل حقیقت میں اللہ کے نزدیک عالم ہے، اور یہ آیت اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ ایسے ہی علماءِ حق کی

شان میں نازل ہوئی ہے، جن کی حالت اور جن کے خصائل ان اوصاف کے خلاف ہیں، وہ ہرگز دین کے عالم نہیں، ان کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں دی ہے، کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (سورۂ جمعہ) بے عمل عالم کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گدھے نے بوجھ اٹھا رکھا ہو۔

یعنی بے عمل عالم کتابوں کا بوجھ اٹھائے پھر رہا ہے جس طرح کسی گدھے پر کتابیں لادی جائیں یا اور کوئی چیز اس کے لیے سب برابر ہے اور وہ بس بوجھ ہے۔

حضرت مولانا محمد شریف صاحب اشرف سابق پروفیسر مدینہ یونیورسٹی

حافظ صاحب حج کے لیے تشریف لائے تو اس وقت مزید تحصیلِ علم کے لیے مولانا محمد شریف آشرف سابق پروفیسر مدنیہ یونی ورسٹی مکہ مکرّمہ آتے ہوتے تھے۔ استاذی المحترم حافظ صاحب نے مجھے فرمایا، کہ عزیزی محمد شریف کے قیام وطعام کا انتظام تم نے اپنے ہاں کرنا ہوگا، یہ صاحب دین کے طالبِ علم ہیں، میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل اپنی سعادت سمجھتے ہوئے عرض کیا، بسر و چشم۔ چنانچہ مجھے تقریباً ڈیڑھ سال محبی و محترمی مولانا محمد شریف صاحب کی خدمت کا شرف حاصل رہا، اس دوران ریاض

تشریف لے گئے، کچھ عرصہ وہاں رہ کر اپنی تعلیم مکمل کر کے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مدرس لگ گئے، اور اطراف واکناف عالم سے آئے ہوئے طلباءِ جامعہ کو عربی میں پڑھانے لگے، آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کئی سال تک فرائضِ تدریس انجام دیئے۔ آپ حجازِ مقدس میں تقریباً بارہ، تیرہ تک مقیم رہے، اس دوران میں آپ نے وہیں پڑھا وہیں پڑھایا اور حج کے موقع پر مسجد الحرام میں اہل ہند و پاک کو اُردو میں درس دیتے رہے اور اب بھی آپ قریب قریب ہر سال ہی حج کے مقدس ایّام میں وہاں پہنچ جاتے ہیں، حج بھی ادا کرتے ہیں۔ اور حجاج کرام کو اُردو میں وہاں درسِ قرآن بھی دیتے ہیں۔ آپ جذبۂ تبلیغ سے سرشار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گلبرگ لائلپور میں اپنے مکان پر دین کی شائق طالبات کے لیے الگ مدرسہ کھولا ہوا ہے، جنھیں ان کی اہلیہ محترمہ اور دوسری استانیاں دینی تعلیم دے رہی ہیں۔ شام کو عصر کے بعد آپ روزانہ جامع مسجد مندر گلی متصل گھنٹہ گھر لائل پور میں درسِ حدیث دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے تاکہ عوام دیر تک آپ سے اکتسابِ علم کر سکیں۔

استاذی المحترم حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کے ایامِ وفات قریب آتے تو میں لائل پور سے اُن کی عیادت کے لیے مسجد قدس چوک دالگراں

لاہور گیا، آپ اس وقت صاحبِ فراش تھے، اس قدر کمزور کہ چار پائی پر ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آرہا تھا، کسی سے بولتے نہیں تھے، خاموش چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ تھی مگر یہ حکم دے رکھا تھا کہ نماز کے وقت اٹھا کر مجھے مصلّے پر کھڑا کر دیا کرو، چنانچہ میری موجودگی میں عصر کی نماز کا وقت آیا تو ایک صاحب نے اُس مشتِ استخوان کو گود میں اٹھایا، اور مصلے پر لا کھڑا کیا، اقامت کہی گئی، آپ نے بدستور آرام و اطمینان سے کھڑے ہو کر نماز پڑھا دی، سلام پھیرتے ہی اس شخص نے پھر گود میں اٹھایا، اور چار پائی پر جا کر لِٹا دیا، بلاشبہ آپ کی وفات بھی اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھی۔ جنازہ پر اس قدر ازدہام کہ کندھا دینے کے لیے چار پائی کے ساتھ ساتھ لمبے لمبے بانس باندھنے پڑے۔ کوٹھوں پر عورتیں، زمین پر بچے، بوڑھے، جوان اپنے بیگانے، سب اشکبار تھے، آہ یہ کشورِ علوم کا تاجدار عالمِ باعمل، زاہد و عابد، حافظِ قرآن، حافظِ حدیث، صائم الدھر، رات کی تاریکی میں مصلّے پر اور دن میں خطبات و دروس میں شدّتِ خوفِ الٰہی سے لرزنے اور زار زار رونے والا اس قحط الرّجال کے زمانے میں ہمیں داغِ جدائی دے گیا۔ کتنے طلباء، کتنے علماء، کتنے سامعین آپ کے فیضِ علم سے محروم ہو گئے۔؟ سچ ہے۔ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ عالِم کی موت عالَم کی موت ہے۔

ییں نے آپ کی وفات پر مندرجہ ذیل نظم لکھی ہے۔

بر وفات: استاذی المکرم حضرت علامہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

جمعرات ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

اسلافِ صالحین کی جو یادگار تھا
مہر و وفا و خُلق کا آئینہ دار تھا!

تھی وقف جسکی زندگی اسلام کیلئے
جو سب کا خیر خواہ تھا جو غمگسار تھا

گو رنج ارتحالِ اعزا سے تھا نڈھال
صبر و ثبات کا مگر اک کوہسار تھا

روزِ جزا اور روزِ قیامت کے خوف سے
جو مشتِ استخواں تھا جو مشتِ غبار تھا

تھی بندگی خدا کی غذا جسکی روح کی،
اور بندگانِ خاص میں جس کا شمار تھا

دانائے روزگار تھا جو مردِ باوقار
جس کا وجود رحمتِ پروردگار تھا

نازاں تھی جس کی سادگی کبر و غرور پہ
جو آشنائے رسم و رہِ انکسار تھا!

داؤدی صوم کا جو مکلف رہا مدام،
جو مردِ حق شناس تھا شب زندہ دار تھا

نکتہ وری میں جس کی ذہانت مثال تھی،
جو کشورِ علوم کا اک تاجدار تھا!

سوئے عدم رواں ہے وہ عبداللہ روپڑی
ملت کا جسکے دم سے بھرم تھا وقار تھا

عاجز کہاں ملے گا اب اس جیسا باکمال
اک اک ادا پہ جس کی زمانہ نثار تھا!

میرے بچوں کی تعلیم

جیسا کہ میں پیچھے لکھ آیا ہوں، مکہ مکرمہ پہنچتے ہی میں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو مقامی مدارس میں داخل کرادیا تھا، میری تین لڑکیوں اور دو لڑکوں نے مکہ مکرمہ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی ہے، تینوں لڑکیاں اور دو لڑکے عربی زبان بخوبی سمجھتے اور بولتے ہیں، میرے بڑے لڑکے عبید الرحمٰن نے پہلی جماعت سے ایم۔ اے تک باقاعدہ عربی تعلیم حاصل کی ہے اور وہ کلیۃ الشریعہ کے فارغ التحصیل ہیں، انھیں دورانِ تعلیم ہی مضامین لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، لہٰذا اب وہ ایک اعلیٰ درجہ کے ادیب اور عربی میں مقالہ نگار ہیں۔ مکہ مکرمہ کے اخبارات میں ان کے بہت سے مضامین چھپتے رہتے ہیں تقریباً ڈیڑھ سو مقالات بڑے سائز کے اخبارات میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، جنکو اگر جمع کیا جائے، تو ایک بڑی ضخیم معیاری کتاب بن سکتی ہے موضوعِ مضامین بالعموم متقدمین کی کتابوں اور عالم اسلام کے حالات پر تبصرہ ہوتا ہے، ان مضامین پر انھیں بڑے بڑے انعامات ملے ہیں۔ اور بہت اعلے درجہ کے خطّاط ہیں۔ چند ماہ پیشتر ان کی لکھی ہوئی عربی خطوط کے نمونوں کی ایک کاپی کسی نے چھ ہزار ریال میں خرید کر اسے چھپوا لیا ہے۔ اور اس سے بطورِ تجارت فائدہ اٹھا رہا ہے۔ میں والد ماجدؒ کے حکم

کی تعمیل کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں بارہ سال قیام کے بعد والدین کو ملنے کے لیے مع اہل وعیال لائلپور پہنچا تو والد صاحب نے فرمایا، اب ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس رہو، تمہاری جدائی گوارا نہیں ہو رہی، میں آپ کا یہ حکم سن کر دم بخود ہو گیا مجھ پر سناٹا چھا گیا، کیونکہ جس مقدس جگہ کی رہائش کے لیے مجھے بچپن سے لگن تھی، اور جہاں کی سکونت کے لیے میں نے کراچی میں چلتا ہوا کاروبار چھوڑا، اور بنا ہوا رہائشی مکان بیچا اور خدا خدا کر کے بال بچوں سمیت، بفضلِ الٰہی وہاں پہنچا، اور اب وہاں آرام وسکون کی زندگی گزار رہا تھا، وہاں حصولِ آخرت کا سامان بھی تھا، اور وہاں دُنیا بھی تھی، میرا کاروبار بھی اچھا تھا، اور وہاں علم و عمل کے مواقع بھی میسر تھے۔ غرضیکہ دُنیا میں ہی جنّتِ ارضی میں رہتا تھا، والدِ محترم کے فرمان پر عمل کرنے سے یہ سب کچھ چھن رہا تھا، دل کو بڑا دھچکا لگا، مگر میں نے سنبھل کر جواب دیا، بہت اچھا، آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا

اطاعتِ والدین کے متعلق فرامینِ رسول ﷺ

مندرجہ ذیل احادیث میرے سامنے تھیں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔ (اِبْنِ مَاجَه) ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول!

والدین کا اُن کی اولاد پر کیا حق ہے، آپؐ نے فرمایا، وُہ دونوں تیری جنّت ہیں اور تیری دوزخ یعنی تو نے اگر اپنے ماں باپ کی اطاعت کر کے انھیں خوش کر لیا تو جنت کا حقدار ہے اور اگر تو نے اُن کی نافرمانی کر کے انھیں ناراض کر لیا تو تیرے لیے جہنم ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ۔ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔

(نسائی۔ شعب الایمان۔) معاویہ بن جاہمہ روایت کرتے ہیں، کہ ان کے والد جاہمہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا، اے اللہ کے رسولؐ! میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں، اور آپؐ سے مشورہ کے لیے حاضر ہُوا ہوں، آپؐ نے فرمایا، تیری والدہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں! (والدہ زندہ ہے)، آپؐ نے فرمایا، تو پھر اسے لازم پکڑ لے، یعنی اس کے پاس رہ کر اس کی خدمت کر، کیونکہ جنّت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِیْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (ترمذی)

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے۔

یعنی اگر باپ اولاد پر خوش ہے تو اللہ بھی خوش ہے اور اگر باپ اولاد پر ناراض ہے تو اللہ بھی ناراض ہے اور یہی حکم والدہ کا بھی ہے۔

باپؓ کے دوستوںؓ سے نیکی کا حکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃُ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ۔ (مسلم شریف)

ابن عمر رض روایت کرتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نیک ترین نیکیوں سے احسان کرنا ہے آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ۔ بعد اس کے کہ اُس کا باپ چلا جائے، یعنی باپ فوت ہو جائے، یا سفر میں چلا جائے۔

والدین کے نافرمان کو اللہ تعالیٰ اسکی زندگی ہی میں سزا دیتا ہے!

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْھَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ[1] ابوبکرہ رضؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، فرمایا

[1] شعب الایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ تمام گناہ (شرک کے سوا) بخش دیتا ہے
ان میں سے جو چاہتا ہے مگر والدین کی نافرمانی۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ جلدی سزا دیتا ہے

ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو دُنیا کی زندگی میں مرنے سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۔ (بنی اسرائیل) تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نہ عبادت کرو تم مگر اسی کی اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر وہ دونوں یا اُن میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو انھیں اُف بھی نہ کہو، (اُف کلمۂ زجر) اور نہ انھیں جھڑکو، اور انھیں اچھی نرم بات کہو اور ان کے سامنے محبّت و نرمی سے اپنے بازو جھکائے رکھو۔

مَیں ان آیات و احادیث کے پیشِ نظر والدِ محترم کے ارشادِ گرامی کو کیسے ٹال سکتا تھا۔

قرآن و حدیث کی اس تعلیم کے سامنے وہ اولاد بڑی بدبخت ہے جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتی ہے، اس سے بڑی جہالت اس سے زیادہ کسی کا اپنی

جان پر اور کیا ظلم ہوگا جو اپنے والدین کو ناراض کر کے اپنے خالق و مالک کو ناراض کر لیتا ہے۔ اور اپنے خالق و مالک کو ناراض کر کے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

میرا لائلپور میں قیام

چنانچہ میں نے دل پر جبر اور جان پر صبر کر کے والد ماجد کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کر دیا، اور میں لائلپور کا ہو کے رہ گیا، حالانکہ میں صرف ملاقات کے لیے آیا تھا، اور واپسی ویزا لے کر آیا تھا، مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ (سورہ دھر) تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہوتا جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

میرے بڑے صاحبزادے عزیزی عبید الرحمان اس وقت مکہ مکرمہ میں زیرِ تعلیم تھے، میں نے انھیں تکمیلِ علم کے لیے (اور یہ سوچ کر کہ حرمین سے تعلق نہیں ٹوٹنا چاہیے) مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا، چنانچہ انھوں نے وہاں اپنی تعلیم مکمل کی اور کلیۃ الشریعۃ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ ہی میں مکتبہ کلیۃ التربیۃ مکہ مکرمہ، یعنی کلیۃ التربیۃ کی لائبریری میں ملازمت کر لی، اور اب تک اسی مقام پر ملازم ہیں، انھیں وہاں رہتے ہوئے آج چوبیس [۲۴] سال ہو چکے ہیں، زہے نصیب! سکونت بھی انھیں اللہ تعالیٰ نے حرم شریف کے متصل نصیب فرمائی ہے

محلہ قرارہ میں مروہ پہ جدید بلڈنگ "عمارۃ الاشراف" کے نام سے بنی ہے۔
یہ عمارت بڑی خوبصورت ہے، دس منزلہ ہے، اس میں دو صد فلیٹ ہیں۔
اوپر چڑھنے کے لیے چھ لفٹیں ہیں، عمارت میں داخل ہونے کے لیے تین کشادہ دروازے ہیں، ہر دروازہ پر دو بوّاب (چوکیدار) مقرّر ہیں۔

بلڈنگ کے نیچے کپڑے کی مارکیٹ ہے۔ عزیزم کا مکان چوتھی منزل پر ہے، مکان کی کھڑکیوں سے مسجد الحرام کا اندرونی نظارہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، بیت اللہ اور اس کے ارد گرد طواف کرتے ہوئے لوگ دکھائی دیتے ہیں، اذان سُن کر بیت اللہ میں نماز جماعت سے مل جاتی ہے، الحمد للہ علی احسانہٖ۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

(سورۃ جمعہ) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے کرتا ہے، اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکہ مکرمہ میں گناہ کے ارادہ پر بھی مؤاخذہ ہے

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ جسے حرم شریف میں اقامت نصیب فرمائے، اسے وہاں کے آداب و تعظیم کی بھی توفیق دے۔ اور نیک اعمال واخلاص سے سرفراز فرمائے، وُہ دُنیا بھر میں اس درجہ بلند اور معظم

مقام ہے، کہ وہاں گناہ کے ارادے پر بھی پکڑ ہے۔

مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۂ حج)

جو شخص اس شہر میں الحاد یا کسی معصیت کا ارادہ بھی کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور میں اب بارہ سال سے لائلپور میں مع باقی اہل وعیال رہائش پذیر ہوں اور امین پور بازار لائل پور میں بنام رحمانیہ دار الکتب میرا دینی کتابوں کا کاروبار ہے۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۶۹ء کو والد محترم بھی انتقال فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالٰی

میں نے اپنی زندگی میں کیا دیکھا، کیا سمجھا، کیا پایا؟ وُہ یہ ہے،

زندگی کیا ہے ایک مہلت ہے — موت بابِ جحیم وجنّت ہے

یہ جہاں کیا ہے اک فسانۂ غم — آخرت کیا ہے اک حقیقت ہے!

موت ہے گھات میں تری عاجز — ایک تُو ہے کہ محوِ غفلت ہے!

عاجز نہیں اس گلشنِ عالم کی حقیقت — اک کھیل اور اک خوابِ پریشاں سے زیادہ

زندگی کا نتیجہ موت، موت کا مآل حسابِ زندگی، حسابِ زندگی کا انجام جنّت یا جہنم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ (سورۂ رحمٰن)

جو بھی زمین پر ہے اس کے لیے فنا ہے اور عزت و عظمت والا تیرا رب ہی ہمیشہ رہے گا۔

عبدُ الرّحمٰن عاجزؔ مالیر کوٹلوی ۱۳ اگست ۱۹۷۴ء

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے!

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ کتاب کوئی شک اس میں نہیں ۔

قرآن کتابِ الٰہی ہے ، اس کا ہر مضمون برحق اور اس کا ہر لفظ صدق ہے قرآن بجائے خود ایک عالم ہے ، اس عالم قدس کے اندر گزر نہ کسی شک و تردد کا ہے نہ خلجان و اضطراب کا ۔ یہاں تو جو کچھ ہے تسکین و اطمینان ہے ، علم و ایقان ہے ، یکسوئی و اذعان ہے ۔ ہر دعوائے مدلل ہے اور ہر حقیقت ثابت شدہ صداقت ۔!

اب اگر کسی بدنصیب کو اس حقیقت کے خلاف کچھ نظر آتا ہے تو گناہ چشمۂ آفتاب کا نہیں ، قصور شپرہ چشمی کا ہے ۔ (ماجدی)

قرآن حکیم کا چیلنج

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (البقرہ) اور اگر تم اس کتاب ہی

کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری ہے تو کوئی ایک سورت اس جیسی تم بھی بنا لاؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی اللہ کے مقابلے میں بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔ (البقرہ)

پھر اگر تم (یہ) نہ کر سکو گے اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آگ اور پتھر ہیں اور وُہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

قرآن کا یہ سیدھا سادہ دعوٰے ہے کہ وُہ کسی انسان کا نہیں بلکہ خُدا کا کلام ہے اور اپنے اس دعوے پر دلیل اُس نے کیسی قطعی اور عوام و خواص دونوں کی سمجھ میں آجانے والی پیش کر دی ہے کہ اگر کوئی اسے امکانِ بشری کے اندر سمجھتا ہے تو ذرا اس کا ادنیٰ اور ہلکا نمونہ بھی سب کی متحدہ کوشش سے پیش کر دکھائے۔

قرآن کے اس چیلنج کو ساڑھے تیرہ سو (۱۳۵۰) برس سے اُوپر ہی ہو چکے ہیں، لیکن آج تک کوئی اس تحدّی کا جواب نہیں دے سکا۔ اللہ اکبر کس زور کی تحدّی ہے اور وُہ بھی ایک اُمّی کی زبان فیضِ ترجمان سے! اپنی عقل و حکمت، اپنے علوم و فنون پر ناز رکھنے والوں کو کیسا جوش اُس وقت بھی

آیا ہوگا اور آج بھی آرہا ہے، لیکن خُدا کی بات جہاں تھی وہاں رہی!

کیسے نئے نئے مسلک ہر روز پیدا ہو رہے ہیں، کیسے کیسے (ISMS) جنم لے رہے ہیں، لیکن دُنیا کو راہِ نجات دکھانے میں سب کے سب بے کار ہی ثابت ہوئے ہیں۔ اگرچہ (بزعمِ خویش) یہ سب گویا قرآنِ کریم کے جوابات ہی ہیں۔ لیکن ہر جواب ناکام۔ عبث، بے سُود!

(ماجدی)

قرآنِ عظیم کا فیصلہ!

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (اٰلِ عمران)

ترجمہ:- اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام (مقبول) ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (اٰل عمران، آیت ۸۵)

ترجمہ:- اسلام کے سوا جو کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وُہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ایسا شخص قیامت کے دن سخت نقصان اٹھائے گا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً۔ (البقرہ آیت ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ۔

لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اٰلِ عمران)

ترجمہ:- نہ مرو تم مگر اسلام کی حالت میں۔

اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر قائم ہے!

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے۔

۱۔ اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۴۔ حج کرنا۔ ۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ (الدھر)

(جنت میں اپنے فرماں بردار بندوں کو) اُن کا پروردگار اُنہیں پاکیزہ شراب پلائیگا۔

جامِ طہور

(حصۂ نظم)

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

مالک، رحمانیہ دارالکتب، (زیرِ جامع مسجد اہلحدیث) امین پور بازار۔ لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم
کرنے والا بڑا مہربان ہے!

ہم سازِ غمِ دل چھیڑینگے اب سننے والا ہو کہ نہ ہو،
نغماتِ دلِ محزوں پہ کوئی سر دھننے والا ہو کہ نہ ہو!
ہر آنکھ کے گوشے گوشے سے اب خون برسنے والا ہے!
بکھریں گے ہزاروں لعل و گہر کوئی چننے والا ہو کہ نہ ہو!

عاجزؔ

اَلدُّعَاءُ بِلُغَةِ الْعَرَبِيَّةِ

(عربی زبان میں دعاء)

اَيَا مَنْ تَشُوقُ اِلَيْهِ الْقُلُوبُ	اے وہ ذات، کہ جس کے لئے تمام مخلوق کے دل مشتاق ہیں،
وَيَا مَنْ تَرُدُّ اِلَيْهِ الْخُطُوبُ	اور اے وہ ذات کہ جس کی طرف تمام بڑے کام لوٹائے جاتے ہیں،
سَمِعْتُ نِدَاءَكَ لَا تَقْنَطُوْا،	مَیں نے تیری یہ ندا سُنی کہ "میری رحمت سے ناامید نہ ہو!"
فَجِئْتُ اِلَيْكَ لِعَفْوِ الذُّنُوبِ	تو مَیں طلبِ بخشش کے لئے فوراً تیرے در پر آگیا ہوں
سَتَرْتُ مِنَ النَّاسِ مَعْصِيَةً	مَیں لوگوں سے چھپ چھپ کر تیری نافرمانی کرتا رہا،
وَلَا رَيْبَ اَنْتَ عَلِيْمُ الْغُيُوبِ	حالانکہ اسمیں شک نہیں کہ تیرے پاس سارے غیب کا علم ہے
عَصَيْتُ ظَلَمْتُ مُقِرًّا بِهٖ	مَیں نے تیری نافرمانی کی اور ظلم کیا اس کا اقرار کرتا ہوں،
اَتُوبُ اِلَيْكَ فَاَنْتَ تَتُوبُ	مَیں تیری طرف توبہ کرتا ہوں، تو میری توبہ قبول فرما!
تَحَقَّقْتُ حِيْطَتَهَا حِيْنَ اِذْ	(افسوس) گناہوں کے غلبہ کا مجھے اس وقت احساس ہوا
هَوٰى نَجْمُ عُمْرِيْ لِاُفُقِ الْغُرُوبِ	جب کہ میری عُمر کا ستارہ ڈوبنے لگا ہے،
وَحِلْمُكَ ذَا الْاَمْثِيْلَ لَهٗ	تیری بُردباری کی مثال کہاں ہے!
يَعِيْشُ كَمِثْلِيْ كَثِيْرُ الْعُيُوبِ	کہ میرے جیسا گناہوں سے بھرپور انسان زندہ ہے۔

وَلَا يَرْجِعُ الْوَقْتُ بَعْدَ الذَّهَابِ	وقت گذر جانے کے بعد لوٹا نہیں کرتا!
فَبَادِرْ وَاسْرِعْ اِلٰى اَنْ تَتُوْبَ	تُو توبہ کے لئے دوڑ اور جلدی کر!
وَلَوْ اَنْتَ يَا عَبْدَهُ الْعَاجِزَ	اگر تُو اے اُس (اللہ) کے عاجز بندے
تُرِيْدُ التَّقَرُّبَ عِنْدَ الْوَهُوْبِ	اُس رزّاق کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے،
اَدِمْ بِالْقِيَامِ وَلَوْ بِالصَّعُوْبِ	تو تکالیف اُٹھا کر بھی رات کو نمازِ تہجد کا التزام کر
وَدُمْ بِالْمَتَابِ اِلٰى اَنْ تَئُوْبَ	اور ہمیشہ (اپنے گناہوں سے) توبہ کرتا رہ یہاں تک کہ تو اس میں منہمک ہو جائے۔

عبدالرحمٰن عاجز

حمد باری تعالیٰ

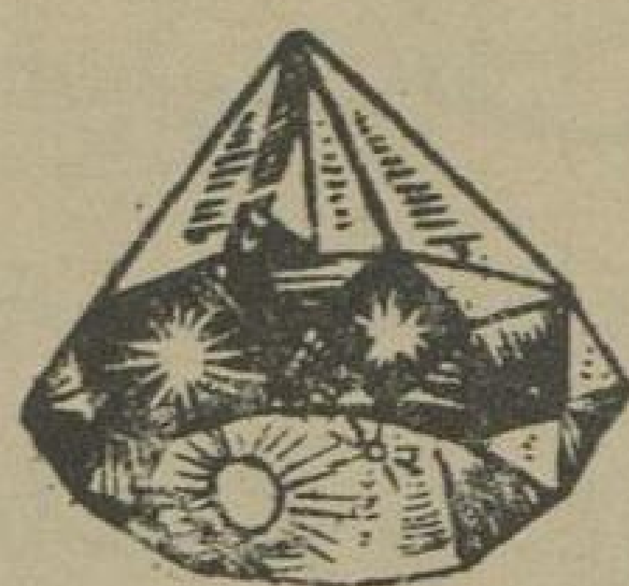
تمثیل و تخیّل سے منزّہ ہے تری ذات
تاویل و تشکک سے مبرّا ہے تری بات
بے نقص ہے صورت تیری بے عیب ہیں عادات
امثال ہیں تیری نہ کوئی تیری شبیہات
انجیل میں، تورات میں ہیں تیرے بیانات
مملو ہیں ترے ذکر سے قرآن کے صفحات
ہر شے میں درخشاں ترے جلوے کے اشارات
ہر ذرّے میں تاباں تیری صنعت کے کمالات
پیکر تری قدرت کے یہ سرسبز نباتات
مظہر تری قوّت کی یہ دنیائے جمادات
کہسار ہوں، دریا ہوں، بیاباں ہوں کہ باغات
ہر جا پہ نمایاں، تیری عظمت کے نشانات

یہ دھوپ، یہ سائے، یہ حسیں دن یہ حسیں رات
ہیں چشمِ بصیرت کے لیے عبرت و آیات
محسوب ترے علم میں بارش کے ہیں قطرات
مکتوب ترے پاس ہیں صحراؤں کے ذرّات
ہوتی ہے ترے نام سے ہر کام میں برکت
تو سامعِ دعوات ہے، تو دافعِ آفات
یہ پھول، یہ کلیاں، یہ درخت اور یہ اثمار
دیتے ہیں تری شانِ جلالت کی شہادات
یہ آگ، یہ پانی، یہ ہوا اور یہ مٹّی
بے شک تری صنعت کے ہیں یہ سارے کمالات
ہیں نور سے پُر نور ترے انجم و خورشید،
برق و شرر و باد ترے زیرِ ہدایات
تو خالقِ کونین، تو ہی مالکِ سطوت
قبضے میں ترے شمس و قمر، ارض و سمٰوات
طاقت تری، دانش تری، ہر گام پہ ظاہر
خود ذاتِ مقدّس تری مستورِ حجابات

رکھتا ہے تغیّر میں سدا موسمِ دُنیا
سردی، کبھی گرمی، کبھی خشکی، کبھی برسات
تُو مستویٔ عرش ہے، لیکن نہیں معلوم
کس طور ہیں، کس طرح ہیں، کیا ہیں ترے حالات
ہرچند رگِ جاں سے قریں تر ہے تُو لیکن
آفاق میں ہو سکتی نہیں تجھ سے ملاقات
ہر ذہن میں موجود تری عزّت و عظمت
ہر لب پہ ہیں جاری تری توحید کے نغمات
تو ننھی سی چیونٹی کی بھی آہٹ سے خبردار
یارب تجھے معلوم ہیں ہر دل کے خیالات
بیٹا ہے، نہ بیٹی تری، ماں ہے، نہ ترا باپ
یکتا ہے تو اِس بات میں ابہام نہ شبہات
حاجت تجھے کھانے کی، نہ پینے کی تمنّا،
وارد نہ ہوئے تجھ پہ کبھی نیند کے غلبات
ہیں لرزہ براندام ترے حکم کے آگے،
حیواں ہوں کہ انساں ہوں، فرشتے ہوں کہ جنّات

بے بس ہیں ترے سامنے سب پیر و پیمبر
ہیں تابعِ احکام ترے، اُن کی کرامات
مومن ترے مملوک ہیں، کافر تری مخلوق
ان سے ہیں مفادات، نہ ان سے تجھے خدشات
بے کس کا سہارا ہے تو مظلوم کا ساتھی
ہر شخص پہ دائم ہیں ترے لُطف و عنایات
تو چاہے تو اولاد سے محرُوم رہے ایک
تو چاہے تو ہو ایک کے اولاد کی بہتات
اولاد میں تخصیصِ، مُذکّر، کہ مُونّث
اے خالق و رزّاق، یہ ہیں تیرے عطیّات
یہ بھی تری حکمت کہ کسی کی نہیں کُٹیا،
یہ بھی تری قُدرت کہ کسی کے ہیں محلّات
ساجھی نہیں تیرا، کوئی ثانی نہیں تیرا،
ہے کون کرے تجھ سے جو دعوائے مساوات
جو چاہے کرے آپ تُو مختارِ عمل ہے،
ہے تاب کسی کی جو کرے تجھ سے سوالات

اتنا بھی سمجھتے نہیں اللہ کے منکر
خود آپ ہیں وُہ ہستیٔ باری کی علامات
عاجز سے بیاں حمد تری ہو نہیں سکتی،
تا عُمر بھی لکھتا رہے گر اس پہ مقالات



وُہ کام کر گئی ہے تری تیزیٔ زباں
جو ہو سکا نہ خنجر و تیغ و سناں سے بھی
تو دیکھ میرا گلشنِ دل پھونک کر ذرا
شعلے بلند ہوں گے ترے آشیاں سے بھی

حمد ربّ العالمین

ہے ترا ذکر ہی مرکزِ گفتگو کو بکو کو بکو کو بکو کو بکو
ہے مرے دل کو ہر دم تری جستجو چارسُو چارسُو چارسُو چارسُو
اللہ ہُو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہُو

نُور دُنیا میں پھیلا ہُوا ہے ترا جا بجا، جا بجا، جا بجا، جا بجا!
جس نے ڈھونڈا تجھے بالیقیں پالیا رُوبرُو، رُوبرُو، رُوبرُو، رُوبرُو
اللہ ہو، اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو!

تیری قدرت پہ شاہد ہیں ارض و سما بر ملا، بر ملا، بر ملا، بر ملا!
ذرّہ ذرّہ ہے مصروفِ حمد و ثنا تُو ہی تُو، تُو ہی تُو، تُو ہی تُو، تُو ہی تُو
اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو!

یا الٰہی! نہیں کوئی ثانی ترا، دُوسرا، دُوسرا، دُوسرا، دُوسرا!
کون تجھ سا ہے دونوں جہاں میں بھلا خُوبرُو، خُوبرُو، خُوبرُو، خُوبرُو!
اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو!

ہر گھڑی کر رہا ہے، یہ عاجز دُعا یا خُدا، یا خُدا، یا خدا، یا خدا!
نکلے بے ساختہ میرے منہ سے دُعا اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہو، اللہ ہُو
اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو!

حمد

رنگِ گُل رنگِ چمن، رنگِ بہاراں دیکھا
ذرّہ ذرّہ سے ترا حسن نمایاں دیکھا!

دیدۂ کوہ سے بہتے ہوئے چشمے دیکھے
سینۂ بحر سے اٹھتا ہوا طوفاں دیکھا

پتّے پتّے کی زباں سے تری رُوداد سنی
غنچے غنچے کے جگر کو ترا خواہاں دیکھا

جن و انساں ہوں، فرشتے ہوں کہ حیوان و طیور
ساری مخلوق کا تنہا تجھے نگراں دیکھا

جن کی شہرت تھی زمانے میں مسیحائی کی،
انکو بھی دَر پہ ترے طالبِ درماں دیکھا

اپنی قربت سے جسے جتنا نوازا تو نے
تجھ سے اتنا ہی اسے خائف و لرزاں دیکھا

غیب داں تیرے سوا کوئی دو عالم میں نہیں
شاہد اس بات پہ ہم نے ترا قرآں دیکھا

ہو کوئی تاج بسر دہر میں یا کاسہ بکف
جس کو دیکھا، ترا شرمندۂ احساں دیکھا

ذرّے ذرّے کی جبیں ہے ترے جلووں کی امیں
گوشے گوشے میں ترا حُسن فروزاں دیکھا

جن کا دُنیا میں کوئی دوست ہے باقی نہ عزیز
ان غریبوں کا الٰہی تجھے پُرساں دیکھا

ہو گیا وُہ ترے الطاف کا قائل یارب
جس نے عاجز پہ ترا لطفِ فراواں دیکھا

حمد

تیرے جلووں سے ہر اِک ذرّہ یہاں پُرنُور ہے
تیرے لفظِ کُن سے یہ باغِ جہاں معمُور ہے

یہ زمین و آسماں ہیں تیری عظمت کے نشاں
تیری قدرت ہے نمایاں گرچہ تو مستُور ہے

کس سے ہو سکتی ہے پردہ پوشی اپنے جرُم کی،
جبکہ ذرّہ ذرّہ تیرے علم میں محصُور ہے!

متصل رہ کر رگِ جاں سے نظر آتا نہیں
اس قدر نزدیک ہو کر بھی تُو کتنا دُور ہے

انبیا، و اولیا سب تیرے در کے ہیں فقیر
کون دم مارے تیرے آگے کسے مقدُور ہے!

آپ تُو مختارِ کُل ہے، تُو نے جو چاہا کیا
ہو رہا ہے بس وہی کچھ جو تجھے منظُور ہے

غیر کے آگے وُہ عاجز سر جھکا سکتا نہیں
سر بسر جو بادۂ توحید سے مخمُور ہے!

حمد

پروردگارِ ہستی اے کردگارِ عالم
رنگیں ہے تیرے دم سے فصلِ بہارِ عالم

دورِ شباب گزرا، پیری کا وقت آیا
رنگِ خزاں بھی دیکھا، دیکھی بہارِ عالم

برگ و شجر کو دیکھا لعل و گہر کو دیکھا،
دیکھے طرح طرح کے نقش و نگارِ عالم

کل جو کلی کھلی تھی وہ آج سرنگوں ہے
ہے بے ثبات کتنا، یہ لالہ زارِ عالم

اپنی ہی زندگانی جب معتبر نہیں ہے
کوئی کرے بھلا کیا پھر اعتبارِ عالم

جب کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ سمجھ میں آیا
بس اُٹھ گیا اسی دم دل سے وقارِ عالم

صحرا ہو، گلستاں ہو، سورج ہو کہکشاں ہو
میں تجھ کو ڈھونڈتا ہوں اے تاجدارِ عالم

عاجز میں اب نہیں ہے تابِ غمِ جدائی
فرما کہ تو کہاں ہے اے غمگسارِ عالم!

نعت

نقش ہو دل پر نقشۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم
لب پہ ہو جاری نغمۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

کب سے ہے پنہاں، دل میں یہ ارماں، رحمتِ یزداں سے ہو نمایاں
صورتِ تاباں، جلوۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم
رہبرِ آدمؑ، محسنِ عالم، اسمِ معظّم، حسنِ مجسّم،
نیّرِ اعظم، چہرۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم
شکل میں اجمل، عقل میں اکمل، خُلق میں افضل، نطق میں فیصل
جامع و مجمل، خطبۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم
بہتر و برتر، طاہر و اطہر، ساقیٔ کوثر، شافعِ محشر،
اللہ اکبر، رتبۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم
محضرِ شفقت، چشمۂ رحمت، مخزنِ حکمت، معدنِ برکت
منبعِ شہرت، شہرۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم
جانِ محبّت، کانِ مروّت، بحرِ سخاوت، فخرِ رسالت
ختمِ نبوّت، عہدۂ احمد، صلّی اللہ علیہ وسلّم

صاحبِ عظمت، مالکِ سطوت، نورِ ہدایت، شمعِ صداقت
مظہرِ رحمت، دیدۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

جُرم سے نفرت، ظلم سے کلفت، حلم سے رغبت، علم سے الفت
وعظ و نصیحت، اُسوۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

حق کا دولارا، نبیوں میں نیارا، آنکھوں کا تارا، دل کا سہارا
رشتوں میں پیارا، رشتۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

اُن کی محبّت، اُن کی اطاعت، وجہِ مسرّت، باعثِ راحت
جنّتِ عشرت، کوچۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

گھر کو جلائے، زر کو لٹائے، عاجز جائے، مقصد پائے
ہو کے فدائے جادۂ احمد، صلی اللہ علیہ وسلم

نعت

ہے نامِ محمدؐ سے عیاں شانِ محمدؐ
جو شانِ محمدؐ ہے وہ شایانِ محمدؐ

شاہانِ زمانہ کہاں شاہانِ زمانہ
شاہانِ زمانہ ہیں، غلامانِ محمدؐ

ہوتا ہے رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ سے ثابت
خود ربِّ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

ہے حُبِّ محمدؐ ہی رہِ حُبِّ الٰہی،
محبوبِ الٰہی ہیں حبیبانِ محمدؐ

رہتے نہیں دنیا میں وہ پابندِ علائق
ہو جاتے ہیں جو حلقہ بگوشانِ محمدؐ

ہر صبح معنبر ہے تو ہر شام معطر
اللہ رے یہ نکہتِ دامانِ محمدؐ

سرتابیِ فرمانِ محمدؐ ارے توبہ
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

دولت ہو، کہ اولاد ہو، دل ہو کہ جگر ہو
عاجز کی ہر اک چیز ہے قربانِ محمدؐ

نعت

ہر اک لب پہ ہے گفتگوئے محمدؐ
ہر اک دل میں ہے آرزوئے محمدؐ

دو عالم ہیں شامل اسیروں میں جن کے
وُہ ہیں گیسوئے مشکبوئے محمدؐ

فرشتوں میں پائی، نہ انساں میں دیکھی
جہاں سے نرالی ہے خوئے محمدؐ

یہ دل چاہتا ہے وُہ لب چوم لوں میں
کہ جس لب پہ ہو گفتگوئے محمدؐ

برسنے لگی مجھ پہ رحمت خدا کی
چلا جھوم کر جب میں سُوئے محمدؐ

مسلمان سب کٹ مریں غم نہیں ہے
نہ جائے مگر آبروئے محمدؐ

ہو میدانِ محشر کہ فردوسِ اعلیٰ
رہوں ہر گھڑی رُوبرُوئے محمدؐ

ہو مسکن مرا یا الٰہی مدینہ
ہو مدفن مرا خاکِ کوئے محمدؐ

خدا کی قسم شک نہیں اس میں عاجزؔ
رہِ خُلد ہے راہِ کوئے محمدؐ

نعت

سیدِ کونینؐ جس دم عازمِ پرواز تھا، یہ زمیں کیا، آسماں بھی فرشِ پا انداز تھا
آپؐ کے حسنِ تخاطب میں وہ سوز و ساز تھا ذرّہ ذرّہ اس جہاں کا گوش بر آواز تھا
رفتہ رفتہ پھول کھلتے ہیں چمن میں جسطرح ہاں لبِ لعلیں کے کھُلنے کا یہی انداز تھا
قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں آئے زلزلے آپؐ کی دعوت کا مکّہ میں ابھی آغاز تھا
قتل کی نیّت سے جو آیا مسلماں ہو گیا، اللہ اللہ آپؐ کی صورت میں کیا اعجاز تھا
رحمۃٌ للّعالمینؐ تھے اور ختم المرسلینؐ آپؐ کا کیا وصف تھا، کیا آپکا اعزاز تھا

یہ بھی آنحضرتؐ کی سچائی کی ہے عاجزؔ دلیل
ہر بشر کے قول سے قول آپؐ کا ممتاز تھا

نعت

دکھا دے خواب میں یارب کبھی صورت محمدؐ کی
بہت مدّت ہوئی سہتے ہوئے فرقت محمدؐ کی

اب اس سے بڑھ کے تکریمِ رسالت اور کیا ہوگی
محمدؐ کا خدا کرتا ہے خود مدحت، محمدؐ کی

جو ہر رتبہ سے علی ہے، وہ ہے رتبہ محمدؐ کا
جو ہر عظمت سے اونچی ہے، وہ ہے عظمت محمدؐ کی

مجھے وہ گل بتا جس کو نہیں ارمان محمدؐ کا
مجھے وہ دِل دکھا جس میں نہیں حسرت، محمدؐ کی

حقیقت میں وہی سرگشتۂ جامِ محبّت ہے،
ہو ظاہر جس کے قول و فعل سے طاعت محمدؐ کی

درِ اقدس پہ تیری زندگی قربان ہو جائے
یہ ہے طاعت محمدؐ کی، یہ ہے اُلفت، محمدؐ کی

رضائے حق محمدؐ کی اطاعت سے عبارت ہے
سمجھ لے اس حقیقت کو تو اے اُمّت، محمدؐ کی

زباں ساکت، قلم مجبور، اندازِ بیاں عاجز
ہے کتنی ماورائے ابن و آل عظمت، محمدؐ کی!

مکّہ مکرّمہ

ہیں نقش اپنے دل پر نقش و نگارِ مکّہ — آنکھوں کے سامنے ہے رنگِ بہارِ مکّہ
عنبر سے مشک سے ہے افضل غبارِ مکّہ — بازارِ مصر سے ہے بہتر جوارِ مکّہ
سرچشمۂ تجلّی لیل و نہارِ مکّہ — صد رشکِ باغِ رضواں ایک ایک خارِ مکّہ

غارِ حرا ہے تجھ میں اور غارِ ثور تجھ میں — اعزاز ہے یہ تیرا اے کوہسارِ مکّہ
فِیہِ مَقَامُ اِبرَاھِیم اور حطیم اس میں — جس میں صفا و مروہ وہ ہے دیارِ مکّہ
دجّال جس میں ہرگز داخل نہ ہو سکیگا — وہ ہے حصارِ بطحا، وہ ہے حصارِ مکّہ
مجبور گر نہ ہوتا، میں چھوڑتا نہ تجھ کو — مکّے سے کہہ کے نکلا یہ تاجدارِ مکّہ
مکّے میں ملتزم ہے، مکہ میں سنگِ اسود — مکّے میں گھر خدا کا وجہِ وقارِ مکّہ
مکّے کی وادیوں میں آتے رہے فرشتے — رشکِ گلِ گلستاں ہر ایک خارِ مکّہ
سارا جہان جس سے سیراب ہو رہا ہے — وہ ایک چاہِ زمزم وہ آبشارِ مکّہ

ہر دم برس رہا ہے مکّے میں ابرِ رحمت، ہے مولدِ نبیؐ آخر دیارِ مکّہ!
صحرا کی سختیوں سے گھبرا نہ اے مسافر ہے لالہ زارِ جنّت یہ ریگزارِ مکّہ
مال و زر جواہر جاہ و جلال و حشمت کیا چیز ہیں دل و جاں ہر شے نثارِ مکّہ
جب تک رہیگی دنیا تب تک رہیگا مکّہ مکّے کا ہے محافظ پروردگارِ مکّہ
زخمی ہیں پاؤں مانا لیکن ہے شوق دلمیں مجھ کو بھی ساتھ لے چل اے شہسوارِ مکّہ

مکّے سے آتے ہیں ہم مکّے کی یاد لے کر
عاجز کے پاس ہے یہ اک یادگارِ مکّہ

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ

وُہ ارضِ مدینہ اور اُس پر رحمت کی گھٹائیں، کیا کہنا
اُس پاک مقدس خطّے کی پُر کیف فضائیں، کیا کہنا
وُہ صبحِ حسیں، وُہ شامِ مبیں، وُہ منظرِ صد فردوس بریں
وُہ پاک فضا، وُہ پاک زمیں، وُہ پاک ضیائیں، کیا کہنا
رحمت کے وُہ چشمے طیبہ میں، لہروں میں وُہ موجیں کوثر کی
گلزارِ مدینہ اور اس کی مخمور ہوائیں، کیا کہنا!
وُہ دشت وجبل جن دشت وجبل نے دورِ نبوّت دیکھا ہے
یہ اُن کا نصیبہ اور اُن پہ خالق کی عطائیں، کیا کہنا
وُہ مسجدِ نبویؐ اور اس میں وُہ لطفِ نماز اللہ اللہ
ہر سمت وُہ میناروں سے اذاں کی مست ندائیں، کیا کہنا

وہ جلوہ گہِ محرابِ نبیؐ، وہ شان ریاضِ جنت کی،
وہ وقتِ سحر اور سجدوں میں اللہ سے دُعائیں کیا کہنا!
وہ روضۂ اقدس پر ہر دم خدّامِ محمدؐ کے جھرمٹ،
وہ اللھم صلِّ علیٰ احمدؐ کی صدائیں کیا کہنا
وہ پہلی قبا کی مسجد اور پھر اس میں ثوابِ دو رکعت
اک عمرۂ کامل کا بدلہ، اللہ کی عطائیں کیا کہنا
وہ ارضِ بقیع الغرقد وہ آرام گہِ یارانِ نبیؐ
اُس بُقعۂ نور و رحمت کی خاموش فضائیں، کیا کہنا
وہ کوہِ اُحد رنگیں جس سے تاریخ ہے، اپنی رملّت کی
دامن پہ شہیدوں کی اس کے تحریر وفائیں کیا کہنا
وہ حضرتِ حمزہ عمِّ نبی، سالارِ شہیداں، غازیٔ دیں
اسلام کی خاطر جس نے سہیں اعداء کی جفائیں کیا کہنا!
اے خاکِ مدینہ تبلا دے، کچھ عہدِ نبوّت کی باتیں
ہیں شمعِ رسالت کی تجھ پر دن رات ضیائیں کیا کہنا
جبریلِ امیں جب آتے تھے، پیغامِ الٰہی لاتے تھے
اُس وقت کی شوکت کیا کہنا، اُس دم کی فضائیں کیا کہنا

وُہ اہلِ مدینہ کا پیارا اندازِ تکلّم میٹھی زباں
وُہ اُن کی محبّت کا جذبہ، وُہ ان کی ادائیں، کیا کہنا
وُہ مصری، جاوی، سوڈانی، وُہ ایرانی، پاکستانی
اُس شہرِ مقدس میں سب کی آپس میں وفائیں کیا کہنا!
یہ پاک مدینے کی گلیاں اور تجھ سا عاصی اے عاجزؔ
یہ خالقِ اکبر کی رحمت اور اُس کی عطائیں کیا کہنا



جب پاس کسی شخص کے دولت نہیں رہتی
پھر حال پہ کیوں اپنے قناعت نہیں رہتی
بڑھتا ہے اگر مال تو بڑھ جاتے ہیں اشغال
بڑھ جاتے ہیں اشغال تو راحت نہیں رہتی

مدینۂ منوّرہ

سرشار چلے جاتے ہیں سرشارِ مدینہ — آنکھوں میں لئے حسرتِ دیدارِ مدینہ!

آنکھوں میں ہے پھر حسرتِ دیدارِ مدینہ — یاد آتا ہے پھر مسکنِ سردارِ مدینہ!

گزرا ہوں میں تپتے ہوئے صحراؤں سے پیدل — آساں نظر آئی رہِ دشوارِ مدینہ

وُہ شوق کا عالم تھا کہ تھا جوشِ عقیدت — پلکوں سے چُنے میں نے خس و خارِ مدینہ

وُہ کتنا حسیں کتنا دِل آویز سماں تھا — جس دم نظر آنے لگے، آثارِ مدینہ

دل ڈوب گیا کیف میں بہنے لگے آنسو، — جب سامنے آئے در و دیوارِ مدینہ!

آنکھوں میں پھرے مسجدِ نبویؐ کے مقامات — پڑھتے تھے نمازیں جہاں سردارِ مدینہ

ہے چشمِ تصوّر میں وُہ درگاہِ مقدّس — جس خاک پہ ہے روضۂ سرکارِ مدینہ

ہوتا تھا ضیا بار جہاں بدرِ دو عالم، — یاد آتے ہیں وُہ کوچہ و بازارِ مدینہ

مَیں جن کی مجالس میں رہا بارہ برس تک — بستے ہیں مرے دل میں وُہ ابرارِ مدینہ

پھر بھیج دے عاجز کو مدینے میں الٰہی
ہو جائے شفایاب یہ بیمارِ مدینہ

مدینہ منوّرہ

ہر اک سے حسیں صورتِ سردارِ مدینہ
قرآں میں سیرتِ سرکارِ مدینہ

فردوسِ زمیں خطۂ گلزارِ مدینہ
ہیں درجِ ثمیں کوچہ و بازارِ مدینہ

اللہ رے یہ حُسن، یہ تزئین، یہ سج دھج
ذی شان ہیں بام و درو دیوارِ مدینہ

ہیں مسجدِ نبوی کے حجرہائے عجب چیز
لگتے ہیں ہمیں تو دُرِ شہوارِ مدینہ

تسکین کا سامان ہیں، فردوسِ نظر ہیں
وُہ وادیاں، وُہ کھیت وُہ انہارِ مدینہ

اللہ کے نشانات، فرشتوں کے مقامات
وُہ دشت، وُہ باغات وُہ کہسارِ مدینہ

ہر صبح معنبر ہے تو ہر شام معطّر
یہ گلشنِ جنّت ہے، کہ گلزارِ مدینہ

صد لالہ در آغوش ہے خارِ رہِ بطحا
ہے شمع سرِ طور شبِ تارِ مدینہ

دُھلنے لگی ہر دل سے گناہوں کی سیاہی
اللہ رے یہ بارشِ انوارِ مدینہ

ہر اہلِ نظر کے لیے آنکھوں کی طراوت
سرسبز کھجوروں کے وُہ اشجارِ مدینہ

اربابِ مدینہ کے وُہ ہنستے ہوئے چہرے
چہرے کہ گل و لالۂ گلزارِ مدینہ

یہ بات عقیدت کی ہے عاجزؔ سے نہ پوچھیں
کیفیتِ شیرینیٔ اثمارِ مدینہ

مدینہ منوّرہ

آنکھوں میں لیے حسرتِ دیدارِ مدینہ
مر جائے نہ آخر کہیں بیمارِ مدینہ

نکلے گی یونہی حسرتِ دیدارِ مدینہ
آنکھیں ہوں مری روزنِ دیوارِ مدینہ

خدّام کی صف میں ہیں سلاطینِ زمانہ
اللہ رے یہ عظمتِ دربارِ مدینہ

طیبہ سے اٹھیں جھوم کے مخمور گھٹائیں،
اور جام بکف ہو گئے مے خوارِ مدینہ

بھر آتا ہے دل، درد سا اٹھتا ہے جگر میں
میں سنتا ہوں جس وقت بھی اخبارِ مدینہ

سینے سے لگا لوں اسے آنکھوں میں چھپا لوں
جس کے لبِ خنداں پہ ہو گفتارِ مدینہ

پھر وجد میں آجاؤں میں جھوم اٹھے مرا دل
لا بادِ صبا لا، کبھی اخبارِ مدینہ

ہے قربتِ محبوب پسِ مرگ بھی حاصل
اللہ رے خوش بختیٔ انصارِ مدینہ

ہے اس کا مداوا ہی مدینے کی زیارت
آزارِ مدینہ ہے، یہ آزارِ مدینہ

دیتے ہیں دعائیں مجھے بیمار سمجھ کر
یہ کس کو خبر، مجھ کو ہے آزارِ مدینہ

پھر جاگ اٹھے یہ مری سوئی ہوئی تقدیر
پھر خواب میں آجائے وہ دلدارِ مدینہ

ہم بھی ہوں کبھی تیری طرح بادیہ پیما،
اے راہرو، راکبِ رہوارِ مدینہ

اِس عاجزِ بیکس کو بھی ساتھ اپنے تو لے چل
محسنؔ مرے اے قافلہ سالارِ مدینہ

قرآنِ حکیم

مخلوق کے اقوال سے ممتاز ہے قرآں
مخلوق کے خالق کی یہ آواز ہے قرآں

ہر عقدے کا حل ملتا ہے قرآنِ مبیں میں
ہے کوئی معمہ نہ کوئی راز ہے قرآں

قرآن ہے بے تابیِ ارواح کی تسکین
بیمار دلوں کے لیے دم ساز ہے قرآں

چودہ سو برس سے وہی صورت، وہی معنے
خود اپنی جگہ صورتِ اعجاز ہے قرآں

قرآن کی تعلیم بناتی ہے مؤدّب
ہے مخزنِ تعلیم ادب ساز ہے قرآں

قرآن کی تعلیم سے ہے خُلق کی تزئین،
خُلقِ نبیِ پاک کا انداز ہے، قرآں

باطل کہیں ٹھہرا ہے صداقت کے مقابل
عصفور ہے الحاد تو شہباز ہے قرآں

قرآں کی اطاعت ہی سے ملتی ہے ولایت
مسلم کے لیے باعثِ اعزاز ہے قرآں

دنیا کی قیادت ہو کہ عقبےٰ کی سعادت
مومن کے لیے بازوئے پرواز ہے قرآں

ایمان کی سب نعمتیں ختم اس پہ ہوئی ہیں
ایمان کا وہ نقطۂ آغاز ہے قرآں

ہے کوزۂ الفاظ میں دریائے معانی
یہ ایک حقیقت ہے کہ ایجاز ہے قرآں

اللہ کے قانون کے اجرا میں ہے راحت
اللہ کے قانون کی آواز ہے قرآں

قرآں پہ عمل رحمت و برکت کا سبب ہے،
عاجز کے لیے باعثِ صد ناز ہے، قرآں

احادیث

سردارِ دو عالم کی تقاریر، احادیث
افعالِ پیمبرؐ کی ہے تصویر، احادیث

یہ رنگِ تقدس ہے نہ یہ بوئے طہارت
ہیں غیرتِ صد، وادیٔ کشمیر احادیث

ہیں کانِ نبیؐ کے دُرِ شہوارِ معانی
کس طرح نہ ہوں معدنِ توقیر احادیث

یوں محو نہ ہوں گے یہ نقوش آج کسی سے
لوحِ دلِ مومن پہ ہیں تحریر، احادیث

ہیں جسم کے امراض کی تو لاکھ دوائیں،
بیماریٔ دل کی فقط اکسیر، احادیث

جیسے شبِ تاریک میں روشن مہِ انور
یوں کفر میں ہے چشمۂ تنویر احادیث

مشرک سے ہو تکرار، کہ ملحد سے لڑائی،
ہے عالمِ دیں کے لیے شمشیر، احادیث

بنیادِ احادیث ہیں قرآں کی آیات
قرآن کی آیات کی تفسیر، احادیث

جو شدّتِ سختی سے ہو پتھر کا کلیجہ
اُس دل کے لیے نشترِ تاثیر، احادیث

اخلاق سے تعبیر ہے انسان کا کردار،
انسان کے کردار کی تعمیر، احادیث

اوروں کا اثاثہ ہے زر و مال و جواہر
ہے عاجزِ خوش بخت کی جاگیر، احادیث

اسلام

حضرتِ آدم سے ملتا ہے نشاں اسلام کا
ہر نبی ہر دور میں تھا ترجماں اسلام کا!

لہلہاتا ہی رہے گا گلستاں اسلام کا
خود خدائے لم یزل ہے باغباں اسلام کا

ایک دنیا نے قدم چومے وہاں اسلام کے
بزمِ عالم میں قدم پہنچا جہاں اسلام کا

اہلِ دنیا نے اسے پایا ہمیشہ کامیاب
جب بھی دنیا میں ہوا ہے امتحاں اسلام کا

نزدِ اللہ دین صرف اسلام ہی مقبول ہے
اس طرح آیا ہے قرآں میں بیاں اسلام کا

سینۂ مومن میں روشن شمع ہے اسلام کی
سینۂ مومن ہے گویا شمع داں اسلام کا

عام ہو جائے جہاں میں دولت امن و اماں
دہر میں ہو جاتے گر سکہ رواں اسلام کا

ایک مسلم سے مہک اٹھتی ہے محفل کی فضا
ایک مسلم کا دہن ہے عطرداں اسلام کا

قدرِ جوہر جوہری ہی جانتا ہے بے شبہ
قدرداں آخرت ہے، قدرداں اسلام کا

آشنا اسلام کی عظمت سے ہیں اہلِ کتاب
مرتبہ ہے سارے دینوں میں عیاں اسلام کا

کوئی اسود ہو کہ ابیض، شرق ہو یا غرب ہو
سب کا ہے اسلام، ہے سارا جہاں اسلام کا

ہے یہی وُہ رہ جسے کہتے ہیں راہِ مستقیم
گامزن جس راہ پر ہے کارواں اسلام کا

قلعۂ اسلام کو تسخیر کر سکتا ہے کون؟
اک مسلماں بھی ہے جب تک پاسباں اسلام کا

عاملِ اسلام ہو جائے تو اے عاجزؔ اگر
دیکھ کر کافر تجھے ہو نغمہ خواں اسلام کا!

توحید

چکھ لیتا ہے جو ذائقۂ بادۂ توحید
رہتا ہے پسِ مرگ بھی مستانۂ توحید

مومن کی زباں پر ہے سدا نغمۂ توحید
مومن کی تمنّا ہے کہ ہو غلبۂ توحید

پیغمبرِ برحق کی زباں چشمۂ توحید
قرآنِ مبیں صورتِ گلدستۂ توحید

اے راہ روِ جادۂ توحید مبارک
ہے جادۂ فردوسِ بریں جادۂ توحید

توحید ہے اسلام کے ایوان کی بنیاد
مشرک ہے سراسر جو ہے بیگانۂ توحید

حج ہے، نہ زکوٰۃ اسکی نہ روزے نہ نمازیں
بے گانۂ اسلام ہے، بے گانۂ توحید

جو زندۂ جاوید ہے اللہ کے نزدیک
وہ کُشتۂ توحید ہے وہ کُشتۂ توحید

توحید کے معنے کو سمجھتے ہیں موحد
ہے ان کی زبانوں پہ سدا خطبۂ توحید

جھکتا نہیں انساں وہ انساں کے آگے
انسان جو ہو جاتا ہے دلدادۂ توحید

جو نارِ جہنّم سے خلاصی کا ہے ضامن
وہ حلقۂ توحید ہے، وہ حلقۂ توحید

جو شرک کا پابند ہے، جاہل ہے وہ عاجز
وہ اہلِ خرد ہے، جو ہے دیوانۂ توحید

نماز

ہوتی ہے دل کی دُور کثافت نماز سے
پاتے ہیں جسم و رُوح طہارت نماز سے

حاصل ہے اس مکان کو زینت جہان کی
ہوتی ہے جس مکان کی زینت نماز سے

مومن کے روح و دل کی غذا ہے نماز ہی
مومن کے دل کو ملتی ہے لذّت نماز سے

بیشک نماز دینِ نبی کا ستون ہے
محکم ہے دینِ حق کی عمارت نماز سے

سو جرم سے بشر کو بچاتی ہے اک نماز
ہوتی ہے ترک ہر بُری عادت نماز سے

خیر الامم ہے جس سے یہ اُمّت، نماز ہے
یوں بے خبر ہے پھر بھی یہ اُمّت نماز سے

بیشک یہی کلید ہے قصرِ بہشت کی،
وا ہو گا حشر میں درِ جنّت نماز سے

شیرازہ ہو سکیگا نہ اس دیں کا منتشر
ملتا ہے درسِ نظم و جماعت نماز سے

دُنیا سے کچھ ملا ہے نہ عقبیٰ میں کچھ ملے
برتے جو جان بوجھ کے غفلت نماز سے

نفرت ہے اس بشر سے رسالتمآبؐ کو،
روزے سے جسکو عار ہے نفرت نماز سے

کوئی گدا ہو، میر ہو، سلطانِ وقت ہو
عاجزؔ نہیں کسی کو بریّت نماز سے!

روزہ

اخلاق کے ایوان کی تعمیر ہے روزہ — اور قصرِ خرافات کی تدمیر ہے روزہ
جس میں نہ ریا ہے، نہ کوئی مکر، نہ دھوکہ — اُس حُسنِ عبادت کی یہ تصویر ہے روزہ
شیطان تو انسان کا دُشمن ہے پُرانا — شیطاں کے لئے قید ہے زنجیر ہے روزہ
وُہ رُوح کا ہو، یا کہ مرض ہو وُہ جسد کا — ہر ایک مرض کے لئے اکسیر ہے روزہ
جو دِل کہ مچلتا ہے گناہوں پہ ہمیشہ — اس دل کے لئے باعثِ تسخیر ہے روزہ
روزہ سے ضیا ملتی ہے قلب اور نظر کو — مومن کیلئے چشمۂ تنویر ہے روزہ
کافی ہے یہ روزہ کے فضائل کی ضمانت — قرآن و احادیث میں تحریر ہے روزہ

جس نفس کی اصلاح کا امکاں نہ ہو عاجزؔ
اس نفس کی اصلاح کی تدبیر ہے روزہ

زکاۃ

جس دل پہ منکشف ہے حقیقت زکاۃ کی
اُس دل میں جاگزیں ہے محبت زکوٰۃ کی

خود آپ منتظم ہو حکومت زکوٰۃ کی
ہو جمع اک مقام پہ دولت زکوٰۃ کی

تقسیم ہو زکات جو اک نظم و ضبط سے
پھر منکشف ہو سب پہ فضیلت زکوٰۃ کی

ہو گا نہ ملک سے کبھی غربت کا انسداد
جب تک نہ ہو گی نظم و نظامت زکوٰۃ کی

حج اور نماز و روزہ کی عظمت ہے جس طرح
دیں میں اسی طرح سے ہے عظمت زکوٰۃ کی

قائم ستونِ دیں ہے قیامِ زکوٰۃ سے
حفظِ ستونِ دیں ہے حفاظت زکوٰۃ کی

ہوتا ہے پاک مال ادائے زکوٰۃ سے
قرآن سے عیاں ہے فضیلت زکوٰۃ کی

کرتے ہیں صرف مال جو شکلِ زکات میں
وُہ دیکھتے ہیں مال میں برکت زکوٰۃ کی

حق ہے یہ فقیروں کا مساکیں کا بے شبہ
رکھے نہ دل میں ہر کوئی حسرت زکوٰۃ کی

عاجز نہ ہو گی ہاتھ میں جس وقت کوئی شے،
اس وقت ہاتھ آئے گی قیمت زکات کی!

حج

جس بھی خوش قسمت کے سینے میں ہے عزمِ تامِ حج
مل ہی جاتی ہے اسے پھر دولتِ اکرامِ حج
حج ہے اک رکنِ عظیم اسلام کا مثلِ نماز
آئے ہیں قرآن میں مثلِ نماز احکامِ حج
بعد از تعمیرِ بیت اللہ، خلیل اللہؑ نے
سب سے پہلے اہلِ عالم کو دیا پیغامِ حج
قدر کی راتیں ہیں سب راتوں میں جیسے بہترین
ہیں یونہی ایام میں افضل تریں ایامِ حج
استطاعت جس میں بھی ہے حجِ بیت اللہ کی!
فرض ہے اس پر کرے وہ خود پہ فرض احکامِ حج
سرفرازی حج کی ملتی ہے صرف مال سے،
باغِ جنت اور ہے رضوانِ حق انعامِ حج!

اسود و ابیض گدا و شاہ کی حالت ہے ایک
درسِ وحدت دے رہا ہے جامۂ احرامِ حج!

اہلِ دولت، دولتِ ایماں سے ہیں جو مالا مال
جان و دل سے وُہ بجا لاتے ہیں، کُل احکامِ حج!

حشر کے دن تک رہے گا اس کے نشّے میں وہ مست
زندگی میں پی لیا اکؒ بار جس نے جامِ حج!

اہلِ خانہ کی جدائی، اور صعُوباتِ سفر
باعثِ تسکینِ مومن ہیں یہ سب آلامِ حج

گر نہ ہو پھر معصیت آلودہ دامانِ حیات
ایک حاجی کے لیے عاجز ہے یہ انعامِ حج

پاکستان

جاں فزا ہو صبائے پاکستان　　دِلکُشا ہو فضائے پاکستان
جانِ و دل ہوں فدائے پاکستان　　ہر نفس ہو صدائے پاکستان
ہر لبِ برگِ گُل پہ ہے یہ دُعا　　حشر تک مسکرائے پاکستان
مثلِ گُل اُس چمن میں ہم مہکیں،　　اور سدا لہلہائے پاکستان
نعرۂ لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ　　مقصد و مدعائے پاکستان
نظم و ضبط و عمل بنائے دیں،　　اور دیں ہے بنائے پاکستان
پاک ہوں عصبیت سے دیدہ و دل　　ہے اسی میں بقائے پاکستان
جلوہ افروز ہیں مہ و اختر،　　آسماں ہے لوائے پاکستان
مردِ مومن کے شیشۂ دِل پر،　　منعکس ہے ضیائے پاکستان
جانِ و دِل سے عزیز تر ہے ہمیں　　آرزوئے بقائے پاکستان
نور و جلوہ برائے دیدہ و دل　　دیدہ و دل برائے پاکستان
چھوڑ دیں بُغض ایک ہو جائیں　　ہے یہی اقتضائے پاکستان

اپنے حسنِ عمل میں ہے مضمر نکتہ، ارتقائے پاکستان!
قلعۂ قوم و دین و ملّت ہے کون ہے جو مٹائے پاکستان
ہم مٹا دینگے اس کا نقشِ حیات جو مٹانے کو آئے پاکستان
چاک ہوں دشمنوں کے قلب و جگر چاک کیوں ہو ردائے پاکستان
عاجز اپنی بقا ہے اُس دم تک
جب تلک ہے بقائے پاکستان!

کس درجہ یہ ملّت پہ ہے نازک گھڑی آئی
ہے دست و گریباں جو یہاں بھائی سے بھائی
ہے اپنا خدا ایک، رسولؐ ایک، کتاب ایک،
کس بات پہ ہے پھر یہ فساد اور لڑائی

شہیدانِ وطن

اے حبیبانِ وطن اور اے محبّانِ وطن
اے فدایانِ وطن اے جاں نثارانِ وطن

نونہالانِ وطن اے نوجوانانِ وطن
اے دلیرانِ وطن، اے پاسبانانِ وطن

تم نے اپنے خون سے سینچا جو لبنانِ وطن
بن گئے ہیں پھول سب خارِ مغیلانِ وطن

لالہ و گل سرخ رُو، شاخ و شجر رنگیں لباس
ہے تمہارے دم سے تزئینِ گلستانِ وطن

تم نے زندہ کر دیا پھر بدر کی تاریخ کو
کارناموں سے تمہاری بڑھ گئی شانِ وطن

جان دیکر فی سبیل اللہ وطن کے واسطے
تم نے رکھ لی رحمتِ اللہ سے آنِ وطن

مل گئی تم کو خدا کے ہاں حیاتِ جاوداں
یہ تمہاری خوش نصیبی اے شہیدانِ وطن

ہے اُنھی کے دم سے اے عاجز بہاروں کا ہجوم
ہے بجا کہیئے انھیں جانِ بہارانِ وطن

برکاتِ اتحاد

اُس کی رحمت سے ہر ایک شے مظہرِ اکرام ہے،
زندگی تو زندگی ہے، موت بھی انعام ہے!
نوجوانانِ وطن، سوتے رہو گے تا بکے
خوابِ غفلت سے اٹھو، یہ صبح کا ہنگام ہے!
موت کیا ہے چھوڑ دینا، دامنِ سعی و عمل
زندگی کیا ہے؟ مسلسل کوششوں کا نام ہے!
تو اگر برداشت کر لے اس جہاں کی سختیاں
آخرت میں پھر سدا آرام ہی آرام ہے
ایک اللہ، ایک قبلہ، ایک قرآں، اِک رسول
کس لیے پھر پارہ پارہ ملّتِ اسلام ہے
فرقہ بندی نے مٹا ڈالی ہیں پہلی امتیں،
یاد رکھو، فرقہ بندی کا بُرا انجام ہے!
ہم نے پاکستان کو سینچا ہے اپنے خُون سے،
جان سے پیارا ہمیں اب اس کا استحکام ہے
وجہِ استحکام ہے آپس کا نظم و اتحاد
قوم کی خدمت میں، بس عاجز کا یہ پیغام ہے!

مدینے میں

قمر فلک پہ ہے رشکِ قمر مدینے میں
بشر جہاں میں ہیں خیر البشر مدینے میں

مدینہ کیا ہے؟ زمیں پہ ریاضِ جنّت ہے
وُہ خوش نصیب ہے جسکا ہے گھر مدینے میں

مَیں زخم خوردہ مسافر ہوں اک مدینے کا
مِلے گا مرہمِ زخمِ جگر، مدینے میں

قدم قدم پہ چمکتے ہیں خاک کے ذرّے
قدم قدم پہ ہیں لعل و گہر مدینے میں

جگہ جگہ کی تو دجّال خاک اڑائے گا،
نہ رکھ سکے گا قدم وُہ مگر مدینے میں

ہر اک نظارے پہ قرباں کیوں نہ ہوں نظریں،
ہر اک نظارہ ہے جانِ نظر مدینے میں

اب اس سے بڑھ کے مدینے کی شان کیا ہوگی
ہے شانِ ربِّ جہاں جلوہ گر مدینے میں

اے کاش لوٹ کے آجائیں پھر وُہ شام و سحر
بسر ہوئے تھے جو شام و سحر مدینے میں

نزولِ خیر وہاں اس لیے ہے اے عاجز
قیام رکھتے ہیں خیر البشر مدینے میں

تمنّائے عاجز

مست و مخمور ہوں، بے خود و سرشار رہوں
حال کچھ بھی ہو مگر تیرا طلب گار رہوں!
ساقیا بخش وہ جامِ مئے توحید مجھے،
جس کے نشّے میں پسِ مرگ بھی سرشار رہوں
کوئی امّید نہ ہو، کوئی تمنّا نہ رہے،
آرزو یہ ہے کہ مَیں تیرا پرستار رہوں
شکر ہر سانس پہ، ہر ایک قدم پر سجدہ
ایک لمحے کے لیے بھی نہ مَیں بے کار رہوں
عیش و آرام ہیں، سب تیری رضا کا صدقہ
تو نہ راضی ہو تو میں خود سے بھی بیزار رہوں
تو مرے حالِ دلِ زار سے آگاہ رہے،
مَیں ترے دامِ محبّت میں گرفتار رہوں
تجھ کو مَیں آکے ملوں جامِ شہادت پی کر!
تہِ شمشیر رہوں، یا مَیں تہہِ دار رہوں

مُسافر

کدھر کا ہے عزمِ سفر اے مسافر
کہ ہر اک ہے با چشمِ تر اے مسافر

مدارج، مراتب، مجالس، محافل
ہیں بے کار یہ کرّ و فر اے مسافر

چمن کے ہوں گل یا فلک کے ستارے
ہے سب کچھ فریبِ نظر اے مسافر

نہ زادِ سفر ہے نہ کچھ فکرِ منزل
تو اتنا ہے کیوں بے خبر اے مسافر

تو بچ جائے گا عقل کی رہزنی سے
ہے قرآں اگر راہ بر، اے مسافر

نہ رُک رُک کے چل اس رہِ پُر خطر میں
بہت دور ہے تیرا گھر اے مسافر

بڑی راحتیں ہیں محبّت کی رہ میں
لگا زندگی داؤ پر اے مسافر

نہیں راہ کی سختیوں پہ وُہ عاجز
ہے منزل پہ جس کی نظر اے مسافر

التجا

الفت سے تری یارب مخمور ہر انساں ہو،
ہر دل میں فقط تیرے دیدار کا ارماں ہو!
ہر کام کا تُو مقصد، ہر گام کی تو منزل
ہر آنکھ کی تو حسرت، ہر دل کا تُو ارماں ہو!
ہر ذکر ترا کلمہ، ہر بات تری آیت
ہر چیز سے ظاہر ہو، ہر شے سے نمایاں ہو!
دیدار سے تُو اپنے محشر میں مشرّف کر
وُہ راہ دکھا جس سے ملنا ترا آساں ہو
مِٹ جائے تری رہ میں اے کاش ترا عاجز
دولت کا نہ طالب ہو، حشمت کا نہ خواہاں ہو!

دُنیا

دغا ہے، مکر ہے، دھوکہ ہے شان و شوکتِ دُنیا
ندامت ہے، خسارہ ہے، مآلِ اُلفتِ دُنیا
بہت دلکش، نہایت ہی حسیں ہے صورتِ دُنیا
فساد و قتل و خوں، ظلم و ستم ہے سیرتِ دُنیا
خدا سے اس قدر ہی دُور ہو جاتا ہے وُہ انساں
جس انساں کو میسّر جس قدر ہے قربتِ دُنیا
وُہ جنّت کی کسی نعمت کی بُو تک بھی نہ پائے گا
غذائے رُوح جس کی بن گئی ہو، عشرتِ دُنیا
نہ ملتا گھونٹ اک پانی کا اس دُنیا میں کافر کو
خُدا کے ہاں جو ہوتی کچھ بھی قدر و قیمتِ دُنیا
نہیں عابد وُہ یادِ حق سے جو غافل ہُوا دم بھر
نہیں زاہد وُہ جس کے قلب میں ہے رغبتِ دُنیا
ترے اعمال دیں گے ساتھ تیرا راہِ عقبیٰ میں،
یہ دُنیا ہی میں رہ جائے گی عاجز دولتِ دُنیا

دُنیا

ذوقِ فیتینؔ

کمالِ فکر و دانش ہے، زوالِ رغبتِ دُنیا — زوالِ فکر و دانش ہے، کمالِ قربتِ دُنیا
یہ دُنیا ہے نہ کر اس میں ملالِ کلفتِ دُنیا — غلط ہے راہِ دُنیا میں خیالِ راحتِ دُنیا
نہ لا لب پہ کبھی اے دل سوالِ ثروتِ دُنیا — کہ ثروت ساتھ لاتی ہے خیالِ عشرتِ دُنیا
خیالِ عشرتِ دُنیا سے فتنے جاگ اٹھتے ہیں — اُنھیں فتنوں کا مظہر ہے زوالِ حشمتِ دُنیا
وُہ رہتے ہیں ہمیشہ شادماں اپنی فقیری پر — جنھیں ہے علمِ انجامِ جلالِ سطوتِ دُنیا
محبّت کر نہ دُنیا سے کہ اسکو چھوڑ جانا ہے — رولائیگا دمِ رحلت مآلِ اُلفتِ دُنیا
اگر ہے آج تیرے پاس تو کل انکے ہاتھوں میں — ہمیشہ منقلب رہتا ہے حالِ دولتِ دُنیا
جفا و جور، قہر و جبر، گمراہی و مغروری — یہ ہیں ساری علاماتِ وبالِ ثروتِ دُنیا

پہنچنا ہے تجھے منزل پہ منزل دُور ہے عاجز
سنبھل، اُٹھ، جاگ! اے محوِ جمالِ جنتِ دُنیا!

ماہِ صیام

یہ اپنی خوش نصیبی ہے کہ پھر ماہِ صیام آیا
خدائے پاک کی جانب سے رحمت کا پیام آیا

سحر سے تا غروبِ شمس روزے سے رہیں گے اب
غروبِ شمس سے تا صبح دم وقتِ قیام آیا

یہی وہ ماہِ اقدس ہے کہ جس میں صورتِ قرآں
زمیں پر آسماں سے کامل و اکمل نظام آیا

مبارک شب وہ آتی ہے اسی ماہِ مبارک میں
کلامِ ربِّ دو عالم میں جس کا "قدر" نام آیا

فضیلت ہے عیاں اس شب کی لفظِ اَلْفِ شَہْرٍ سے
عبادت کے لیے اس شب میں حکمِ اہتمام، آیا

بسر کی رات جس نے "قدر" کی ذکرِ الٰہی میں
فرشتوں کی دعائیں اس پہ اللہ کا سلام آیا

اُٹھیں موجیں، تلاطم آگیا دریائے رحمت میں
درِ حق پہ مہِ رمضاں میں جب عاجز غلام آیا

زندگی

خود بخود ہو جائیگا روشن حسابِ زندگی
سامنے آئیگی جب کھل کر کتابِ زندگی

گر رہی ہے کس طرح اُٹھ اُٹھ کے ہر موجِ حیات
مٹ رہا ہے کیسے بَن بَن کر حبابِ زندگی

عیش و عشرت کے جہاں مٹ جائینگے سارے نقوش
کر وہاں کی فکر اے خانہ خرابِ زندگی

پاس جو کچھ تھا رہِ غم میں وُہ سب کچھ لُٹ چکا،
کاش اب مانگیں نہ وُہ مجھ سے حسابِ زندگی

حیف چھاتا جا رہا ہے رہ گزاروں پر دھواں
ہائے ڈھلتا جا رہا ہے، آفتابِ زندگی

حال کیا ہوگا بتا اے مطربِ ہستی ترا
جب اچانک ٹوٹ جائیگا ربابِ زندگی

کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ قانون ہے اللہ کا،
ٹوٹ کر رہ جائے گا اک اک حبابِ زندگی
اختتامِ زندگی اور موت پر؟ ممکن نہیں،
موت تو خود کھولنے آتی ہے بابِ زندگی
اس حیاتِ چند روزہ کا بھرم کھل جائیگا
نزع میں جس وقت اُٹھے گا نقابِ زندگی؛
قلزمِ ہستی کی گہرائی میں عاجز ڈوب کر
موت سے تُو کر رہا ہے، اکتسابِ زندگی

خود ہی اپنے شعلۂ الفت کو بھڑکاتا ہُوں میں
اور خود ہی اس پہ اپنے رشک برساتا ہُوں میں
ہر قدم پر راہِ الفت میں نئی افتاد ہے
ہر نئی افتاد سے اک راہ نئی پاتا ہُوں میں

بدل جاتی ہے پوری زندگی دل کے تغیّر سے

تر و تازہ زبان و قلب ہے تیرے تذکّر سے
مرے دُنیا و دیں آباد ہیں تیرے تصوّر سے

اگر اعمال ہیں تیرے خلافِ علم اے عالم
نتیجہ کچھ نہیں حاصل ترے علمی تبحّر سے

رہِ عشرت میں جسنے زندگی اپنی گنوا ڈالی
ملے گا ہاتھ محشر میں ندامت سے تحسّر سے

خطا ہے جرم ہے دُنیا میں نومیدی و مایوسی
ہر اک عقدہ سلجھ جاتا ہے تدبیر و تدبّر سے

تغیّر دل کا ہی اعمال میں لاتا ہے تبدیلی
بدل جاتی ہے پوری زندگی دل کے تغیّر سے

وجودِ خالقِ یکتا سے کیوں اعراض کرتا ہے
ادھر آ دیکھ نظمِ دو جہاں چشمِ تفکّر سے

یہ حشمت چند روزہ ہے یہ دولت چند روزہ ہے
کبھی مسکین سے پیش آ نہ تو ظلم و تکبّر سے

وفورِ خوف سے کُفّار کے دل بیٹھ جاتے ہیں
مسلماں سامنے آتا ہے جب شانِ تہوّر سے

وہ ہو کر ہی رہیگا جو تری قسمت میں لکھا ہے
کہ یہ مٹتا نہیں تیری خوشی سے اور تکدّر سے

کبھی بھی صاحبِ ایماں کا دل توڑنا اے دوست
کہیں بڑھ کر ہے اسکا جرم کعبے کے تکسّر سے

بڑائی کے لیے حسنِ خصائل کی ضرورت ہے
بڑا ہوتا نہیں انسان دولت کے تکثّر سے

کبھی غم ہے کبھی فرحت کبھی ثروت کبھی عسرت
یونہی دن زندگی میں آتے رہتے ہیں تکوّر سے

حقیقت میں یہ فصلِ گُل خزاں کا پیش خیمہ ہے — نہ بھول انجام تو اس کا کسی گُل کے تعطّر سے
زباں گندی ہو جسکی سمجھو اسکا دل بھی گندا ہے — زباں طاہر ہوا کرتی ہے دل ہی کے تطہّر سے
ہے گر عزمِ مصمم دل میں منزل پر پہنچنے کا — پریشاں ہو نہ پھر اے راہ رو رہ کے تعسّر سے
تُو جب سے طالبِ منصب ہوا ڈرتا ہوں میں تجھ سے — بدل جائے روش تیری نہ منصب پر تقرّر سے
بتاؤں کیا مرا کیا حال ہے پوچھو نہ تم مجھ سے — عیاں ہے حال میرا میرے چہرے کے تنشّر سے
امورِ آخرت میں سبقت و عجلت سعادت ہے — مگر دُنیا کے کام انجام دو فہم و تأخّر سے
یہ اُس غفّار کو ہے دعوتِ غیض و غضب دینا — کسی بیکس بشر کو دیکھنا چشمِ تنفّر سے
کبھی امید رکھتا ہوں تری رحمت کی وسعت پر — کبھی ڈرتا ہوں میں اپنے گناہوں کے توفّر سے
ہے واجب شکر ہر اک نعمتِ مولیٰ پہ اے انساں — اضافہ اور ہو جاتا ہے نعمت میں تشکّر سے
تماشہ ہے کسی کی موت بھی تیری نگاہوں میں — ترا دل کیوں ہے یوں محرومِ احساس و تأثّر سے
بتائے گی قیامت میں زمیں جو کچھ ہُوا اس پر — بشر دیکھے گا یہ منظر تعجب سے، تحیّر سے
اجل اپنے معیّن وقت پر جب وقت آتی ہے — کوئی پھر بچ نہیں سکتا تدبّر سے تفکّر سے

زمیں کے پیٹ میں جانا ہے آخر ایک دن عاجزؔ
زمیں کی پیٹھ پر چلنا نہیں اچھا تفخّر سے

آگے بڑھو

سرفروشو! حکمِ یزداں مان کر آگے بڑھو،
موت کو اپنی سعادت جان کر آگے بڑھو

کفر نے پھر نورِ ایمانی کو للکارا ہے آج
نوجوانو! اپنے سینے تان کر آگے بڑھو

سر بکف آجاؤ پھر میداں میں لڑنے کے لیے
تیغ کے سائے میں جنت جان کر آگے بڑھو

خالد و طارق کی صورت رزم گاہِ کفر میں،
تیغ اُٹھا کر، اور سینہ تان کر آگے بڑھو

حیدرؓ و فاروقؓ کی تلوار کے وارث بنو
اپنا فرضِ منصبی پہچان کر آگے بڑھو

کفر تو عاجز ازل سے دشمنِ اسلام ہے
اس حقیقت کو حقیقت جان کر آگے بڑھو

مرا عزمِ جواں دیکھ!

کمزور ہوں لیکن تو مرا عزمِ جواں دیکھ	اے دیدۂ مغرور مری تاب و تواں دیکھ
مغرور ہے تو قوتِ بازوئے قوی پر	قوت ہے مری دولتِ ایماں میں نہاں دیکھ
تنگ آگئے انساں جو ترے ظلم و ستم سے	جا پہنچی سرِ عرشِ بریں ان کی فغاں دیکھ
اب ان کی مدد کے لیے اللہ کے بندے	آپہنچے ہیں ہاتھوں میں لیے تیغ و سناں دیکھ
مل جائیگی اب تجھ کو سزا تیرے عمل کی،	چمکے گی ابھی سر پہ ترے برقِ تپاں دیکھ
اے مردِ مجاہد تو بڑھا چل تو بڑھا چل	یہ سیلِ رواں دیکھ، نہ وہ کوہِ رواں دیکھ
جب رکھ ہی دیا تو نے قدم راہِ وفا میں	اب رنج و الم دیکھ نہ اب سود و زیاں دیکھ
اس طرح سے تو قوتِ باطل کو کچل دے	باقی نہ رہے اس کا کہیں نام و نشاں دیکھ

ہے جامِ شہادت ترے پینے کی فقط دیر،
وہ سامنے عاجز ہے درِ باغِ جناں دیکھ

◯

فلسفۂ عیدُ الاضحیٰ

توحید کے علَم کو اُٹھا کر بڑھے چلو
دُنیائے کفر و شرک پہ چھا کر بڑھے چلو

سوزِ دل و جگر سے جلا کر چراغ دیں
دینِ نبیؐ کی شان بڑھا کر بڑھے چلو

ہے دین ہی تو اہلِ محبّت کا راستہ
یہ راستہ ہر اک کو دِکھا کر بڑھے چلو

دشمن کو اپنی قوّتِ بازو پہ ناز ہے!!
تُم اپنی لَو خُدا سے لگا کر بڑھے چلو

دل میں اگر ہے جامِ شہادت کی آرزُو
تیغ و تبر سے تن کو سجا کر بڑھے چلو

پھر سَر اُٹھا سکے نہ کبھی کفر پیشِ حق
ضرب ایسی اس کے سر پہ لگا کر بڑھے چلو

مَوت و حیات ہے پئے تکمیلِ آدمی
اس رہ پہ آدمی کو چلا کر بڑھے چلو

پیغام ہے یہی ہمیں ابنِ خلیلؑ[1] کا!!
گردن رہِ خُدا میں کٹا کر بڑھے چلو

عاجزؔ یہ جسم و جاں تو امانت خُدا کی ہے
راہِ خُدا میں ان کو لُٹا کر بڑھے چلو

[1] حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام

کوئی شریک نہیں ہے، کمالِ وحدت میں،
کوئی دخیل نہیں ہے، نظامِ قدرت میں؛
تمام دنیا کی قربان لذتیں اس پر،
ملی ہے مجھ کو جو لذّت تری محبّت میں!
سبق ملا ہے ہمیں یہ کتاب و سنت سے
ہر ایک عقدے کا حل ہے کتاب و سنت میں
ہیں زندگی میں ترے قیمتی وہی اوقات،
بسر ہوئے جو کسی اہلِ دل کی صحبت میں!
ترے لیے وہی بہتر ہے مان لے اس کو،
جو لکھ دیا ترے خالق نے تیری قسمت میں!
مجاز ہو کہ حقیقت، یقین کر عاجز،
فلاح و فوز ہے پابندئِ شریعت میں!

زندگی کیا ہے ایک مُہلت ہے! — موت بابِ جحیم و جنّت ہے!
یہ جہاں کیا ہے، غم کا افسانہ، — آخرت کیا ہے، اک حقیقت ہے
دیکھنے والی ہر نظر کے لیے — ہر مقام اک مقامِ عبرت ہے
آگ کا ڈر، نہ چور کا خطرہ — علم اک لازوال دولت ہے
لوگ کہتے ہیں جس کو قرض اے دوست — رات کا غم ہے، دن کی ذِلّت ہے
ہائے یہ زندگی گھڑی بھر کی، — باعثِ صد ہزار کلفت ہے
جس کا اندازۂ ثواب نہیں — اپنے ماں باپ کی وُہ خدمت ہے
باز آ معصیت سے اے ناداں — معصیت کا مآل حسرت ہے
نیکیوں کا خیال رکھ دائم — نیکیوں کا خیال رحمت ہے
تُو غمِ آخرت کا خوف نہ کھا، — یہ غمِ آخرت تو راحت ہے
کیا خبر پھر نہ اُٹھ سکے پردہ، — دیکھ اے دل یہ دم غنیمت ہے
ایک لمحہ کی لذّتِ عشرت — باعثِ طولِ رنج و زحمت ہے

موت ہے گھات میں تری عاجز
ایک تُو ہے کہ محوِ غفلت ہے

بیاباں سے گلستاں تک زمیں سے آسماں تک ہے
نہ جانے تیرے جلووں کی یہ تابانی کہاں تک ہے
حیاتِ جاوداں تک ہے کہ مرگِ ناگہاں تک ہے
مری رُسوائیوں کا سلسلہ جانے کہاں تک ہے
رہِ طیبہ کی دلآویزیوں کی کیا خبر اس کو،
کہ جس بدبخت کا قصدِ سفر کوئے بتاں تک ہے
چھُپا سکتا ہے اپنے جرم تو لوگوں کی نظروں سے
عیاں اللہ پہ تیرا ہر اک عزمِ نہاں تک ہے
وُہ پہنچائے گا کیونکر قافلے کو بر سرِ منزل،
کہ جب ناآشنائے راہ میرِ کارواں تک ہے
خدائی تک کا دعوےٰ کر گئے جو دارِ فانی میں
نہ اُن کا نام باقی ہے نہ اب اُنکا نشاں تک ہے

رہے گی گونج باقی میرے نغموں کی قیامت تک

عنادل کی نوا سنجی، بہارِ گلستاں تک ہے

خدا جانے ہماری کشتیٔ امید کا کیا ہو،

نظر کے سامنے ساحل، نہ ساحل کا نشاں تک ہے

کسے اندازہ ہوگا اس کی قسمت کی رسائی کا،

رسائی یا الٰہی جس کی تیرے آستاں تک ہے

عمل کے آئینہ میں دیکھ تو معلوم ہو جائے

تجھے پیارے رسول اللہؐ سے الفت کہاں تک ہے

سمجھتا ہے زمانے میں جنھیں تو جاں نثار اپنے

تعلّق اُن کا تجھ سے تیرے ربطِ جسم وجاں تک ہے

دمِ رحلت تو پچھتائے گا پھر حاصل نہ کچھ ہوگا،

عمل کا وقت اے عاجزؔ تری عمرِ رواں تک ہے!

جیسے کہ شیر سے اک حیوان بھاگتا ہے
انساں سے آج ایسے انسان بھاگتا ہے

صوتِ اذان سن کر مسجد میں آ اُسی دم
صوتِ اذان سُن کر شیطان بھاگتا ہے

درسِ حدیث تو ہے اصلاحِ دل کا نسخہ،
درسِ حدیث سے تو نادان بھاگتا ہے

بحرِ حیات میں ہم طوفاں سے کیا ڈریں گے
ہم وُہ ہیں جن سے ہر اک طوفان بھاگتا ہے

مہماں کو میزباں جو اک بوجھ ہے سمجھتا،
اُس میزباں سے ہر اک مہمان بھاگتا ہے

اللہ کے ولی کی طاقت نہ آزماؤ،
اللہ کے ولی سے شیطان بھاگتا ہے

یہ علم فی الحقیقت زیور ہے آدمی کا!
تحصیلِ علم سے اک انجان بھاگتا ہے

راحت کی گر طلب ہے محنت کر جہاں میں
محنت سے ایک کاہل نادان بھاگتا ہے

قرآن کے معانی کرتے ہیں رائے سے جو
ایسے مفسّروں سے قرآن بھاگتا ہے

قتل و زنا و سرقہ جن کا ہے کام عاجزؔ
یہ لوگ وُہ ہیں جن سے ایمان بھاگتا ہے

دل میں اس کی یاد ہے اور لب پہ اس کا نام ہے
اس جہانِ آب و گِل میں فیض جس کا عام ہے
کشمکش ہے موت کی اور نزع کا ہنگام ہے
چند روزہ زندگی کا سامنے انجام ہے!
جان لو ہر ایک نیکی کے لیے انعام ہے!
یاد رکھو ہر بُرائی کا بُرا انجام ہے!
قولِ پیغمبر ﷺ جو ہے اللہ کا پیغام ہے
فعلِ پیغمبر جو ہے وُہ سر بسر الہام ہے
کاہلی کا حسرت و افسوس ہی انجام ہے
کاہل انساں کا عبث تقدیر پر الزام ہے
حکمِ حاکم سُنتے ہی کر دیتے ہیں وُہ سر کو خم،
جن کے دل میں جذبۂ پابندیٔ احکام ہے

بے ادب، گستاخ ہے جو اپنی طینت کے سبب
کل بھی وُہ ناکام تھا، اور آج بھی ناکام ہے
ہر نفس ہے زندگی کے اِک تغیر کا نشاں،
زندگی کا ہر تغیّر موت کا پیغام ہے
قبر میں عاؔجز کو رکھ کر لوٹ آئیں گے سبھی
کیا وہاں پیش آئے گا دل لرزہ بَراندام ہے

محوِ حیرت ہُوں زمانے کا یہ کیا دستور ہے
دُکھ وُہ دیتے ہیں جنھیں آرام پہنچاتا ہُوں میں
میں نے اپنی آخرت جن کے لیے برؔباد کی،
اس جہاں میں بھی انھیں ساتھی نہیں پاتا ہوں میں

دل میں ترا غم، لب پہ ترا نام ہمیشہ / کٹتے ہیں مرے یوں سحر و شام ہمیشہ

اکرام ہمیشہ ہیں نہ آلام ہمیشہ / رہتے نہیں یکساں کبھی ایّام ہمیشہ

اک میں کہ رہا تیری اطاعت سے گریزاں / اک تو کہ بنایا مرا ہر کام ہمیشہ

رکھتے ہیں جو سینوں میں بلندی کی تمنّا / گر گر کے پہنچتے ہیں سرِ بام ہمیشہ

انجامِ تبسّم ہے یہاں چاکِ قبائی / دیتی ہے سحر گل کو یہ پیغام ہمیشہ

کرتے ہیں جو ہر کام میں اوروں پہ بھروسہ / رہتے ہیں وہ ہر کام میں ناکام ہمیشہ

جبتک اسے نسبت ہے علائق سے جہاں میں / آزاد بھی رہتا ہے تہِ دام ہمیشہ

لکھّیں گے گراں باریٔ ایّام کا نوحہ، / فرعون کے سینے پہ یہ اہرام ہمیشہ

اوروں کو جو پہنچاتے ہیں آرام جہاں میں / پاتے ہیں وہی اوروں سے آرام ہمیشہ

نیکی کا صلہ نیکی کی صورت میں ہے ملتا / ہوتا ہے بدی کا بُرا انجام ہمیشہ

کس طور سے پہنچیں گے وہ عاجز سرِ منزل،
گر جاتے ہیں تھک کر جو ہر گام ہمیشہ!

ملتا ہے جہاں میں اُنھیں آرام ہمیشہ، — آتے ہیں جہاں والوں کے جو کام ہمیشہ
معلوم ہُوا جب سے یہ ہیں تیری طرف سے — ہم سہتے ہیں ہنس ہنس کے سب آلام ہمیشہ
ممکن ہے مقرب ہو وُہ دربارِ خدا میں، — رہتا ہے جو آفاق میں بدنام ہمیشہ!
مٹتے رہے مٹ جائینگے اسلام کے دشمن — دُنیا میں رہے گا مگر اسلام ہمیشہ
حق والے ہی محبوب رہے حق کی نظر میں — حق والوں پہ آتے رہے الزام ہمیشہ
غم تھا، نہ کوئی وسوسۂ سود و زیاں تھا — یاد آتے ہیں بچپن کے وُہ ایّام ہمیشہ
ہے نزع کہیں موت، کہیں قبر، کہیں حشر — دل کیوں نہ رہے لرزہ بَراندام ہمیشہ
پہچان ہے اللہ کے ولیوں کی یہ اے دوست — دیتے ہیں دُعا سن کے وُہ دشنام ہمیشہ
جینا ہو کہ مرنا ہو، خوشی ہو، کہ غمی ہو — رکھ سامنے اللہ کے احکام ہمیشہ

پہچان ہے اللہ کی اک یہ بھی تو عاجز
پاتا نہیں ہر کام سر انجام ہمیشہ

نوازا ہے ہمیں جس ذات نے احسان و منّت سے
غضب ہے جی چراتے ہیں ہم اسی کے حکم و طاعت سے

اگر ہو تیشۂ فرہاد جُوئے شیر ملتی ہے!
وُہ مشکل کون سی ہے حل نہ ہو جائے جو ہمت سے

ضرور اک روز مظلوموں کی آہیں رنگ لائیں گی
ضرور اک روز ظالم سرنگوں ہوں گے ندامت سے

سکونِ دل میسّر ہے، نہ تسکینِ نظر حاصل،
گزاریں زندگی ہم کس طرح پھر امن و راحت سے

سراغِ منزلِ مقصود کب پاتا ہے وُہ عاجز
جسے اعراض ہو اللہ سے قرآں سے، سُنّت سے

پے بہ پے مرحلے دشوار چلے آتے ہیں،
قربِ منزل کے یہ آثار چلے آتے ہیں

ہم نے سکھلائے محبّت کے طریقے جن کو،
آج ہم سے وُہی بیزار چلے آتے ہیں!

اپنی محفل سے وُہ ہر بار اٹھا دیتے ہیں،
اور اک ہم ہیں کہ ہر بار چلے آتے ہیں!

گھُٹ کے مرجاتے ہیں لیکن نہیں کرتے وُہ سوال
دہر میں لوگ جو خود دار چلے آتے ہیں!

بیچنے والے ہیں کچھ دین کو دُنیا کے عوض
اور کچھ دیں کے خریدار چلے آتے ہیں

زندگی رشک کے قابل ہے اُنہی لوگوں کی
جو اجل کے لیے تیّار چلے آتے ہیں!

غم بڑھا اتنا کہ جب مرنے کا بھی غم نہ رہا
آج عاجزؔ ترے غمخوار چلے آتے ہیں!

جن کے ہم مونس و غمخوار چلے آتے ہیں | ہم سے وہ برسرِ پیکار چلے آتے ہیں

ہے دوا اُن کی فقط شربتِ دیدار ترا | جو ترے ہجر میں بیمار چلے آتے ہیں

بہہ گئے شرک کے طوفان میں لاکھوں انساں | کچھ ابھی تیرے پرستار چلے آتے ہیں

مرنے والے کے اوصافِ حسیں کی ہے کشش | تعزیت کے لیے اغیار چلے آتے ہیں

قافلہ چھوڑ دیا راہ میں منزل سے پرے | اور خود قافلہ سالار چلے آتے ہیں

موت کے بعد بھی ان کی نہ رہائی ہوگی | حُبِّ زر میں جو گرفتار چلے آتے ہیں

تیری رحمت کی ہے امید انھیں بھی یارب | جو سرِ حشر سیہ کار چلے آتے ہیں

کشتیٔ زیست ہوئی نذرِ تلاطم جس دم | وائے کس وقت مددگار چلے آتے ہیں

قبر میں کس طرح اور حشر میں کیا گزرے گی | دل میں ہر وقت یہ افکار چلے آتے ہیں

موت تک ساتھ ہے بس دہر میں انکا عاجزؔ
زندگی میں جو ترے یار چلے آتے ہیں !

رُوبرو تیرے خطاکار چلے آتے ہیں!
تیری بخشش کے طلبگار چلے آتے ہیں!

تیری الفت کا یہ اعجاز کہ دیوانے ترے
کس محبت سے سرِ دار چلے آتے ہیں!

راہ پر لانا انھیں کو تو جوانمردی ہے
جو ہمیشہ سے ستمگار چلے آتے ہیں!

رونقِ بزم وہ ہوتے ہیں جہاں بھی جب بھی
بزم میں طالبِ دیدار چلے آتے ہیں!

مقصدِ زیست سے اُف ہم نہ خبردار رہے
اور ہر شے سے خبردار چلے آتے ہیں!

جن کے آرام کی خاطر میں ہوا بے آرام
وہ مرے درپئے آزار چلے آتے ہیں!

کتنا بے خوف ہے تو قبر کی اس منزل سے
جس کے حالات پُر اسرار چلے آتے ہیں!

جب بھی مسجد سے ہوا نعرۂ تکبیر بلند
ہم مئے شوق سے سرشار چلے آتے ہیں!

ضعفِ دل، ضعفِ نظر، ضعفِ سماعت عاجزؔ
یہ تری موت کے آثار چلے آتے ہیں!

جادۂ نفس پر جو چلتا ہے — ہو کے بے آبرو نکلتا ہے
راہِ ہستی میں سایۂ ظلمت — نور کے ساتھ ساتھ چلتا ہے
وقتِ پیری ہے ہوش میں آؤ — عمر کا آفتاب ڈھلتا ہے
موت ہر ذی نفس کو آئے گی — کب کسی سے یہ وقت ٹلتا ہے؟
کسی انسان کے بدلنے سے — نظمِ ہستی کہیں بدلتا ہے؟
جانے والا یہاں سے وقتِ سفر — حسرت و غم سے ہاتھ ملتا ہے
نفس کی سرکشی معاذ اللہ! — میں سنبھلتا ہوں یہ مچلتا ہے
منکرینِ خدا یہ بتلائیں! — کیڑا پتھر میں کیسے پلتا ہے؟
کل یہی خاک، خاک کر دے گی — آج جس پہ اکڑ کے چلتا ہے

آدمی وہ ہے جس کا دل عاجز
حشر کے خوف سے دہلتا ہے!

تجھ کو زیبا ہر اک بڑائی ہے — یہ تری شانِ کبریائی ہے
پھر عروسِ بہار آئی ہے! — ہم نے بھی بزمِ دل سجائی ہے
گلشنِ دل مرا مہک اٹھا — زندگی آج مسکرائی ہے
خود پرکھتا ہے قلب انساں کا — یہ برائی ہے، یہ بھلائی ہے
حشر ہوگا اسی کے ساتھ اس کا — جس کی جس سے بھی آشنائی ہے
اپنے اعمال نیک ہیں اپنے، — ورنہ جو چیز ہے پرائی ہے
تیرے دل میں بھلائی کیا آئے — تیری نظروں میں گر برائی ہے

عمر غفلت میں کٹ گئی عاجزؔ
بات اب یہ سمجھ میں آئی ہے!

دل لا رہا ہے حالِ غمِ ہجر زباں تک
یہ حالِ زمان ہے کہ نہیں تابِ بیاں تک

آئے وُہ مرے خواب میں تسکین کی صورت
رویا کئے مہجوریٔ احمد میں یہاں تک

غم، سوز، تڑپ، درد، فغاں، رنج، جدائی
اِک جانِ حزیں بار اٹھائے یہ کہاں تک

تم ساقیٔ کونین کے مستوں کو نہ چھیڑو
دیوانوں سے بُعد اچھّا ہے ممکن ہو جہاں تک

جب جوش میں آجاتی ہیں مظلوم کی آہیں،
بہ جاتے ہیں تنکوں کی طرح کوہِ گراں تک

اپنے ہوں، پرائے ہوں احبّا کہ اقارب
ہمراہ چلیں گے رہِ ہستی میں کہاں تک

تسکین دلِ زار کو حاصل وہیں ہوگی،
اے کاش پہنچ جاؤں مَیں پھر ان کے مکاں تک

گر حُبِّ محمدؐ نہیں، ایماں نہیں عاجزؔ،
پہنچا دو مرا قول یہ ہر پیر و جواں تک

بے ہُنر ہے اس طرح اہلِ ہنر کے سامنے
جس طرح کوئی ستارہ ہو قمر کے سامنے
گھومتا رہتا ہے وہ منظر نظر کے سامنے
مجھ سے بے گھر کا بھی گھر تھا تیرے گھر کے سامنے
فلسفہ سر در گریباں اور منطق سرنگوں،
مرجعِ وحیِ الٰہی کی خبر کے سامنے
ایک کافر کی جفا کاری کے حیلے بے اثر
ایک مومن کی دعائے با اثر کے سامنے
قافلے والوں کو رہزن کے حوالے کر دیا
اپنا مقصد آ گیا جب راہبر کے سامنے
یہ مناظر شام کے، یہ رات کی رنگینیاں
ہیچ ہیں سب لذتیں آہِ سحر کے سامنے
میرے محسن، میرے آقا، تجھ کو سب معلوم ہے
سر جھکائے کیوں کھڑا ہوں تیرے در کے سامنے

ہر ارادے کی کبھی تکمیل ہو سکتی نہیں،
ہے قدر کا مرحلہ بھی تو بشر کے سامنے!

کیا کہوں، کیا تجھ سے مانگوں اے خبیرِ مضمرات
میرے سب حالات ہیں تیری نظر کے سامنے

جس پہ کچھ کرتے ہیں شفقت جس سے کچھ کرتے ہیں پیار
مصلحت ہوتی ہے اکثر، اہلِ زر کے سامنے

دل میں شر، آنکھوں میں شر، باتوں میں شر، ہاتھوں میں شر
شر ہی شر رہتا ہے ہر دم اہلِ شر کے سامنے

تیری سیرت سیرتِ خیر البشر کے ہے خلاف
کس طرح آئے گا تو خیر البشر کے سامنے

نزع کی سختی، عذابِ قبر، محشر کی تپش
مرحلے کتنے ہیں عُمرِ مختصر کے سامنے

ٹوٹ جاتا ہے طلسمِ زندگانی کا غرور
توڑتا ہے دم بشر جس دم بشر کے سامنے

قلب کی بیماریوں کا ہے یہ اے عاجز علاج
ہر گھڑی ہو موت کا منظر نظر کے سامنے!

جس وقت بھی جس نے بھی ترا نام لیا ہے — بڑھ کر تری رحمت نے اسے تھام لیا ہے

سرشار ہے جو جذبۂ صادق سے اسی نے — تلوار کے سائے میں ترا نام لیا ہے

اللہ نے قرآن میں تعریف کی اس کی — جس شخص نے ایثار سے کچھ کام لیا ہے

ہر درد میں، ہر دکھ میں مرے کام تو آیا — ہر درد میں، ہر دکھ میں ترا نام لیا ہے

مے خانۂ ہستی سے ہے اتنا ہی تعلق — ہم نے تری الفت کا فقط جام لیا ہے

جس کام سے معذور تھے ہاتھ اور زباں بھی — اک صبر کی تلوار سے وہ کام لیا ہے

اس طرح ترے گھر کی زیارت کو چلے ہم — ساتھ اپنے فقط جامۂ احرام لیا ہے

کیا اس لیے بے قدریٔ اسلام ہے یارو — یہ گوہرِ نایاب جو بے دام لیا ہے

جو کچھ بھی دیا ہے ہمیں اللہ کے نبیؐ نے — اللہ سے وہ صورتِ الہام لیا ہے

تعریف ہے منہ پر تو پسِ پشت ہے غیبت — کیا اپنے نبیؐ سے یہی پیغام لیا ہے

عاجزؔ کہ ترے پیار میں ہے ہوش فراموش
اس نے یہ ترے پیار کا انعام لیا ہے!

ملی یہ نعمتِ عظمٰے ہمیں تیری محبّت سے
ہوئے آزاد ہر غم سے مُبرّا ہر مصیبت سے
گناہوں کی حرارت نے چمن دل کا جلا ڈالا
کوئی چھینٹا، ادھر بھی آئے تیرے ابرِ رحمت سے
شرف بخشا الٰہی تو نے جس کو اپنی چاہت کا
کبھی مانوس وُہ ہوتا نہیں دُنیا کی اُلفت سے
حقیقت پُوچھنے والو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے!
حقیقت اور چھپ جاتی ہے اظہارِ حقیقت سے
ہمیشہ زخمِ دل کھائے اُنہیں سے ہم نے اے عاجزؔ
مسلسل پیش آئے جن سے ہم حُسنِ عقیدت سے

جمالِ وحدت جھلک رہا ہے جلالِ قدرت چھلک رہا ہے
نگاہِ ہستی کا گوشہ گوشہ، تری چمک سے چمک رہا ہے
نیاز راہِ نجاتِ عقبیٰ، غرور، قعرِ زوالِ ہستی،
مگر صد افسوس اس رہِ مستقیم سے تو بھٹک رہا ہے
ملال اس بات پر ہے مجھ کو کہ عمر گزری گناہ بن کر،
نہ جانے کیا حال حشر میں ہو یہ خوف دل میں کھٹک رہا ہے
ہزار برسے گلوں پہ شبنم، ہزار دامن پہ اشک ٹپکیں،
نہ بجھ سکے گا وہ شعلۂ غم، جو دل میں اپنے بھڑک رہا ہے
وہ سامنے ہیں، حساب کا دن ہے، پیشِ خدمت کھڑا ہے عاجز
زباں ساکت، نظر پریشاں، خمیدہ سر، دل دھڑک رہا ہے

ہم شعلۂ ایمان کو بھڑکا کے رہیں گے
اِس محفلِ آفاق کو گرما کے رہیں گے

بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کریں گے
اُلجھے ہُوئے حالات کو سلجھا کے رہیں گے

ہر شہر میں ہم پرچمِ تبلیغ اٹھا کر
اللہ کے احکام کو پہنچا کے رہیں گے

وُہ قلب جو آلائشِ دنیا سے ہے تاریک
اُس قلب کو ہم دین سے چمکا کے رہیں گے

ہم نعرۂ توحید کی پُرجوش صدا سے
ہر بتکدۂ شرک کو لرزا کے رہیں گے

اسلام کی ہر بات کو پھیلائیں گے ہر سُو،
شیطان کی ہر چیز کو دفنا کے رہیں گے

ہر کفر کی طاقت سے لڑینگے سرِ میداں،
ہم بدر کی تاریخ کو دُہرا کے رہیں گے

توحید کی شمشیرِ شرربار اُٹھا کر
الحاد کے طوفان سے ٹکرا کے رہیں گے

جن کی نہ جھکیں گوشۂ خلوت میں بھی آنکھیں
اِک دن سرِ بازار وُہ شرما کے رہیں گے

بستی ہو کہ ویرانہ، گلستاں ہو کہ صحرا،
اُن سارے مقامات پہ ہم چھا کے رہیں گے

وُہ گردنیں رہتی ہیں جو اکڑی ہوئی ہر دم
ہم طوقِ ملامت انھیں پہنا کے رہیں گے

وُہ عہدِ خلافت، وُہ سکوں بخش زمانہ
ہم امن کے اُس دَور کو پھر لا کے رہیں گے

بُت خانۂ الحاد کی ہر چیز ہے عاجز
ہم پرچمِ توحید کو لہرا کے رہیں گے

یہ قتل و خوں، یہ فریب، اور لوٹ مار کے دن
رہیں گے دنیا میں کب تک، یہ انتشار کے دن
عمل تو ڈھیر ہے، لیکن کھرا ہے، یا کھوٹا،
پتہ چلے گا قیامت میں اعتبار کے دن!
یہ باغِ ہستی ازل سے خزاں گزیدہ ہے
حضورؐ آئے تو آئے یہاں بہار کے دن
جدھر بھی دیکھو نشیمن کے منتشر تنکے،
چمن میں آئے ہیں کیسے یہ انتشار کے دن
رہِ مدینہ تو اتنی کٹھن نہیں اے دوست!
کہ جس قدر ہیں کٹھن صبحِ انتظار کے دن!
جو یاد کرتے ہیں دُنیا میں آج جنّت کو
وُہ بھُول جائیں گے جنّت کو دیدِ یار کے دن

ہے دورِ پیری میں ممکن تلافیٔ مافات
کچھ اب بھی باقی ہیں توبہ اعتذار کے دن
اگر ہے خوفِ خدا دل میں ہاتھ میں انصاف
تو پھر یہ آیۂ رحمت ہیں اقتدار کے دن
نہ راس آئی ہے دنیا نہ آخرت ہی ملی
گزر گئے ہیں یونہی عمرِ مستعار کے دن!
بوقتِ پیری تمنّا شباب کی عاجز
بہار بیت گئی، اب کہاں، بہار کے دن

دو گھڑی کے عیش کا انجام ہے رنج دوام
کس ہلاکت خیز شے سے دل کو بہلاتے ہیں ہم
لمحہ لمحہ کٹ رہا ہے زندگی کے فکر میں
لحظہ لحظہ موت کی جانب بڑھے جاتے ہیں ہم

گر ہو نہ دل میں رہبرِ کامل کی آرزو — بے سُود ہے، فضول ہے منزل کی آرزو
جس کی ضیا سے چھٹ گئیں دنیا کی ظلمتیں — ہے داغِ دل کو اس مہِ کامل کی آرزو
جس میں مرے حبیبؐ کا ذکرِ جمیل ہو — رہتی ہے مجھ کو بس اسی محفل کی آرزو
صد شکر مَیں حضورؐ کا حلقہ بگوش ہوں — راس آئی مجھ کو طوق و سلاسل کی آرزو
دولت کی آرزو نہیں کوئی گناہ پھر — دولت سے گر ہو دِیں کے مشاغل کی آرزو
مظلوم کی مدد ہو تو ظالم سے باز پرس — ہونی یہی ہے اک شہِ عادل کی آرزو
کوئی نہ آرزو ہو، بجُز آرزو تری — اب آرزو یہی ہے مرے دل کی آرزو
نفسانیت ہے، جہل ہے، نخوت ہے، ظلم ہے! — حقانیّت کے سامنے باطل کی آرزو
فصلِ بہار آئیگی، گلشن میں پھر ضرور، — بر آئے گی ضرور عنادل کی آرزو
اب ہم بھی ہو گئے ہیں مقابل میں مستعد — اب پوری ہو سکے گی نہ قاتل کی آرزو
موت و حیات کی رہے یہ کشمکش یونہی — ہے وقتِ نزع یہ ترے بسمل کی آرزو
طوفانِ حادثات سے ٹکرا رہا ہوں مَیں — کشتی کی آرزو ہے نہ ساحل کی آرزو
یہ انتہائے ذوق ہے، یہ انتہائے شوق — منزل پہ لائی ہے ہمیں منزل کی آرزو

مَیں تجھ کو تجھ سے مانگ رہا ہوں بصد نیاز
پوری ہو کاش! عاجزِ سائل کی آرزو



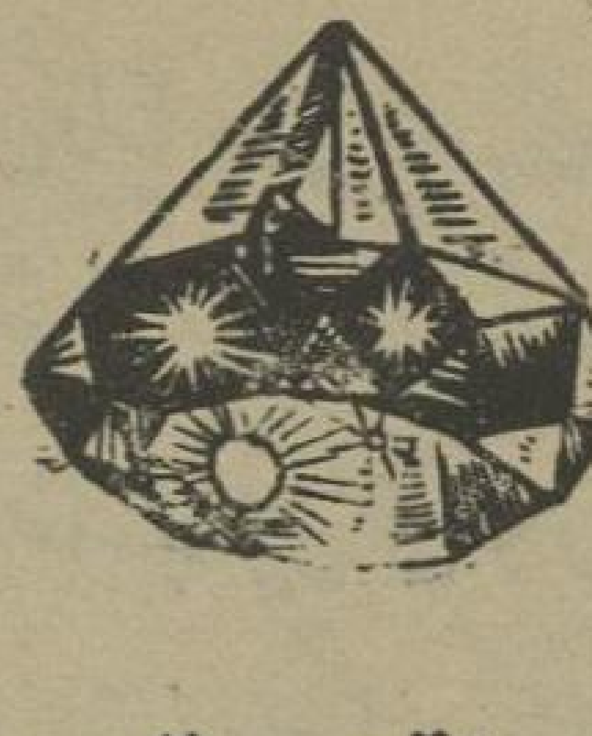
تجھ سا کریم و مہرباں کوئی نہیں نگاہ میں!
لایا مجھے کشاں کشاں دل تری بارگاہ میں!
لطفِ گنہ قلیل تر، رنجِ گنہ طویل تر،
ایک گناہ گار نے پایا یہی، گناہ میں!
دیں بہت ہے قیمتی جاہ و جلالِ دہر سے
دین نہ دے تو ہاتھ سے شوقِ جلال و جاہ میں
دل میں نہ کوئی مدعا، لب پہ نہ کوئی التجا
غرق ہوئی ہیں چاہتیں، آپ کی ایک چاہ میں
حُسنِ یقیں سے دل ترا اب بھی جو بہرہ مند ہو
اب بھی فغاں میں رنگ ہو اب بھی اثر ہو آہ میں
تیرے ہر ایک کام سے ہے وُہ خبیر باخبر،
دن کی وُہ روشنی میں ہو یا وُہ شبِ سیاہ میں

دونوں جہاں کے خوف سے اُس کو پناہ مل گئی،
تیرے کرم سے آگیا جو بھی تری پناہ میں!
شاہ و گدا ہر ایک پر طاعتِ حکم فرض ہے،
فرق نہیں خدا کے ہاں کچھ بھی گدا و شاہ میں
گرد بھی تیری راہ کی سُرمہ ہے میری آنکھ کا،
خار بھی تیری راہ کے پھول ہیں میری راہ میں
تیری خوشی کے واسطے دُشمنِ دیں کے سامنے
عاجزِ خوش نوا بھی اَب آگیا رزم گاہ میں!

بشر خطا سے مبرّا ہو یہ نہیں ممکن
بشر خطا کے لیے ہے خطا بشر کے لیے
کرم سے کام لے تو میری لغزشوں پہ نہ جا،
ہمیشہ لغزشیں ہوتی ہیں در گزر کے لیے

نام جس وقت ترا وردِ زباں ہوتا ہے،
کتنا دل کش، وُہ دلآویز سماں ہوتا ہے!
اپنی محرومی پہ دل محوِ فغاں ہوتا ہے،
سوئے طیبہ کوئی جس وقت رواں ہوتا ہے!
قلبِ انسان میں جو کچھ بھی نہاں ہوتا ہے!
وُہی انسان کے چہرے سے عیاں ہوتا ہے
جُرم کے وقت یہ مانا کوئی موجود نہ ہو
لیکن اللہ تو اُس وقت وہاں ہوتا ہے!
قول ہلکا سا مگر طعنہ و تشنیع سے پُر،
قول وُہ سنگِ گراں سے بھی گراں ہوتا ہے!
اُن مکانات میں ہوتا ہے فرشتوں کا نزول
جن مکانات میں قرآں کا بیاں ہوتا ہے!
ہم کو احباب وہاں چھوڑ گئے ہیں کہ جہاں،
اپنے سائے پہ بھی دشمن کا گماں ہوتا ہے
فکرِ عقبےٰ کو نہ سمجھے کوئی فکرِ بے سُود،
فکرِ عقبےٰ تو سعادت کا نشاں ہوتا ہے!

بزمِ آفاق میں ہے مسلم وُہ اک گنجِ گراں
خود پہنچ جاتے ہیں طالب یہ جہاں ہوتا ہے
جستجو وقتِ گذشتہ کی ہے بے سود اس وقت
وقت گزرا ہوا موجود کہاں ہوتا ہے!
شبِ تنہائی میں ہوتا نہیں جب پاس کوئی
یاد ہوتی ہے تری قلبِ تپاں ہوتا ہے!
ایک مسلم کا معیّن نہیں دُنیا میں وطن ،
ایک مسلم کا وطن سارا جہاں ہوتا ہے!
گردنیں حشر میں ان لوگوں کی اونچی ہونگی
جو مؤذّن ہیں ، جنھیں شوقِ اذاں ہوتا ہے
وہی پھل کھاتا ہے اسلام کا خوش بخت انساں
جو بھی اسلام کے سائے میں جواں ہوتا ہے!
موت کی فکر نہیں جس کو وہی وقتِ اخیر
فکرِ انجام میں پھر نوحہ کناں ہوتا ہے!
دورِ گل کی جو حقیقت سے ہے واقف عاجز
دَورِ گل اُس کے لیے دَورِ خزاں ہوتا ہے!



بُرے انسان کی ہر ایک جا تحقیر ہوتی ہے
تو نیکی کر کہ نیکوکار کی توقیر ہوتی ہے

یقیں تقدیر پر رکھتا ہوں، اور تدبیر کرتا ہُوں!
مری تدبیر بھی تو تابعِ تقدیر ہوتی ہے

زباں پہ بات لانے سے یہ پہلے سوچ لے دل میں
نکلتی ہے زباں سے بات جو تحریر ہوتی ہے!

مخالف جس قدر گفتار کے کردار ہوتا ہے،
اسی مقدار سے گفتار بے تاثیر ہوتی ہے!

ترے در پہ پہنچ کر بھی زباں کھلتی نہیں میری
تجھے معلوم ہے کیوں شرم دامن گیر ہوتی ہے!

کسی پہ ظلم کرنا گویا خود پہ ظلم کرنا ہے،
فغاں مظلوم کی ظالم کے حق میں تیر ہوتی ہے!

جسے سُن کر ہر اک سامع کی کُل دُنیا بدل جائے
اسے تقریر کہتے ہیں، وہی تقریر ہوتی ہے!

تقاضا ہے یہی حق کا وہاں حق بات کہہ ڈالو،
جہاں حق بات کہہ دینا بڑی تقصیر ہوتی ہے

جو اہلِ عقل ہوتے ہیں، خطا کرتے نہیں عمداً
خطا کوئی بھی ہو وہ قابلِ تعزیر ہوتی ہے

خلاف اسلام کے اس کے قدم اٹھتے نہیں عاجز
کہ جس کے پاؤں میں اسلام کی زنجیر ہوتی ہے!

مُبرّا خواہشِ اُجرت سے جو تذکیر ہوتی ہے
حقیقت میں وہی تذکیر پُر تاثیر ہوتی ہے
نکل جاتا ہے مومن جس کے باعث بحرِ ظلمت سے
دلِ مومن میں وُہ ایمان کی تنویر ہوتی ہے!

وجودِ خالقِ کُل پر یقیں لانا ہی پڑتا ہے،
کسی انسان کی ناکام جب تدبیر ہوتی ہے!

زکات اک فرض ہے اسلام میں ہر اہلِ دولت پر
ادا کرنے سے اس کے مال کی تطہیر ہوتی ہے!

کلام اللہ اور قولِ پیمبرؐ پر عمل کرنا!
جہاں میں ہر مسلماں کی یہی جاگیر ہوتی ہے!

مجوّزہ جس کا خالق ہو، محرّک جس کا پیغمبرؐ
حقیقت میں وہی تحریک عالمگیر ہوتی ہے

مَیں جب ڈرتا ہُوں جلوت سے میں جب روتا ہوں خلوت میں،
مرے پیشِ نظر اُس دم مری تصویر یہ ہوتی ہے!

جو اُس کے زخم ہوتے ہَیں وہ گہرے زخم ہوتے ہَیں
زباں چلتی ہے تو چلتی ہوئی شمشیر ہوتی ہے!

بیاں ہو کس طرح عاجز درِ محبُوب کی عظمت
درِ محبوب کی تو خاک بھی اکسیر ہوتی ہے!

کلامِ پاک جسے ہم حدیث کہتے ہیں،
وُہ لاکلام خدا کے کلام کا ہے نشاں
کلامِ پاک کے ہر حکم کو بجا لانا،
کلامِ پاک کے یہ احترام کا ہے نشاں!

رہے دردِ محبّت کاش سینے میں نہاں ہو کر،
الٰہی نشرح نہ کردے داستانِ دل عیاں ہو کر!

یہ کس کی یاد نے پھر چٹکیاں لی ہیں مرے دل میں
کہ دل کی ہر تمنا ہنس پڑی ہے نغمہ خواں ہو کر

تلاشِ منزلِ مقصود میں ہر شے فنا کر دے،
نشاں ملتا ہے منزل کا ہمیشہ بے نشاں ہو کر

نہ کہنا رازِ دل اپنا کسی سے بھی زمانے میں
کہ وُہ نقصان پہنچائے گا تجھ کو راز داں ہو کر

وُہ پہنچائے گا تیرے کارواں کو خاک منزل پر،
جو خود آوارہ ہو گم گشتہ راہِ کارواں ہو کر

وفا معدوم ہو کر رہ گئی ہے اس زمانے سے
ہُوا یہ منکشف نذرِ جفائے دوستاں ہو کر

محبّت ہو کہ نفرت ہو مصیبت ہو کہ راحت ہو
بسر کر اس جہانِ رنگ و بُو میں شادماں ہو کر

یہی صُورت ہے بخشش کی بروزِ حشر اے عاجز
وُہ تیرا نامۂ اعمال دیکھیں مہرباں ہو کر!

نہ عیشِ وصل میسّر، نہ تابِ فُرقت ہے
خدا گواہ! محبّت بھی اِک قیامت ہے

کٹے گی کس طرح آخر، یہ زندگی اپنی،
نہ دن کو چین میسّر نہ شب کو راحت ہے

نیاز مندیٔ اہلِ وفا کا کیا کہنا
نہ دل میں شکوہ، نہ لب پہ کوئی شکایت ہے

لگا دے جان کی بازی، حصُولِ عقبیٰ میں
یہ چند روز کی فرصت بڑی غنیمت ہے

یہ چیز مِل نہیں سکتی زر و جواہر سے
سبب سکون کا اللہ کی عبادت ہے

ہے زندہ تجھ سا سیہ کار بندہ اے عاجزؔ
یہ اس کی شانِ کریمی، یہ اس کی رحمت ہے

سینے میں اگر دل ترا تاریک نہیں ہے،
پھر نکتہ کوئی نکتۂ باریک نہیں ہے!

ہے مشورہ لینا تو بہت ٹھیک کسی سے
ہاں اس پہ بلا غور عمل ٹھیک نہیں ہے!

گر عزم ہے پختہ تو پہنچ جائے گا آخر
یہ مانا کہ منزل تری نزدیک نہیں ہے!

پھر ذکر سے اس کے تجھے ڈر کیوں نہیں لگتا
احوالِ قیامت پہ جو تشکیک نہیں ہے

پہناتے ہیں حجّاج کو پھولوں کے جو ہم ہار
اِک رسم سی ہے، ہدیۂ تبریک نہیں ہے

اس قوم کے آثار بھی رہنے نہیں پاتے،
جس قوم میں تبلیغ کی تحریک نہیں ہے

کرتا ہے جو عاجز ترے اعمال پہ تنقید
اخلاص کا اظہار ہے، تضحیک نہیں ہے

سکوں خزاں کو نہیں، مستقل بہار نہیں — کسی بھی چیز کا دنیا میں اعتبار نہیں
تو راہِ ہستیٔ موہوم میں قرار نہ ڈھونڈ — یہ راہ وُہ ہے جہاں نام کو قرار نہیں
اجل ہے، قبر ہے، محشر ہے، رنج ہے، غم ہے — یہ وُہ ہیں مرحلے جن سے کہیں فرار نہیں
سمیٹ لی ہیں جہاں بھر کی نعمتیں تو نے — اور اب بھی راحتِ دل سے تُو ہمکنار نہیں
وُہ بے قرار رہے گا سدا زمانے میں — جو اُن کے دردِ محبت میں بیقرار نہیں!
بچھڑ گئے ہیں کچھ ایسے بھی ہمنشیں جن کا — کوئی نشان نہیں ہے کہیں مزار نہیں
زباں پہ سب کے ہے هَلْ مِنْ مَّزِيْد کا نعرہ — یہاں کسی کو کسی حال میں قرار نہیں
کبھی کے ہو گئے روشن چراغِ موئے سفید — مگر تُو اپنے گناہوں پہ شرمسار نہیں

تو دوسروں پہ ہے کس منہ سے نکتہ چیں عاجزؔ
جہاں میں کوئی بھی تجھ سا سیاہ کار نہیں

بنائے دشمنی دنیا میں اندازِ تحکّم ہے
اِک جھگڑے کا حل اے دوست تفہیم و تفہّم ہے

اجل آتے ہی کیا تجھکو ہوا اے رستمِ دُنیا
بدن بے حس، نظر معدوم محرومِ تکلّم ہے

ترے حسنِ توجہ سے یہ صحنِ گلشنِ عالم
ترنّم ہی ترنّم ہے، تبسّم ہی تبسّم ہے

مسافر کسطرح اے ناخدا ساحل پہ پہنچیں گے
شکستہ ہے سفینہ موجِ دریا میں تلاطم ہے

ترے باغی بھی دنیا میں تجھی سے رزق پاتے ہیں
یہ تیرا ہی تحمّل ہے، یہ تیرا ہی ترحّم ہے

صلہ دیتا ہے خود اللہ جسکا دونوں عالم میں
فقط قرآن و سنّت کی وُہ تعلیم و تعلّم ہے

تو اپنا گوہرِ مقصود ہرگز پا نہیں سکتا
رہِ عشرت میں جب تیری متاعِ زندگی گم ہے

ارے غافل خدا کا ذکر تو بھی صبح دم کر لے
ہر اک طائر خدا کی حمد میں محوِ ترنّم ہے

وُہی ہے کامیابِ زندگی دُنیا میں اے عاجز
مُصیبت میں ہمیشہ جس کے ہونٹوں پر تبسّم ہے

وُہ وقت بھی آئیگا، ہر نفس فنا ہوگا — جسدم نہ کوئی ہوگا، اس دم بھی خدا ہوگا
سوچا بھی کبھی تو نے کیا حال ترا ہوگا — جب قبر میں جائیگا جب حشر بپا ہوگا
دُنیا کی محبّت میں جو جتنا پھنسا ہوگا — روئے گا وُہ اتنا ہی جب اس سے جُدا ہوگا
ظلمت سے بھرا ہوگا یا باغ بنا ہوگا، — وُہ غارِ لحد جس میں اک دن تو پڑا ہوگا
اس در پہ یقیں سے تو جب محوِ دُعا ہوگا — جو کچھ بھی تو مانگے گا وُہ تجھ کو عطا ہوگا
یہ حال ہے مومن کا مومن کی صفت ہے یہ — وُہ رنج میں راحت میں راضی برضا ہوگا
تو بخش دے گر مجھکو تیری یہ عنایت ہے — حق یہ ہے کہ حق تیرا مجھ سے نہ ادا ہوگا
اللہ کو دیکھے گا اللہ کا ہر بندہ — اللہ قیامت میں جب جلوہ نما ہوگا
ہے مال وہی تیرا جو کھا لیا خود تو نے — یا راہِ خدا میں جو خود تو نے دیا ہوگا
رہنا بھی ہے دنیا میں جانا بھی ہے دنیا سے — ہے قبر کی منزل بھی، محشر بھی بپا ہوگا
ہر ایک برائی کا انجام بُرا ہی ہے، — ہر اک سے بھلائی کر تیرا بھی بھلا ہوگا
کس طرح تو ہنستا ہے جب علم نہیں تجھکو — آئے گی اجل کیسے اور قبر میں کیا ہوگا

تو جس کی جُدائی کو موت اپنی سمجھتا ہے
وُہ تجھ سے جُدا ہو گا تو اس سے جدا ہو گا

جس تن کیلیے تو نے سیکھی ہے تن آسانی
یہ تن ترا مرقد میں کیڑوں کی غذا ہو گا

تو ظلم تو کرتا ہے لیکن یہ بتا مجھ کو،
کیا موت نہ آئے گی محشر نہ بپا ہو گا

باز آجا برائی سے تو ورنہ پسِ رحلت
وُہ حال ترا ہو گا، دیکھا نہ سنا ہو گا

افکارِ زمانہ میں یہ عُمر ہوئی پوری
یہ فکر بھی کر دلمیں اب قبر میں کیا ہو گا

وُہ روز بھی آئے گا، یہ ارض بتائے گی
اس ارض پہ انساں نے جو کچھ بھی کیا ہو گا

اس رہ کے لیے کر لے سامان فراہم کچھ،
جس رہ میں کوئی انساں ساتھی نہ ترا ہو گا

آئیگی اجل جسدم اُٹھ جائینگے سب پردے
دیکھیں گی وُہ آنکھیں جو کانوں نے سنا ہو گا

اس عالمِ فانی کی سمجھے گا حقیقت تو،
پیوست ترے تن میں جب تیرِ قضا ہو گا

یہ بزمِ سخن کب تک، یہ لطفِ سخن کبتک
یہ بھی نہ سدا ہو گی، وُہ بھی نہ سدا ہو گا

عاجزؔ تو مِلے گا جب اک طالبِ دُنیا سے
درد اور فزوں ہو گا، نہ زخم اور ہرا ہو گا

نشترِ شوق اگر جزوِ رگِ جاں ہو جائے
دین دُنیا کے ہر اک درد کا درماں ہو جائے

کاش! انسان شریکِ غمِ انساں ہو جائے
ہر جہنم کدہ صد رشکِ گلستاں ہو جائے

تو مرے حالِ دلِ زار سے واقف ہو اگر
چشمِ شبنم کی طرح دل ترا گریاں ہو جائے

بے یقینی نے ہر اک مرحلہ دشوار کیا
عزمِ راسخ ہو تو ہر مرحلہ آساں ہو جائے

خود بخود رحمتِ حق جوش میں آ جاتی ہے
جُرم کے بعد گر انساں پشیماں ہو جائے

وہ عمل کیا کہ بنے جس سے مسلماں کافر
کام تو یہ ہے کہ کافر بھی مسلماں ہو جائے

چاہتا ہے جو ہزاروں کی غلامی سے نجات
ایک اللہ کا وُہ تابعِ فرماں ہو جائے

موت سے پہلے اُسے موت نظر آ جائے
قبر کا حال کسی پر جو نمایاں ہو جائے

خوفِ محشر ہو ذرا سا بھی جو دل میں عاجز
غیر ممکن کہ تُو آلودۂ عصیاں ہو جائے

خدا کی ذات اگر اتنی بُردبار نہ ہو،
یہ واقعہ ہے، کوئی بھی گناہ گار نہ ہو

متاعِ عمر سرِ راہ لٹ گئی جس کی
ہجومِ یاس سے وُہ کیسے دلفگار نہ ہو

یہ رنگ و نکہتِ گلشن ہے چار دن کی بہار
کلی پہ جان نہ دے پھُول پہ نثار نہ ہو

یہی تو ضبطِ محبّت کی اک علامت ہے
کہ دردِ دل کبھی چہرے سے آشکار نہ ہو

کسی کا کام زمانے میں چل نہیں سکتا،
اگر کسی کو کسی پر بھی اعتبار نہ ہو

عبث ہیں ساری عذاب و ثواب کی باتیں
جو نیک و بد پہ تجھے کچھ بھی اختیار نہ ہو

گناہ گار کو آتے نہ کیوں خیالِ مآل
وُہ بدنصیب بھلا کیسے بے قرار نہ ہو

ہے فکرِ امن تو یوں عمر کر بسر اپنی
غرورِ سر میں نہ ہو قلب میں غبار نہ ہو

محمدؐ پر مرا دل شیفتہ معلوم ہوتا ہے
یہ وہ سودا ہے جسمیں فائدہ معلوم ہوتا ہے

چلا چل بے خطر اے رہروِ راہِ محمدؐ تو،
یہی باغِ جناں کا راستہ معلوم ہوتا ہے

فدا کر دے یہ جان و دل تو راہِ شوقِ جاناں میں
یہی اہلِ وفا کا قاعدہ معلوم ہوتا ہے

پسِ پردہ ہیں پھر بھی ہر کوئی ہے انکا شیدائی
یہ ان کے حسن ہی کا معجزہ معلوم ہوتا ہے

کمالِ دردِ فرقت سے جمالِ روئے جاناں تک
بس اک قلب و نظر کا فاصلہ معلوم ہوتا ہے

ادھر ہیں نذ کرے تیری زباں پر پنج مدفن کے
ادھر یہ گھر ترا عشرت کدہ معلوم ہوتا ہے

نہ راضی کس لیے مومن ہو حالِ زار پر اپنے
کہ یہ اس کو خدا کا فیصلہ معلوم ہوتا ہے

انھیں پھر کس طرح خوش ہو پیامِ رنگ و بو آئے
چمن جن کو خزاں کا راستہ معلوم ہوتا ہے

میسّر ہیں سبھی سامانِ عشرت تجھ کو اے عاجز
مگر پھر بھی ترا دل غمزدہ معلوم ہوتا ہے

یا تو موجودہ یہ ماحول شریفانہ بنے — یا شریفوں کے لیے بستی جداگانہ بنے
زندگی خانہ بدوشی میں نہ ہو جائے بسر — بے سہاروں کے لیے بھی کوئی کاشانہ بنے
غنچے کھلنے لگے اور نغمہ سرا بلبل ہیں — ایسے ماحول میں دل کیسے نہ مستانہ بنے
غم نہیں اس کا کہ اپنے بھی ہوئے بیگانے — فکر ہے یہ کہ تری ذات نہ بیگانہ بنے
گلشنِ دل یہ تیری یاد سے آباد رہے — گلشنِ دل کہیں غفلت سے نہ ویرانہ بنے
مَیں نے دیکھا ہے اسی دُنیا میں شاہوں کا زوال — مجھ کو حاجت نہیں حالت مری شاہانہ بنے
بیشک ایمان ہے آفاق میں اک جنسِ گراں — جان اس جنسِ گراں کے لیے بیعانہ بنے
کیوں نہ حیران ہوں اسلام سے بیگانے بھی — اک مسلمان ہو اور رونقِ مے خانہ بنے
بُت پرستی کو زمانے سے مٹائے اب کون — بُت شکن آپ ہی جب عاشقِ بتخانہ بنے
جسم ہو جائے تری راہ میں ٹکڑے ٹکڑے — سَر یہ مرا تری درگاہ میں نذرانہ بنے
کوئی بیٹی میں اچھائی ہے نہ بیٹے میں شعور — باپ ایسا کوئی دنیا میں نہ فرزانہ بنے
میری اس عمر کی تکمیل ہو گمنامی میں — موت بھی میری زمانے میں نہ افسانہ بنے
انقلاباتِ زمانے کا یہ اک چکّر ہے — تھے جو نادان کبھی آج وُہ فرزانہ بنے
قُربِ محبُوب میسّر نہ کبھی آئے گا، — اپنی جان تک سے بھی جبتک نہ تو بیگانہ بنے
فکرِ دُنیا میں بھلا ڈالے جو عقبیٰ عاجزؔ — بزمِ عالم میں کوئی ایسا نہ فرزانہ بنے

آج اُن کا خطاب کیا ہو گا — اور اپنا جواب کیا ہو گا!
سُن کے دشنام دی دُعا ہم نے — اِس سے بہتر جواب کیا ہو گا!
مَیں ترے قرب سے ہُوا محرُوم — اِس سے بڑھ کر عتاب کیا ہو گا
راہِ حق میں جو کامیاب نہیں — حشر میں کامیاب کیا ہو گا
جس عمل میں خلوص ہو مفقوُد، — اُس عمل کا ثواب کیا ہو گا
کر لیا جس نے خود حساب اپنا — اُس کا پھر احتساب کیا ہو گا
آخرت جس نے کی خراب اپنی — کوئی ایسا خراب کیا ہو گا
دل سے خوفِ عذاب اُٹھ جائے — اُس سے بڑھ کر عذاب کیا ہو گا
تاش و شطرنج ہو جسے مرغوب — اُس کو شوقِ کتاب کیا ہو گا
کر لیا تجھ کو منتخب میں نے — ایسا اور انتخاب کیا ہو گا
درس و تدریس بن گیا پیشہ، — اب کوئی فیضیاب کیا ہو گا
منقلب ہو گئے قلوب اپنے — ایسا اور انقلاب کیا ہو گا
ہو زیارت جو خواب میں انکی — وُہ حقیقت ہے خواب کیا ہو گا
نزع کے اضطراب سے بڑھ کر — زیست میں اضطراب کیا ہو گا

جو سوالات قبر میں ہوں گے
عاجزؔ اُن کا جواب کیا ہو گا!

ہے کون جو اللہ کا محکوم نہیں ہے
وہ حاکمِ کُل ہے کسے معلوم نہیں ہے

یہ شانِ کریمی، کوئی تابع ہو کہ باغی،
جو ہے وہ ترے لطف سے محروم نہیں ہے

لے چل مجھے اے دل کہیں اس بزم میں لے چل،
جس بزم میں انساں کوئی مغموم نہیں ہے

انسان ہوں جب تک میں خطا کار رہوں گا
انسان یہاں کوئی بھی معصوم نہیں ہے،

میں تجھ کو نشانِ دلِ مضطر تو بتا دوں،
یہ نعمتِ عظمیٰ ترا مقسوم نہیں ہے

انجامِ محبت سے ڈراتے نہ زمانہ
انجامِ محبّت کسے معلوم نہیں ہے

اللہ سے کرتا ہے جو تقدیر کا شکوہ
ظالم ہے حقیقت میں وہ مظلوم نہیں ہے،

عریانی و رقص و طرب اس دور میں اس دم
یوں عام ہے گویا کہ یہ مذموم نہیں ہے،

عاجزؔ تیرا افسانہ، غم کون سنے گا،
ہے کون جو اس دہر میں مغموم نہیں ہے

مرے کریم ترا در ہے اور مرا سر ہے
ترا کرم ہے یہ مجھ پر، مرا مقدّر ہے،

قریب تر ہے بشر کے وہ ذاتِ پاک مگر
یہ قرب اس کا بشر کی سمجھ سے باہر ہے

کسی کی دشمنی جو برملا ہو، ظاہر ہو،
منافقانہ محبّت سے لاکھ بہتر ہے

یہ کس طرح کی ہے توبہ تری ارے ظالم
نہ قلب ہی میں ندامت نہ آنکھ ہی تر ہے

بشر بشر کا جو ہمدرد و غمگسار نہیں
بشر نہیں ہے وہ حیوان سے بھی بدتر ہے

جہاں میں باعثِ آرامِ جاں ہے گمنامی
خیالِ شہرت و شوکت فساد ہے شر ہے

ہے بزمِ دنیا کے بارے میں یہ حدیثِ نبی[ص]
یہ گھر ہے ایسا کہ جسکا نہ پھر کوئی گھر ہے

وہ گامزن ہے ترقی کی راہ پر دائم،
جو قوم دُنیا میں علم و عمل کی پیکر ہے

گزارتا ہے وہ کس طرح عمر غفلت میں
کہ جسکے سامنے موت و مزار و محشر ہے

نہ فکرِ سود، نہ اندیشۂ زیاں اُس کو
رضا و صبر و قناعت جسے میسّر ہے

حرام کھانا ہے جس کا حرام پینا ہے
حرام اس پہ قیامت میں آبِ کوثر ہے

ہر ایک شخص سے ممکن ہے ارتکابِ بدی
بدی پہ توبہ نہ کرنا بدی سے بدتر ہے

سکوں ملا نہ ملے گا اسے زمانے میں، جو اقتدار کا بھوکا ہے طالبِ زر ہے
تمام زندگی رہتی ہے جسکی دلمیں چبھن خدا گواہ زباں کا وہ ایک نشتر ہے
بتاؤں غیب پہ ایمان کے ہیں کیا معنی یقیں ہو اس پہ جو اپنی سمجھ سے باہر ہے
ہے تیرے قلب میں حُبِّ رسول کس درجہ یہ تیرے فعل سے تیرے عمل سے اظہر ہے
نہ جانے کتنی بہاریں خزاں کی نذر ہوئیں مآلِ گلشنِ عالم کا یہ بھی مظہر ہے
فضول بات نہ کر تو فضول بول نہ بول، کمالِ فہم و فراست کلام کمتر ہے
بشر بشر کا نہ محتاج ہو زمانے میں! ذلیل عمر سے عزت کی موت بہتر ہے
سپردِ خاک ہوئے کتنے ہمرہانِ حیات ترے لیے بھی وہی راستہ مقدّر ہے
اجل جب آتی ہے وہ دیکھتی نہیں ہرگز یہ طفل ہے یہ جواں ہے کہ یہ معمّر ہے
یہ ڈھیر خاک کا اور اسمیں لاش انساں کی مقام درس ہے کتنا مہیب منظر ہے

پہنچ گیا تو ستاون (۵۷) برس کو عاجز آج
مہِ جولائی سن انیس سو چوہتر ہے (۱۹۷۴)

تیرے دروازے پہ جب بھی ہاتھ پھیلاتا ہوں مَیں
گوہرِ مقصود سے دامن کو بھر لاتا ہوں مَیں

قصۂ دردِ محبّت جب بھی دُہراتا ہوں مَیں
خود تڑپتا ہوں، ہر اہلِ دل کو تڑپاتا ہوں مَیں

اک تری چشمِ کرم پر میرے جان و دِل نثار
قیصر و کسرٰی کے تاج و تخت ٹھکراتا ہوں مَیں

میرے مولا میری منزل ہے فقط تیری رضا،
مشکلاتِ راہ کو خاطر میں کب لاتا ہوں مَیں!

دیکھتا ہوں جب تری رحمت تو جھوم اٹھتا ہے دِل
اپنے عِصیاں یاد کرتا ہوں تو تھرّاتا ہوں مَیں

جمعِ زر کرتا ہوں تکلیفوں سے بچنے کے لیے
جمعِ زر سے اور کلفت میں گھرا جاتا ہوں مَیں

خود ہی اپنے شعلۂ الفت کو بھڑکاتا ہوں مَیں،
اور خود ہی اس پہ اپنے اشک برساتا ہوں مَیں،

اُمّتِ خیر البشر کی آہ یہ رُسوائیاں
مجھ کو کہتا ہے کوئی مسلم تو شرماتا ہوں مَیں

دیکھتے ہیں، دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں سبھی
داغِ دل، زخمِ جگر جن کو بھی دکھلاتا ہُوں مَیں

سوچتا ہوں، کس طرح گزرے گی غارِ قبر میں
جب کہ تنہا ظلمتِ شب سے بھی گھبراتا ہُوں، مَیں

آخرت کا راستہ سب راستوں سے ہے کٹھن
آخرت کے راستے میں ہی سکوں پاتا ہُوں مَیں

مال و زر لعل و گہر سے ہے، تہی دامن مرا
اس لیے دنیا کی نظروں سے گرا جاتا ہُوں مَیں

یہ جہاں اور اس میں راحت ایں خیال است و محال
مجھ کو سمجھاتا ہے دل اور دل کو سمجھاتا ہُوں مَیں!

کشتیٔ عمرِ رواں کا کھل گیا ایک ایک بند
موجِ دریا سے کبھی ساحل سے ٹکراتا ہُوں مَیں

کاش عاجزؔ زندگی کٹتی خُدا کی یاد میں،
اب ہے کیا حاصل دمِ رحلت جو پچھتاتا ہُوں مَیں

نیکی ہے مثلِ نور، بدی مثلِ نار ہے
جو چاہے کر قبول تجھے اختیار ہے

اس میں ضرور حکمتِ پروردگار ہے
کوئی فقیر ہے تو کوئی تاجدار ہے

یہ موسمِ خزاں ہے کہ فصلِ بہار ہے
کلیوں پہ رنگ ہے نہ گلوں پر نکھار ہے

کیا پوچھتے ہو حالِ غریب الدّیار تم،
چہرے سے میرے حال مرا آشکار ہے

یہ قصرِ زرنگار، یہ ایوانِ مرمریں،
ہر چیز اس جہان کی ناپائیدار ہے

خوش ہو رہا ہے آج عدو کی تو موت پر،
کیا اپنی زندگی پہ تجھے اعتبار ہے

اس کو بُرا نہ جانیے اس سے نہ کچھ کہو،
اپنے کیے پہ آپ ہی جو شرمسار ہے

اعمالِ صالحہ سے تہی دست ہے مگر،
عاجزؔ خدا کے فضل کا امیدوار ہے!

جس کی ضیا سے ارض و سما تابدار ہے
مدحت کا مستحق وہی پروردگار ہے

وُہ شے ہے کونسی جو یہاں پائیدار ہے
دُنیائے بے ثبات میں کسکو قرار ہے

تو مشتِ استخواں ہے تو مشتِ غبار ہے
اس بات پہ تو باغیٔ پروردگار ہے

خوفِ خُدا سے آنکھ اگر اشکبار ہے
اُس آنکھ پر حرام جہنم کی نار ہے

مقصودِ زندگی پہ ہے جس شخص کی نظر،
وُہ عقلمند ہے وُہ بشر ہوشیار ہے

بلبل ہی صرف باغ میں نالہ کناں نہیں
جو پھول ہے وُہ زخمیٔ رنگِ بہار ہے

منزل ہے دُور راہ عدم کی ہے پُر خطر
رختِ سفر نہ ساتھ کوئی غمگسار ہے

عاجزؔ ہیں تیری گھات میں صیّاد بیشمار
دُنیا ہے، صید گاہ تو اس میں شکار ہے

ہر ایک ذکر سے ذکرِ خدا معظّم ہے — ہر ایک فکر سے فکرِ عدم مقدّم ہے

ترے مریض کی یہ بے بضاعتی تو بہ — نہ دل میں خون کا قطرہ نہ آنکھ ہی نم ہے

ترا ہی ذکر ہے وجہِ سکونِ قلبِ و نظر — تری ہی یاد مرے زخمِ دل کا مرہم ہے

وہی ہے حبِّ محمدؐ میں کاملُ صادق — ہر ایک حکمِ محمدؐ پہ جس کا سر خم ہے

قرار کیسے ہو دل کا جب اسکا علم نہیں — مرے نصیب میں جنت ہے یا جہنم ہے

گزر گیا ہے لڑکپن، شباب ختم ہوُا، — مآلِ عمرِ رواں کتنا غیر محکم ہے

کھڑی ہے سر پہ اجل زندگی ہے پا بہ رکاب — نہ کوئی رختِ سفر ہے، نہ کوئی ہمدم ہے

عجیب منظرِ باغِ جہاں ہے اے عاجز

ہر ایک سینۂ گل میں مزارِ شبنم ہے !

مصیبتوں پہ مصیبت اٹھاتے جاتے ہیں،
تڑپ رہے ہیں مگر مسکرائے جاتے ہیں
ہیں جن کے نقشِ قدم پر چراغِ خوں روشن
سلیقے پیار کے اُن کو سکھائے جاتے ہیں؛
اٹھا سکیں نہ کبھی جن کو اپنے پہلو سے
جنازے کس طرح اُن کے اٹھائے جاتے ہیں؛
گزار دی رہِ غفلت میں زندگی ساری
اب اس کے واسطے آنسو بہائے جاتے ہیں
نہ جانے کیا رہِ الفت کی انتہا ہوگی
کہ ابتدا میں قدم ڈگمگائے جاتے ہیں؛
عطا ہوئی تھی جو اکسیر آپ کے در سے
ہم اس کو خاک سمجھ کر گنوائے جاتے ہیں
وُہ راہ جس سے گریزاں ہے زندگی عاجز
اُسی کی سمت قدم ہم بڑھائے جاتے ہیں؛

مرے کریم، مرے جُرم آشکار نہ کر
گناہگار کو محشر میں شرمسار نہ کر!

جو راہ راہِ نبیؐ سے ہے مختلف اے دوست
وُہ راہ راہِ جہنّم ہے، اختیار نہ کر!

حصُولِ جاہ کا انجام حسرت و غم ہے
حصُولِ جاہ سے دامن کو داغدار نہ کر

تو وقتِ جرم باندازِ فخر ہنستا تھا،
مآلِ جرم پہ اَب آنکھ اشکبار نہ کر

جو مال و زر نہیں ساتھی ترا قیامت میں
تو بزمِ دہر میں اس مال و زر سے پیار نہ کر

گناہ سے کوئی انساں بھی پاک و صاف نہیں
گناہ کوئی بھی لیکن تو بار بار نہ کر!

جسے حدیثِ پیمبرؐ پہ اعتبار نہیں
وُہ معتبر نہیں تو اس کا اعتبار نہ کر

عمل، عمل ہے وہی خود جسے تُو کر پائے
کسی عمل کا کسی پر تُو انحصار نہ کر

خدا کے ذکر سے دل کو قرار ملتا ہے
نہ چھوڑ ذکرِ خدا، دل کو بے قرار نہ کر

جو کاروبار تری آخرت بھلا ڈالے
تُو بھول کر بھی وُہ دُنیا میں کاروبار نہ کر

بہارِ گلشنِ عالم خزاں گزیدہ ہے،
بہارِ گلشنِ عالم پہ دل نثار نہ کر

ہے اقتدار کا یہ بار ایک بارِ گراں
سکوں کی حرص ہے گر حرصِ اقتدار نہ کر

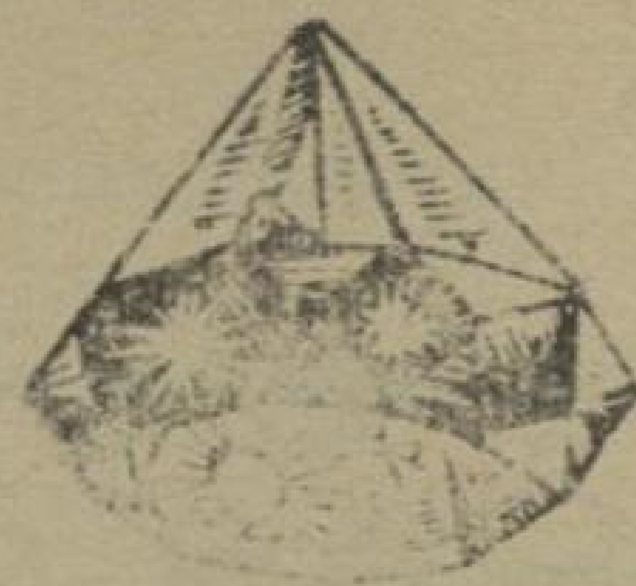
حدودِ شرع کے پیچھے ہے وادیِ دوزخ
حدُودِ شرع کو ہرگز کبھی تو پار نہ کر!

وُہ وقت آئے نہ آئے ہے کیا خبر عاجز
برائے توبہ بڑھاپے کا انتظار نہ کر!

جو عمل بے ریا نہیں ہوتا، مستحقِ جزا نہیں ہوتا
مانگتے ہو جو اس کی خلقت سے دستِ خالق میں کیا نہیں ہوتا
لُطفِ اغیار کا جو طالب ہو اس پہ لُطفِ خدا نہیں ہوتا
کس طرح آرزوئیں بر آئیں قلب محوِ دعا نہیں ہوتا
کون سنتا ہے اس کی دنیا میں خود جو اہلِ صدا نہیں ہوتا
اس سے بڑھ کر ہے کون بے غیرت جو گنہ پر خفا نہیں ہوتا
بیٹی پھرتی ہو جس کی بے پردہ وُہ بشر باحیا نہیں ہوتا
ہو جو عالم بھی اور عامل بھی، ایسا عالم سدا نہیں ہوتا
جو کہ دُکھ درد میں شریک نہ ہو آشنا، آشنا نہیں ہوتا
اُس سے اُمّیدِ رحم ہے بے سود جس میں خوفِ خدا نہیں ہوتا
دل دُکھانا کسی مسلماں کا کسی دم بھی روا نہیں ہوتا
ہر کسی پہ تو اعتماد نہ کر ہر کوئی باوفا نہیں ہوتا

جو بُرا کام ہے بُرا ہی ہے وُہ کبھی بھی بھلا نہیں ہوتا!
راہِ الفت وُہ راہ ہے جس کا کہ کہیں منتہا نہیں ہوتا
نہ ڈرا رنج راہِ الفت سے کس کو اس کا پتا نہیں ہوتا
دل سے اٹھتی ہے لب پہ آتی ہے آہ! ہیں لب کشا نہیں ہوتا
کہتے ہیں غم، رفیقِ غمگیں ہے غم بھی مجھ کو عطا نہیں ہوتا
پھنس گیا دامِ عشقِ دنیا میں مُرغِ دل جو رہا نہیں ہوتا
یہ بھی کہنا ترا شکایت ہے درد دل سے جدا نہیں ہوتا
دردِ دل مانگتے ہیں اہلِ دل درد دل کا، بُرا نہیں ہوتا
دار سے دار تک محبت میں کچھ بھی تو فاصلہ نہیں ہوتا
عیشِ دُنیا ہے سامنے تب تک موت کا سامنا نہیں ہوتا

موت بہتر کہ زندگی عاجزؔ
آج یہ فیصلہ، نہیں ہوتا



شرابِ محبّت پیئے جا رہے ہیں، ترا نام لے کر جیئے جا رہے ہیں!
مدینے سے آ کر بھی مشتاق اُن کے مدینہ مدینہ کیے جا رہے ہیں
یہی خارِ زارِ محبّت ہے جس میں مرے زخمِ دل کے سیئے جا رہے ہیں
ہمیں جس نے جامِ محبّت دیا ہے اسے جان و دل ہم دیے جا رہے ہیں
جو اَب تک محبّت کے معنی نہ سمجھے، ہم ان سے محبّت کیے جا رہے ہیں
وُہ ڈوبیں گے جو کشتیٔ زندگانی کنارے کنارے لیے جا رہے ہیں

اٹھانے سے جس کے فرشتے ہیں عاجز
وُہ غم ہم اٹھائے لیے جا رہے ہیں

جو قوم ہو مخمور، مئے عیش و طرب سے
ہرگز نہیں بچ سکتی وُہ اللہ کے غضب سے

وقعت نہیں جاہل کی کوئی بزمِ جہاں میں
انسان تہی دست نہ ہو، علم و ادب سے

ایمان کی تکمیل کی اک شرط ہے یہ بھی،
ہو خوف بھی اللہ کا، امید بھی رب سے

خاموشی سے بہتر ہو کوئی بات تو کہہ دو،
ورنہ نہ نکالو کوئی اک لفظ بھی لب سے

اُس شخص کا پیٹ آگ جہنم کی بھرے گی
بھرتا نہیں دنیا میں جو دولت کی طلب سے

سائل ترا محسن ہے، ارے صاحبِ دولت
کر صدقہ تو پیش اس کو بڑے عجز و ادب سے

مومن کا مقام اور ہے کافر کا مقام اور
جائز نہیں یکساں ہو تعلق ترا سب سے

ان کو بھی تو ہے دعویٰ اسلام جنھیں آج،
مسجد سے محبّت ہے نہ نفرت ہے کلب سے

مومن کو میسّر ہوں سبھی نعمتیں، پھر بھی،
بھرتا نہیں دل رحمتِ مولیٰ کی طلب سے

اے چشمِ کرم دیکھ مری سمت بھی اک بار
نظریں تری جانب مری مرکوز ہیں کب سے

اللہ نہیں کرتا کبھی، ظلم کسی پر!
آتی ہیں تکالیف گناہوں کے سبب سے

ہر سمت یہ پھیلی ہوئی کرنیں ہیں اسی کی
چمکا تھا، کبھی نورِ ھدایت جو عرب سے

اب دل میں خوشی ہے نہ کوئی لب پہ تبسّم
دیکھا ہے جنازہ کسی انسان کا جب سے

عاجز کی فقیرانہ صدا کا ہے یہ مقصد
آجائے کوئی راہ پہ شاید اسی ڈھب سے

مَیں اپنے ہوش میں ہُوں نہ دل اختیار میں
سب کچھ لٹا دیا ہے ، رہِ شوقِ یار میں

پھر آنکھ ڈھونڈتی ہے، نقوشِ جمالِ یار
پھر شمع جل اٹھی ہے دلِ داغدار، میں

وُہ آرہے ہیں، حالِ دلِ زار پُوچھنے
گزری تمام عُمر اسی انتظار میں!

دنیا کا غم رہا، نہ رہی فکرِ آخرت
ہم کھو گئے ہیں گردشِ لیل و نہار میں

تُو اِک شکستِ دل سے پریشاں ہے اس قدر
مَیں دیکھتا ہوں کون و مکاں، انتشار میں

غم سے نجات مل نہ سکی اس جہان میں،
شاید سکُوں ملے تو ملے، کچھ مزار میں!

شادابیٔ چمن پہ وُہ خوش ہو تو کس طرح
جو دیکھتا ہو رنگ خزاں کا بہار میں

اَحباب بے شمار ہَیں لیکن شریکِ غم
پایا نہ ایک شخص بھی ہم نے ہزار میں

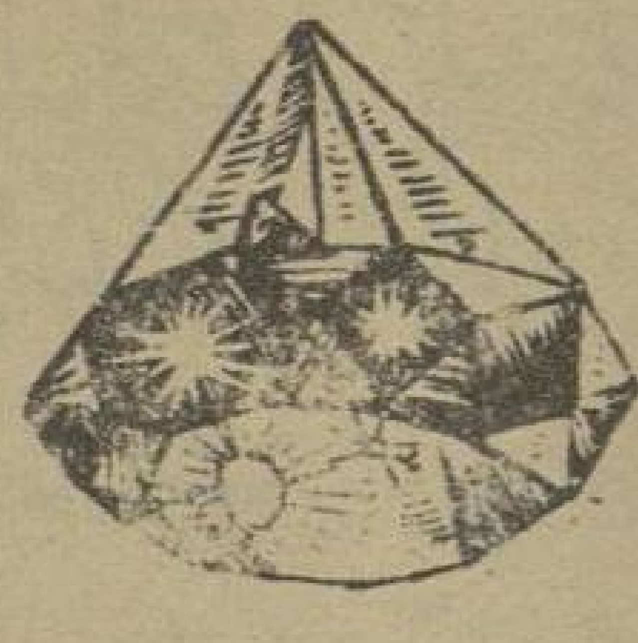
دیکھے ہیں ہم نے صحنِ چمن میں وُہ حادثات
اپنے لیے کشش نہ رہی اَب بہار میں

دُنیا میں جن پہ جان چھڑکتے تھے سب عزیز
تنہا پڑے ہَیں آج وُہ کُنجِ مزار میں

انجام کار شاخ سے مُرجھا کے گِر پڑا
وُہ گُل جو مسکرایا کسی لالہ زار میں

عاجزؔ نشانِ منزلِ مقصود کر تلاش
رہنا نہیں ہَے تجھ کو سدا اس دیار میں!

چشمک اگر یونہی رہی برقِ تپاں سے بھی
شعلے بلند ہوں گے میرے آشیاں سے بھی



شگفتگی تری کلیوں کے مسکرانے میں،
تجلّیاں تری تاروں کے جھلملانے میں!

تُو منہمک ہے ادھر مال و زر بڑھانے میں
رواں ہے سانس ادھر زندگی گھٹانے میں

کسی نے پُوچھا نہ اب تک بھرے زمانے میں
یہ آنکھ محو ہے کیوں اشکِ غم بہانے میں

کہاں وُہ بات بھلا سُننے اور سُنانے میں
جو بات ہوتی ہے خود دیکھنے، دکھانے میں

وُہ دکھ اُٹھاتے ہیں خود بھی اسی زمانے میں
مزہ جو پاتے ہیں، اوروں کا دل دُکھانے میں

وجودِ ربِّ سمٰوٰات کے دلائل ہیں
قمر کے نور میں، تاروں کے جگمگانے میں!

قضاء اُٹھاتی ہے اُس وقت ابنِ آدمؑ کو
جب اُس کا حصّہ نہیں رہتا اس زمانے میں

یہ قید خانہ ہے مومن کے واسطے دُنیا
سکوں ہے کب کسی قیدی کو قید خانے میں

وفورِ درد و الم اور ہجومِ غم کے سوا،
تمہیں ملے گا نہ کچھ بھی مرے فسانے میں!

حسد ہے، بغض ہے، کینہ ہے، فخر ہے، شر ہے
فریب ہے ترے دِل کے کباڑ خانے میں

مَیں تجھ سے تیرے کرم کا سوال کرتا ہُوں،
کمی ہے کیا مرے مولا! ترے خزانے میں

سمجھ کے آبِ حیات اشکِ غم کو پی جاؤ،
سکونِ قلب کی خواہش ہے گر زمانے میں!

دوائے درد، علاجِ فغاں ہے صبر و سکوت
کسی کی کوئی نہیں سنتا اس زمانے میں!

دُعا ہے پھسلے نہ عالِم مقام سے اپنے
ہزار فتنے ہیں عالِم کے ڈگمگانے میں

عذابِ قبر کی وہ سختیاں، معاذ اللہ!
حیات گزرے نہ کیوں رونے اور رلانے میں

کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں ہر طرف سے لوگ
کشش ہے یہ مرے آقا کے آستانے میں!

قضا کا جھونکا نہ جانے بجھا دے کب اس کو
چراغِ زیست ہے مصروف ٹمٹمانے میں!

پیام لائے ہیں عاجز ترے یہ موئے سفید
نہیں ہے دیر کوئی اب اجل کے آنے میں

گوہر سے گراں تر ہیں تری عمر کے لمحات،
عاقل ہے تو پھر کر نہ انہیں نذرِ خرافات،
لمحات یہ غفلت ہی میں ہو جائیں نہ ضائع
لب پر نہ کہیں وقتِ اجل ہو ترے ہیہات

جلوۂ حسنِ حقیقی کے جو شیدا ہو گئے
کامیابی کے نشاں ان پر ہویدا ہو گئے
مکتبِ الفت کا اے عاجز یہی دستور ہے
مر گئے جو راہِ الفت میں وہ پیدا ہو گئے

گری ہے برقِ ستم، کشتِ دل جلانے کو،
اُٹھا ہے ابرِ کرم بھی اسے بجھانے کو

شکستہ قلب، جگر شق، فگار ہے سینہ
کہاں چھپاؤں، ترے درد کے خزانے کو

وُہ رنگِ درد تو بھر دے مرے فسانے میں
بگوشِ دل سُنے دنیا مرے فسانے کو

تری رضا ہے اسی میں اگر تو بسم اللہ،
مَیں آن پہنچا ہوں مقتل میں سر کٹانے کو

کسی کی راہ میں بکھرے ہوئے ہیں لعل و گہر
ترس رہا ہے کوئی ایک ایک دانے کو!

خزاں نے باغ میں کلیوں کے دل ہلا ڈالے
ہلے جو اُن کے کبھی ہونٹ مسکرانے کو!

نہ دشمنی کا سلیقہ، نہ دوستی کا شعور،
مَیں سوچتا ہوں، یہ کیا ہو گیا زمانے کو!

خدا کی شانِ کریمی بلائیں لیتی ہے،
خطائیں جب کوئی آتا ہے بخشوانے کو!

تری ہی غفلت و عشرت کا یہ نتیجہ ہے
ہے کفر آج صف آرا ترے مٹانے کو

شباب و نغمہ و مطرب، بہار و غنچہ و گل،
ہیں چار دن کے لیے تیرا دل لبھانے کو!

گھروں میں رقص، مزاروں پہ حال اے ناداں
ہیں سب یہ دامِ شیاطیں تجھے پھنسانے کو

رہے گا تو نہ نشاں تیرے قصرِ عالی کا،
جلا کے دیکھ ذرا میرے آشیانے کو

قدم قدم پہ گناہوں نے راہ روکی ہے،
کوئی جگہ نہیں محفوظ، مُنہ چھپانے کو،

غرور کر نہ زر و مال پر ارے ناداں،
عطا ہوا ہے، تجھے سب یہ آزمانے کو!

نہ فکرِ روزِ قیامت نہ خوفِ یومِ حساب
ملی تھی عمر نہ غفلت میں یوں گنوانے کو!

ترا ٹھکانہ پسِ مرگ قبر ہے عاجز
اگر ہے عقل تو کر ٹھیک اس ٹھکانے کو!

متاعِ سوز ملی، درد کا خزانہ ملا
خدا کے در سے طلبگارِ غم کو کیا نہ ملا

جو ناشناسِ خودی ہے، اسے خدا نہ ملا
جسے خُدا نہ ملا، کوئی مدعا نہ ملا

بروزِ حشر پشیمانیوں سے کیا حاصل
کوئی عمل بھی سزاوارِ یک جزا نہ ملا

یہ راہروانِ رہِ مدّعا پہ ثابت ہے
کہ مصطفٰے سا کوئی اور راہنما نہ ملا

جو نقشِ پائے محمدؐ کی راہ پر نہ چلے
بھٹک گئے وُہ کچھ ایسے کہ راستا نہ ملا

بڑھائی رسمِ محبّت ہزار دُنیا میں،
کہیں بھی عاجزِ تنہا کو آشنا نہ ملا!

فضائے راہِ طیبہ کتنی دلآویز ہے ساقی
مرا گامِ محبّت ہر قدم پر تیز ہے ساقی
معطّر کیوں مشامِ جاں نہ ہو اس آستانے سے
کہ جس کا ذرّہ ذرّہ مشک و عنبر بیز ہے ساقی

کسے الزام دیں، رسوائیِ دینِ الٰہی کا،
یہاں سکھ ہے نہ ہندو ہے، نہ اب انگریز ہے ساقی
شریفوں کے لیے رہنا ہے مشکل تیری دُنیا میں
یہاں کوئی ہلاکو ہے، کوئی چنگیز ہے، ساقی
ہمیں کیا حق تری اک بات پر بھی نکتہ چینی کا،
تری جو بات ہے وُہ مصلحت آمیز ہے ساقی
یہ دل اس دردِ مہلک سے شفا پائیگا اب کیسے
دوا سے محترز اور سخت پرہیز ہے، ساقی

زباں کے وار سے جو زخم ہو وُہ مٹ نہیں سکتا،
زباں کا وار تو تلوار سے بھی تیز ہے، ساقی

جو آیا پھنس گیا، دامِ فریبِ حسنِ فانی میں
یہ دامِ حسن بھی کتنا فسوں انگیز ہے ساقی

درِ باطل پہ جھک کر رہ گئے، اہلِ ہوس لیکن
یہ عاجز آستانِ حق پہ سجدہ ریز ہے ساقی

سُن اور دیکھ زندگی یہ معتبر نہیں
عُمر گذری خامشی سے دہر میں رہتے ہوئے

مال اور جان موت سے ہرگز مفر نہیں
چپکے چپکے دل ہی دل میں رنج و غم سہتے ہوئے

جب موت سے نہیں ہے مفر، فکرِ موت کر
کاش آجائے ترا دریائے رحمت جوش میں

ہے فکرِ موت کی تو کوئی پھر خطر نہیں
دیکھ کر آنکھوں سے قطرے اشک کے بہتے ہوئے

جسمیں خوفِ خدا نہیں ہوتا		دل وُہ حق آشنا نہیں ہوتا
جب چمن میں بہار آتی ہے		کون نغمہ سرا نہیں ہوتا!
آسرا تیرا کام آتا ہے		جب کوئی آسرا نہیں ہوتا
جو بُرائی پہ اپنی پچھتائے		آدمی وُہ بُرا نہیں ہوتا
پھر بُرا بھی نہ کر کسی کا تُو		گرچہ تجھ سے بھلا نہیں ہوتا
وُہ بھلا قدرِ عیش کیا جانے		غم میں جو مبتلا نہیں ہوتا
جو کھری بات کہہ نہیں سکتا،		آدمی وُہ کھرا نہیں ہوتا
سینکڑوں خوف اسکو ہوتے ہیں		جس کو خوفِ خدا نہیں ہوتا
وُہ عمل ہے کہ بعدِ رحلت بھی		آدمی سے جُدا نہیں ہوتا
وُہ کسی بھی لباس میں آئے		راہزن راہنما نہیں ہوتا
خود کو جو پارسا سمجھتا ہے		وُہ کبھی پارسا نہیں ہوتا
سوچتا ہوں کہ کوئی دُنیا میں		کیوں مرا ہمنوا نہیں ہوتا

ڈھیل تب تک ہے ظالموں کیلئے | حشر جب تک بپا نہیں ہوتا
علم میں، عقل میں جو چھوٹا ہے | مال و زر سے بڑا نہیں ہوتا
دوستی کر نہ خود غرض سے تو | خود غرض باوفا نہیں ہوتا
وہ خطا ہی خطا نہیں ہوتی | جس میں عزم خطا نہیں ہوتا
جبہ، قبہ سے نیکیوں کے بغیر | آدمی پارسا نہیں ہوتا
کوئی دیتا نہیں ہے مزدوری | کام جب خوشنما نہیں ہوتا
کیوں ہے انسان دشمنِ انساں | مجھ پہ عقدہ یہ وا نہیں ہوتا
لب پہ مومن کے جھوٹ ناممکن | دل میں اس کے دغا نہیں ہوتا
اس کے انجام سے جو واقف ہے | پھول پر وہ فدا نہیں ہوتا

راہِ حق میں جو مٹ گیا عاجز
زندہ ہے، وہ فنا نہیں ہوتا

اس میں ضرور حکمت پروردگار ہے | کوئی فقیر ہے تو کوئی تاجدار ہے

ایمان کی جب دل میں حرارت نہیں رہتی
حق بات کے اظہار کی جرأت نہیں رہتی

جب اپنی خطاؤں پہ ندامت نہیں رہتی
پھر کوئی بھی اصلاح کی صورت نہیں رہتی

آجاتے ہیں جب اپنے گنہ اپنی نظر میں
پھر دل میں کسی سے بھی کدورت نہیں رہتی

منزل پہ پہنچ جاتا ہے جس وقت مسافر
پھر راہ کی سختی کی شکایت نہیں رہتی

کر لیتا ہے اصلاح جو اعمال کی اپنے
اس شخص پہ پھر کوئی ملامت نہیں رہتی

عُریانی و فحاشی دکھائی نہیں دیتی
نور آنکھ کا جب دل کی بصیرت نہیں رہتی

صحت ہو کہ بیماری، فقیری کہ امیری
انسان کی قائم کوئی حالت نہیں رہتی

ہو جائے بشر مرضئ مولا پہ رضامند
پھر کوئی مصیبت بھی مصیبت نہیں رہتی

انسان کی صورت میں درندہ ہے وہ انساں
انساں سے جس انساں کو محبت نہیں رہتی

گِھر جاتا ہے ہر ایک برائی میں وہ عاجزؔ
نیکوں کی میسّر جسے صحبت نہیں رہتی!

جس قوم میں اللہ کی طاعت نہیں رہتی　　اللہ کو اُس قوم کی چاہت نہیں رہتی
جس قوم کے افکار میں وحدت نہیں رہتی　　اُس قوم کی پھر ہیبت و دہشت نہیں رہتی
جس قوم میں تنظیمِ جماعت نہیں رہتی　　قوموں میں پھر اُس قوم کی عظمت نہیں رہتی
جو قوم مے و رقص سے ہو جاتی ہے مانوس　　اُس قوم میں پھر روحِ شجاعت نہیں رہتی
بے پردگی و پردۂ نسواں ہے برابر،　　نظروں میں اُنھیں کے جنھیں غیرت نہیں رہتی
آتے ہیں کبھی سامنے اعمال جو اپنے　　اس وقت پھر اپنی کوئی وقعت نہیں رہتی
احساسِ گُنہ تک سے بھی ہو جائے جو محروم　　اُس نفس کی اصلاح کی صورت نہیں رہتی
پھنس جاتا ہے دل حلقۂ افکارِ جہاں میں　　جب فکرِ اجل، فکرِ قیامت نہیں رہتی
اِس دورِ جوانی کو نہ غفلت میں گزارو　　پیری میں عبادت کی بھی ہمّت نہیں رہتی
بے سُود ہے اُس دم نیکی کی تمنّا　　جب نُطق و اشارہ کی بھی قوّت نہیں رہتی

عاجزؔ کہیں آجائے نہ وُہ وقت اچانک
جس وقت کہ توبہ کی بھی مہلت نہیں رہتی

دردِ الفت اگر ہو، سینے میں ‌ ‌ ‌ لطف آجائے مرنے جینے میں
دولتِ دردبخش دے یارب، ‌ ‌ ‌ کیا کمی ہے ترے خزینے میں
اپنے غم کی شراب دے ساقی ‌ ‌ ‌ لطف ہے یہ شراب پینے میں
کفرو اسلام میں ہے فرق اتنا ‌ ‌ ‌ جتنا طوفاں میں اور سفینے میں
کیوں نہ محبوب ہو مدینہ ہمیں ‌ ‌ ‌ ہیں حبیبِؐ خدا، مدینے میں
وُہ فضا پھر ہمیں کہیں نہ ملی، ‌ ‌ ‌ چھوڑ آتے جو ہم مدینے میں
ہم نے بحرِ جہاں عبُور کیا، ‌ ‌ ‌ یاس و امیّد کے سفینے میں
مشکؔ و عنبر سے بڑھ کے خوشبو تھی ‌ ‌ ‌ آپ کے جسم کے پسینے میں

اس کو مومن نہ جانیے عاجزؔ
بُغض و کینہ ہو جس کے سینے میں

عشرتِ دُنیا دھوکہ ہی دھوکہ
لذّتِ ہستی مکر سراپا!
منزلِ عاجزؔ قبر کی مٹی،
خاک کا بستر، خاک کا تکیہ

راہ زن کو جو رہنما جانے — اُس کی منزل کہاں ہے کیا جانے

عمر تو ایک ڈھلتا سُورج ہے — بے خبر اس کو کوئی کیا جانے

کیا لگائے گا دل وُہ پھولوں سے — جو بہاروں کو بے وفا جانے

اُس نگاہِ کرم پہ مَیں قرباں، — جو خطا کو میری وفا جانے

قبر میں رکھ کے چل دئیے سب لوگ — پیش اب آئے کیا خدا جانے

آپ کے در کا جب خیال آیا، — میر و سلطاں کو ہم گدا جانے

چھوڑ کر اس جہانِ فانی کو، — رازِ سر چشمۂ بقا جانے

ہم تجھے مُدعائے جاں سمجھے — ہم تجھے جانِ مدّعا جانے

دل دیا، جان دی، یہی کچھ تھا، — اس سے آگے تری رضا جانے

کیا مزا ہے نثار ہونے میں — یہ مزا طالب خدا جانے

شکوۂ غم سے اس کو کیا نسبت — غم کو جو درد کی دوا جانے

غم سے خوش ہوں خوشی سے رنجیدہ — حالِ دِل میرا کوئی کیا جانے

قوم وُہ زندہ رہ نہیں سکتی، — جو تنزّل کو ارتقا جانے

روشنی اس کو مل نہیں سکتی — زنگِ مغرب کو جو جلا جانے

حق کی تبلیغ کرتا رہ، عاجز
لاکھ دنیا تجھے بُرا جانے

تھی وُہ صہبائے جوانی جس میں مَیں مدہوش تھا
گلشنِ دِل جل رہا تھا، اور مَیں خاموش تھا
بہ رہا تھا مَیں تمناؤں کے اک طوفان میں
ساحلِ بحرِ حقیقت آنکھ سے رُوپوش تھا
موت سے آنکھیں ملاتے ہی تجھے کیا ہو گیا
ہمنشیں! کل تک تو تُو شہ زور تھا، پُر جوش تھا!
حادثاتِ زندگی کو زندگی، سمجھا کیا،
کس قدر نادان تھا، مَیں کس قدر مدہوش تھا
آہ اے عاجزؔ دمِ آخر مجھے آیا یقیں
زندگی کا میرا ہر لمحہ کفن بردوش تھا

محبّت کی ابھی تو ابتدا ہے — ابھی سے شکوۂ رنج و بلا ہے
جہاں رنج و الم کی انتہا ہے — محبّت کی وہاں سے ابتدا ہے
یہ دُنیا ہے رہے گا کون باقی — خدا باقی ہے اور سب کو فنا ہے
اٹھاتے ہیں نقابِ رُوئے ہستی — یہ کیسا عقل پر پردہ پڑا ہے
حباب آسا وُہ مِٹ جائیگا خود بھی — اُٹھا کے سر یہاں جو چل رہا ہے
سمجھتا ہے جسے تعمیرِ سنگیں، — ترے اس گھر کی پانی پر بنا ہے
گر ایماں ہے ترا روزِ جزا پر، — بتا اس کے لیے پھر کیا کیا ہے
تری نظروں میں شاید باوفا ہو — مری نظروں میں دُنیا بے وفا ہے
سمجھ لے اے بُرائی کرنے والے — نتیجہ ہر بُرائی کا بُرا ہے
ارادہ چاند کا، اور اس زمیں سے — بتائے تو کوئی آخر یہ کیا ہے
نہ جانے بجھ کے رہ جائے یہ کس دم — چراغِ زندگی بھڑکا ہُوا ہے

بہت سے عاجز آگے جا چکے ہیں
کنارے قبر کے تو بھی کھڑا ہے

جام ہو، بادۂ وحدت ہو گھٹا چھائی ہو
تیرا دیوانہ ہو، اور خلق تماشائی ہو

ذکر تیرا ہو، زباں پر شبِ تنہائی ہو،
سامنے در ہو ترا، اور جبیں سائی ہو

جستجو تیری لیے پھرتی ہو مجھ کو ہر سو
سیرِ گلزار ہو یا بادیہ پیمائی ہو!

دیکھ کر حال مرا دشت و جبل جھوم اٹھیں
وادیٔ شوق میں کچھ ایسی بہار آئی ہو!

حُسن تیرا نگہِ شوق کی فردوسِ بریں!
یاد تری مرے دل کی چمن آرائی ہو

ہے تری گرمیٔ رُخسار سے شعلہ شعلہ
دلِ پُر داغ ہو یا لالۂ صحرائی ہو!

سب تری چشمِ کرم، لطفِ نظر کے محتاج
یدِ مُوسائے ہو کہ اعجازِ مسیحائی ہو

کھیل ہے اس کے لیے دار و رسن اے عاجزؔ
اپنے اللہ کے جلووں کا جو شیدائی ہو

رُوشناسِ حُسنِ یکتا گر دلِ آدم نہیں
پھر کوئی بھی مقصدِ آرائشِ عالم نہیں!

کھانا، پینا ہی سمجھتا ہے جو اپنی زندگی
اُس بشر کی زندگی حیوان سے کچھ کم نہیں!

ہو چکی ہے زندگی جرم و خطا میں رائیگاں
اور تجھے اس زندگیِ رائیگاں کا غم نہیں!

کس طرح کرتا ہے تو امیدِ عفوِ معصیت
دل ترا نادم نہیں جب آنکھ تیری نم نہیں

وُہ یقیناً دہر میں در در کی ٹھوکر کھائیگا
جو سرِ مغرور تیرے آستاں پر خم نہیں

اے دلِ بیکس بتا رودادِ غم کس سے کہیں
اس جہانِ بیکسی میں جب کوئی ہمدم نہیں

یا کوئی مرہم نہیں ہے درخورِ زخمِ جگر،
یا مرا زخمِ جگر ہی لائقِ مرہم نہیں

مَیں بھلا راہِ مصیبت میں کسے آواز دوں
ماسوا تیرے یہاں اپنا کوئی ہمدم نہیں

اِس بھرے بازار میں اپنی تہی دستی نہ پوچھ
دام کیسہ میں نہیں ہیں جیب میں درہم نہیں

ہم کو اے عاجزؔ غمِ عقبٰے سے ہے فرصت کہاں
عشرتِ دُنیا پہ مائل اور ہوں گے، ہم نہیں!

اُس جنگ سے کیا اور کوئی جنگ بڑی ہے!
ہم نے جو شیاطینِ زمانہ سے لڑی ہے!
گر جائے نظر سے نہ کہیں وُہ گُل رنگیں،
جس کے لبِ خنداں پہ نظر تیری گڑی ہے
چھُٹ جاتا ہے یک لخت ہر اک اپنا پرایا!
یہ ساعتِ آخر بھی بڑی سخت گھڑی ہے!
اِک تُو کہ تمنّاؤں کی تکمیل میں سرشار
اِک موت کہ ہر وقت ترے سر پہ کھڑی ہے
آئینہ میں جیسے کوئی تصویر لگا دے،
یوں یادِ مدینے کی مرے دل پہ جڑی ہے!
دل کو ہے تری رحمت و بخشش کا سہارا
دامن پہ مرے اشکِ ندامت کی جھڑی ہے
سوتا تھا جو کمخواب کے بستر پہ ہمیشہ،
نعش اُس کی پسِ مرگ تہِ خاک پڑی ہے
عاجز رہِ الفت میں قدم رکھنے سے پہلے
یہ سوچ لے اس راہ کی ہر شرط کڑی ہے

زخمِ الفت کو مرے دل میں ہرا رہنے دے
چارہ گر رہنے دے، درمان و دوا رہنے دے
کوچۂ یار میں تو مجھ کو پڑا رہنے دے
خاک کو خاکِ مدینہ میں ملا رہنے دے
داغ پھولوں کے کھلا کرتے ہیں اس شعلے سے
شعلۂ غم کو تو سینے میں دبا رہنے دے
جامِ وحدت ہے گھٹا چھائی ہے میرے ساقی
اور کچھ دیر، یہی رنگِ فضا رہنے دے
ہے دُعا اصل عبادت ہے یہ فرمانِ نبیؐ
اے دلِ زار، مجھے محوِ دُعا رہنے دے
لب پہ آنے سے شکایت نہ کہیں بن جائے
رازِ سر بستۂ الفت کو چھپا رہنے دے

دینِ اسلام میں ہر کام نیا بدعت ہے
دینِ اسلام کو بدعت سے جُدا رہنے دے

دل میں اک شعلۂ فروزاں ہے لبوں پر دم ہے
اے غمِ ہجر نہ اب اور ستا رہنے دے

گر تری بزم میں آنے کے نہیں ہوں لائق
مَیں سرِ راہ کھڑا ہوں، تُو کھڑا رہنے دے

شاید اس شکلِ فقیرانہ پہ پڑ جائے نظر
پھٹ گیا ہے جو گریباں تُو پھٹا رہنے دے

تُو بھی اب عہدِ وفا توڑ رہا ہے اے دل
کچھ تو دنیا میں رہ و رسمِ وفا رہنے دے

بات سچّی ہو جو لے خوف وُہ کہہ دے عاجز
اس پہ دُنیا جو خفا ہو تُو خفا رہنے دے

زندگی کہتا ہے جس سانس کو ہر ایک طبیب
ہے وہی سانس کہ جو موت کو لاتا ہے قریب

تجھ کو دُنیا ملی، مجھ کو غمِ دُنیا سے نجات
اپنی قسمت ہے یہ اے دوست یہ اپنا ہے نصیب

گر قناعت نہیں بُجھتی نہیں دولت کی پیاس
گر قناعت ہے تو بہتر ہیں امیروں سے غریب

جو عمل حشر میں جا کر بھی ترے ساتھ رہے
اُس سے بڑھ کر نہیں دُنیا میں ترا کوئی حبیب

دل میں ہے حرص و ہوس، لب پہ ہے قرآن و حدیث
یہ ترا وردِ معظّم، یہ ترا شغلِ عجیب!

یہ جہانِ گزراں ہے، نہ اسے دوست بنا،
یاد کر خُسرو و دارا کا تُو انجامِ مہیب

خوبیِ شعر پہ عاجز کی جو ششدر ہیں سُنیں
نہ وُہ عالِم ہے، نہ فاضِل، نہ وُہ شاعر، نہ ادیب

فضائے دو عالم پہ چھائے ہوئے ہیں
جو تیری نظر میں سمائے ہوئے ہیں

جنھیں چارۂ دردِ غم ہم نے سمجھا،
بہت دُکھ ہم اُن سے اٹھائے ہوئے ہیں

کوئی کام آیا، پرایا نہ اپنا
ہمارے سبھی آزمائے ہوئے ہیں!

ہیں معذور اُٹھانے سے جس کو فرشتے
ہم اُس بارِ غم کو اُٹھائے ہوئے ہیں

وہی یاد رکھتے ہیں عیشِ جہاں کو،
غمِ آخرت جو بھلائے ہوئے ہیں!

اکھڑ جائیں گے پاؤں اتنے ہی اُس کے
قدم جس نے جتنے جمائے ہوئے ہیں!

نصیحت اُنھیں کے لیے کارگر ہے،
جو غفلت سے دامن بچائے ہوئے ہیں!

یہ اپنے ہی اعمالِ بد ہیں جو عاجزؔ
مصائب کے طوفاں اٹھائے ہوئے ہیں!

رُوح راحت سے ہمکنار نہیں   کوئی تسکیں کہیں قرار نہیں
کون جمعیتِ دل اب پائے   کِس جگہ آج، انتشار نہیں!
معصیت کا ہے اک سَیلِ رَواں   اور اس کا کوئی حصار نہیں
نغمہ و ساز و بزم، رقص و سُرود   کچھ خرافات کا شمار نہیں
ہائے یہ پستیٔ خیال و نظر   رشوت و سُود سے بھی عار نہیں
اپنے چھوٹوں پہ رحم کرتے نہیں   اور بڑوں کا کوئی وقار نہیں!
جان محفوظ ہے نہ اب ایماں   اور کوئی رہِ فرار نہیں
حال اس درجہ ہے ملاوٹ کا   زہر کا بھی تو اعتبار نہیں
جُرم ہوتے ہیں یُوں سرِ بازار   جیسے کوئی قصور وار نہیں

مردِ مومن کے واسطے عاجزؔ
اب یہ ماحول سازگار نہیں

جب تری یاد میں دل نغمہ سرا ہوتا ہے
شمعِ کونین گلِ ہر دوسرا ہوتا ہے!

ہر بشر ہے ترا شرمندۂ احساں یا رب
حق تری نعمتوں کا کس سے ادا ہوتا ہے

رہروِ شوق کی کیا راہ نمائی ہوگی
رہروِ شوق تو خود راہ نما ہوتا ہے

منہ پہ ہر شخص کے جو شخص کھری بات کرے
حق تو یہ ہے کہ وہی شخص کھرا ہوتا ہے

جذبۂ طاعتِ خالق نہ ہو دل میں جبتک
ہمنشیں! دعوئ اسلام سے کیا ہوتا ہے

ساتھ دیتا ہے بھلا کون کسی کا اُس دم
جب ہمیشہ کے لیے کوئی جدا ہوتا ہے

بخش دیتا ہے خدا اس کو بقائے ابدی
جو رہِ حُبِّ محمدؐ میں فنا ہوتا ہے

وقف ہو جائے جو لوگوں کی بھلائی کیلئے
کیا بتاؤں نگہِ حق میں وہ کیا ہوتا ہے

پھر فرشتوں میں بھی ملتی نہیں ایک اسکی مثال
دل میں جس شخص کے کچھ خوفِ خدا ہوتا ہے

مشغلہ جس کا ہو لوگوں کی بُرائی کرنا
پُوچھ عاجز سے کہ وہ کتنا بُرا ہوتا ہے

دُنیا تیری، یہ طرز، یہ تیرا شعار کیا؟ — تو غیر معتبر ہے، ترا اعتبار کیا؟
بُجھ جائینگے یونہی مری آنکھوں کے کیا چراغ — پُوری نہ ہوگی حسرتِ دیدارِ یار کیا؟
ہستی کا ایک ہچکی میں "قصہ" ہُوا تمام — اب اس سے بڑھ کے ادر کروں اختصار کیا؟
اس طرح کیوں خزاں میں عنادل ہیں ناصبور — آئے گی پھر چمن میں نہ فصلِ بہار کیا؟
لوگوں کے عیب ڈھونڈنے والے تو یہ بتا، — اپنے گناہ بھی کبھی تُو نے شمار کیا؟
جس چیز کو جہان میں حاصل نہیں دوام — اُس چیز کا جہان میں پھر اعتبار کیا؟
تغیرِ حالِ دل پہ ہے کیوں اتنا بیقرار — ہے اس جہانِ غم میں کسی کو قرار کیا؟
خوفِ عذابِ قبر میں، فکرِ حساب میں — آنکھیں تری ہوئی ہیں کبھی اشکبار کیا؟

عاجز مآلِ زیست تجھے کیا بتائیں ہم
دیکھا نہیں ہے تو نے کسی کا مزار کیا؟

بچپن کا زمانہ، عہدِ جوانی، حیف لُٹائے بیٹھے ہیں
ہم اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں، آگ لگائے بیٹھے ہیں!

جو کام کے دن تھے بیت گئے سب مدہوشی کے عالم میں!
اُس اک اک لمحہ پر سو سو اب اشک بہائے بیٹھے ہیں!

اے راہیِ منزل رستے میں لُٹ جائے نہ تیرا زادِ سفر
صیّاد ہزاروں گھات میں ہیں جو دام بچھائے بیٹھے ہیں

اے جانے والے دیکھ نہ تو رنگینیِ محفل کی جانب
ہم لمحہ بھر کی عشرت سے سو داغ اٹھائے بیٹھے ہیں!

یہ فصلِ بہاراں کیا شے ہے، لائی ہے خزاں کو دامن میں
نادان ہیں جو شادابیِ گُل سے آنکھ ملاتے بیٹھے ہیں!

یہ غنچے اپنی نکہت میں رکھتے ہیں شرارے پوشیدہ
اِس گلشن کے لاکھوں بُلبل گھر اپنے جلائے بیٹھے ہیں!

ہوشیار۔ کہ تیری راہِ سفر پُر خار بھی ہے، دُشوار بھی ہے
اِس راہ میں کتنے اہلِ خرد دامن اُلجھائے بیٹھے ہیں!
یہ زیست عمل کا وقفہ ہے اور موت سے آگے منزل ہے
وُہ سدا مسافر رہتے ہیں، جو راز یہ پائے بیٹھے ہیں!
رہتے ہیں نگاہوں کے آگے دن رات جنازوں کے منظر
حیرت ہے کہ پھر کیوں اپنی اجل ہم دل سے بھلائے بیٹھے ہیں
اس دارِ فنا سے چلے گئے کتنے یار و غم خوار اپنے،
ہم کتنے جگر گوشے اپنے قبروں میں دبائے بیٹھے ہیں!
ہر صبح سفر، ہر شام سفر، عاجز آخر، انجام سفر،
کچھ چلے گئے، کچھ جائیں گے، دُنیا میں جو آئے بیٹھے ہیں!

اخلاص سے ہر نیکی میں آتی ہے صفائی
اخلاص سے بڑھتی ہے ہر اک نیک کمائی
ہر نیکی ریاکاری سے ہو جاتی ہے برباد
نیکی کو چھُپا، اُس کی نمائش ہے بُرائی

دل - کیا کہا، عزیز نہیں، محترم نہیں؟ | تیری نظر کی زد میں ہے یہ بات کم نہیں
منڈلا رہا ہے سر پہ ترے طائرِ اجل | پھر بھی لحد کی فکر، قیامت کا غم نہیں
جو درد مجھ کو تیری نظر نے عطا کیا | تیری قسم وہ نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں
رختِ سفر نہ کھول، نقوشِ قدم نہ دیکھ | کیا تو مسافرِ رہِ ملکِ عدم نہیں
غم کی متاعِ بیش بہا اس کی دین ہے | اب دل میں کوئی خواہشِ جاہ و حشم نہیں
آخر شکایتِ غمِ دُنیا سے فائدہ، | وُہ کون ہے، یہاں جو گرفتارِ غم نہیں
گھبرا نہ زندگی کے نشیب و فراز سے | جو مستقل ہو ایسا تو کوئی بھی غم نہیں
رقص و سرود، بزمِ طرب، محفلِ نشاط | ہرگز یہ شانِ امتِ خیرُ الامم نہیں!
وُہ سر فراز ہو نہ سکا راہِ شوق میں | جو آستانِ پاک پہ ہر وقت خم نہیں

خالق کو چھوڑ کر جھکے مخلوق کی طرف
عاجز کا یہ اصول خدا کی قسم نہیں!

رہوں گا میں ترا ممنون عمر بھر کے لیے
قبول کرے مرا سر جو اپنے در کے لیے
بقا ہے کونسی شے کو جہانِ فانی میں
کشش ہو کونسی شے میں دل و نظر کے لیے
کوئی کسی کا ہے دشمن، کوئی کسی کا رقیب
بپا فساد ہے زن اور زمین و زر کے لیے
عدم کہ جس کا سفر عنقریب ہے درپیش
ہے زادِ رہ بھی ترے پاس اس سفر کے لیے
یہ مارکیٹیں، یہ مِل، یہ فلک نما بنگلے،
یہ حرصِ جاہ اور اس عمرِ مختصر کے لیے
شراب و بربط و رقص و سرود و عریانی
یہ کام ٹھیک ہیں کیا؟ تجھ سے راہبر کے لیے

ہے فکرِ عالمِ فانی میں ہر گھڑی سرشار
عمل کرے گا تو کب آخرت کے گھر کے لیے

بیانِ حالِ دلِ زار بھی نہیں آساں،
چھپانا غم کا بھی مشکل ہے چشمِ تر کے لیے

ضیائے شمعِ ہدایت ہے جلوہ گر ہر سُو
ہے جوہری کی ضرورت مگر گہر کے لیے

ہے فکر، اپنے گناہوں کی مغفرت کی جنھیں،
مدام اٹھتے ہیں وُہ گریۂ سحر کے لیے

خزاں نے لوٹا ہے باغِ دل و جگر اسطور
نہ چھوڑا قطرۂ خوں تک دل و جگر کے لیے

یہ حادثاتِ زمانہ، یہ گردشِ ایّام!
ہزار درس ہیں اک مردِ دیدہ ور کے لیے

دوام کس کو ہے دُنیائے دوں میں اے عاجزؔ
ہے جامِ موت مقدّر ہر اک بشر کے لیے

گرتے کبھی نہ اہلِ جہاں کی نظر سے ہم — رکھتے جو ربط مسلکِ خیر البشر سے ہم

دُنیا کو اختیار کیا، دیں کو چھوڑ کر — واقف نہیں ہیں اس قدر بھی خیر و شر سے ہم

قلبِ جہاں پہ نقش ہے جوشِ جہاد میں — گزرے تھے مثلِ سیلِ رواں بحر و بر سے ہم

آباد بتکدے ہیں تو ویراں ہیں مسجدیں — کیا خوب پیار کرتے ہیں خیر البشر سے ہم

ہم کو خدا سے پیار، نہ انساں سے واسطہ — کس درجہ گر گئے ہیں مقامِ بشر سے ہم

اس وقت ہو گی شمعِ ہدایت کی جُستجُو — گزریں گے پُلصراط کی جب رہگذر سے ہم

کھل جائے گا فریبِ طلسماتِ رنگ و بُو — دیکھیں جو گل کو دیدۂ عبرت اثر سے ہم

ہوتا جو کچھ بھی خطرۂ روزِ جزا ہمیں — غافل نہ رہتے یوں کبھی زادِ سفر سے ہم

عاجزؔ سکونِ زندگی حاصل رہا ہمیں،
جب تک گریز کرتے رہے کر و فر سے ہم!

وُہ جا ہے کونسی تو جہاں جلوہ گر نہیں　　یہ اور بات ہے، مجھے تابِ نظر نہیں
کیوں آج تیری آہ و فغاں میں اثر نہیں　　تیری جبیں نہیں کہ وُہ وقتِ سحر نہیں
حیواں سے بھی بُرا ہے تو ہرگز بشر نہیں　　گر مقصدِ حیات پہ تیری نظر نہیں
منزل ہے کتنی دُور مجھے کچھ خبر نہیں　　مَیں گامزن ہوں اور کوئی راہبر نہیں

سُن، اور دیکھ! زندگی یہ معتبر نہیں،
مان اور جان! موت سے ہرگز مفر نہیں!
جب موت سے مفر نہیں تو فکرِ موت کر،
ہے فکر موت کی، تو پھر خطر، نہیں!

تو دل لگا نہ اس سے یہ دنیا ہے بیوفا　　یہ ایک رہ گزر ہے کسی کا یہ گھر نہیں!
اپنے گناہ کس طرح اس سے چھپائیگا　　وُہ شے ہے کونسی، اُسے جس کی خبر نہیں
دل کو قرار ملتا ہے ذکرِ خدا کے ساتھ　　وجہِ سکونِ قلب یہ لعل و گہر نہیں

پھسلا رہا ہے پاؤں تو عاجز جہاں میں یوں
جیسے کہ تجھ کو پیش عدم کا سفر نہیں!

جو گزر گئی سو گزر گئی، ہَیں فضول اب اُس کی حکایتیں
تجھے اب بھی حشر کی فکر ہو، تو ہوں تجھ پہ حق کی عنایتیں

یہ فضا، یہ ابر، یہ آسماں، یہ قمر، یہ شمس، یہ کہکشاں،
یہ زمیں، یہ دشت، یہ گلستاں ہَیں وجودِ باری کی آیتیں

نہ تو دین میں عقل کو دخل ہے، نہ فقہ ہی دین کی اصل ہے
یہ کلامِ پاک میں نقل ہے، یہ حدیث کی ہیں روایتیں

نہیں حادثاتِ جہاں سے گر، تیرے قلب و روح پہ کچھ اثر
تری اپنی ذات میں اے بشر۔ ہَیں نہاں ہزار ہدایتیں

مرا کام تیری مخالفت، ترا کام میری معاونت
مری راہ شیوۂ معصیت، ترا شغل رحم و رعایتیں!

ہَیں یہی سکون کی صورتیں، نہ ہوں خواہشیں، نہ ضرورتیں
نہ کسی سے دل میں کدورتیں، نہ کسی کی لب پہ شکایتیں

تری ساری محنتیں بے ثمر، تری ساری کوششیں بے اثر
نہ رضائے خالقِ کُل ہو گر، ترے سارے کاموں کی غایتیں
یہ اصول ہے، یہ ہے قاعدہ، ہے شریکِ جُرم بلاشُبہ
وُہ بشر کہ جس کا ہو مشغلہ، سدا مجرموں کی حمایتیں!
ہے دعائے عاجزِ بے نوا، تری بارگاہ میں اے خدا
مجھے اُن کی راہِ ہدیٰ دکھا! جنھیں تو نے بخشیں ہدایتیں

عابد ہیں اُسی کے ہم، معبُود اللہ ہی!
ساجد ہیں اُسی کے ہم مسجُود اللہ ہی
ہر فعلِ مُسلماں ہے اللہ کے لئے عاجزؔ
ہر قولِ مُسلماں سے مقصُود ہے اللہ ہی

دلِ حزیں پہ گزرتی ہے کیا یہ بات نہ پوچھ
تو حالِ زار مرا دیکھ، واقعات نہ پوچھ

نگاہِ غور سے تنظیمِ کائنات کو دیکھ
وجودِ باری پہ آیاتِ بیّنات نہ پوچھ

بس ایک جلوے سے بیہوش ہو گئے موسیٰؑ
خدا کے نورِ مُبیں کی تجلّیات نہ پوچھ

بشر وُہی ہے کہ ہے جسکے دلمیں خوفِ خدا
تُو پوچھ نام نہ اُسکا تو اُس کی ذات نہ پوچھ

ہے نزع و قبر و قیامت کا سامنا جن کو
مرے عزیز تو اُن کے تفکّرات نہ پوچھ

ابھی تو منزلِ مقصود ہے بہت آگے
ابھی سے راہِ محبّت کی مشکلات نہ پوچھ

خدا کا شکر ہے جس حال میں ہوں اچھّا ہوں
گزر رہی ہے یہ کِس رنگ سے حیات نہ پوچھ

زباں پہ دعویٰ توحید ہے مگر افسوس
دلوں میں کتنے نہاں ہیں توہّمات نہ پوچھ

جوارِ کعبہ میسّر رہا ہے، بارہ برس
خدائے پاک کی مجھ پر نوازشات نہ پوچھ

زباں پہ آ نہیں سکتا وہاں جو دیکھا ہے
تُو اس فضائے حسیں کے مشاہدات نہ پوچھ

سیاہ کار ہے عاجز جہاں سے بدتر ہے
تُو دیکھ اپنا کرم، اس کے سیّئات نہ پوچھ

دل کو سکوں ملا نہ سکوتِ زباں سے بھی
بے تابیاں نہ ہٹ سکیں آہ و فغاں سے بھی

لیتی ہے آنکھ لطفِ جمال و کمالِ دوست
نیرنگِ فصلِ گُل سے بھی جورِ خزاں سے بھی

بھڑکی جو آگ دل میں ترے اشتیاق کی
وُہ بجھ سکی نہ پھر کسی اشکِ رواں سے بھی

اعجاز ہے اُنھیں کے یہ حسن و جمال کا
محبُوب ہو گئے وُہ مجھے مری جاں سے بھی

لے چل دلِ حزیں وہیں لے چل دلِ حزیں
تسکین پا سکے غمِ ہستی جہاں سے بھی

ہر ہر قدم پہ جس جگہ خطرہ ہو جان کا،
لائیں گے ہم دوائے محبّت وہاں سے بھی

نازاں ہیں لوگ دعوۂ تسخیرِ ماہ پر،
آگے گئے ہمارے نبی آسماں سے بھی!

ماحول کا اثر بھی ہے اور اے خطیبِ قوم
بگڑی ہے قوم کچھ ترے طرزِ بیاں سے بھی

مسجد سے بھی لگاؤ ہے، فلموں سے بھی ہے عشق
آگاہ ہم نہیں رہے، سُود و زیاں سے بھی

لوٹا ہوں نامراد ہر اِک بارگاہ سے
کیا نا امید جاؤں تیرے آستاں سے بھی

دستِ دُعا اٹھا نہ کوئی آنکھ نم ہُوئی
ہم نے گزر کے دیکھ لیا اپنی جاں سے بھی

مانا کشادہ چشم تھے غنچے ترے لیے
رکھنا تھا ربط اس دلِ حسرت نشاں سے بھی

اُس سے نہ چھُپ سکیں گی سیہ کاریاں تری
واقف ہے وُہ تو دل کے خیالِ نہاں سے بھی

صد حیف تجھ پہ اے دلِ عاجز ہزار حیف
تجھ کو سبق ملا، نہ غمِ ناگہاں سے بھی

دل ہو کہ جاں نثار کیے جا رہا ہوں مَیں
ہر چیز نذرِ یار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

پردہ اُٹھا کے چہرۂ حُسنِ بہار سے
دامن کو تار تار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

جس راہ میں غبار بھی گر کر نہ اُٹھ سکے
وُہ راہ اختیار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

سازِ حیات چھیڑ کے مضرابِ درد سے
ہر غم کو خوشگوار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

بہرِ دُعا وُہ آئیں گے میرے مزار پر
اُس دِن کا انتظار کیے جا رہا ہوں مَیں!

شاید شبِ فراق کی یوں صبح ہو سکے
داغوں کو آشکار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

وُہ زندگی جو موت کا اِک مستقل فریب
اُس زندگی سے پیار کیے جا رہا ہوں مَیں!

صحنِ چمن سے لالۂ رنگیں سمیٹ کر
دامن کو داغدار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

عاجزؔ عجیب جرمِ وفا میں ہے دلکشی
یہ جُرمِ بار بار کیے جا رہا ہوں، مَیں!

افسوس! جوانی رہِ غفلت میں لٹائی — یہ چیز گنوانے کی نہ تھی، پھر بھی گنوائی

پھولوں کا سرِ بزم، ستاروں کا دمِ صبح — انجام جو دیکھا تو مری آنکھ بھر آئی!

جو جان چھڑکتے تھے ترے نقشِ قدم پر — وُہ دے گئے ایک ایک تجھے داغِ جدائی

گزرے ہیں ترے سامنے دن رات جنازے — صد حیف! تجھے پھر بھی اجل یاد نہ آئی

کیا کیجئے مرغِ دلِ افسردہ نظر کو، — اس گلشنِ ہستی کی فضا راس نہ آئی

موت آکے ذرا پردۂ انجام اٹھادے — ہو جائیگی پھر اپنی ہر اک چیز پرائی

جینا بھی وہی ہے مرا مرنا بھی وہی ہے — میں نے کوئی دُنیا میں نئی بات نہ پائی

بحرِ غمِ عقبیٰ میں ہوا غرق جو عاجز
حاصل ہوئی اس کو غمِ دنیا سے رہائی

جب کچھ بھی توجہ سے نظر ہم نے اٹھائی — ہر شے میں ضیا تیری جھلکتی نظر آئی
لاریب رگِ جاں سے قریں تر ہے تو لیکن — حیرت ہے کہ پھر بھی نہیں دیتا ہے دکھائی
واعظ کا اگر قول عمل کے ہو مخالف — سامع کی نظر میں ہے وہ اک ہرزہ سرائی
اس قلب کی اصلاح کا امکان ہے وشّن — جو قلب سمجھتا ہو، بُرائی کو بُرائی
سنت کے مخالف ہو جو اخلاص سے خالی — سب خاک میں مل جائیگی وُہ تیری کمائی
اے دل جسے معلوم نہیں خود رہِ منزل — کیا خاک کرے گا وُہ تری راہ نمائی
پابندیٔ اسلام سمجھتے ہیں جو اک قید — یہ قید ہے آلامِ دو عالم سے رہائی
رکھا جو کل اک دوست کی میت کو لحد میں — دل کانپ اُٹھا اور مری آنکھ بھر آئی
مومن کے لیے تختِ سلیماں سے ہے بہتر — یارب ترے سنگِ درِ اقدس کی گدائی

مخلوق تو جس کی ہے اُسی سے ہے بغاوت
عاجز کوئی کیا اِس سے بھی بڑھ کر ہے ڈھٹائی

حیاتِ فانی ہے، فانی پہ شادمانی کیوں
اجل یقینی ہے، پھر اس پہ نوحہ خوانی کیوں
خدا کے ملک میں رہ کر خدا سے برگشتہ،
گرے نہ سر پہ ترے برقِ آسمانی کیوں
جہاں میں ترکِ عمل ہی اگر توکل تھا،
تو کسبِ دہر میں دنیا کی خاک چھانی کیوں
تھی دیدِ جلوۂ خالق جہاں میں گر ممکن،
تو پھر کہا گیا موسیٰؑ کو لَن تَرَانِی کیوں
ڈبو کے بحرِ معاصی میں اپنی کشتیِ عمر
سنانے بیٹھے ہو تم اس کی اب کہانی کیوں!
جب اُن کا گوشۂ دامن تجھے میسّر تھا،
ہوا کے رُخ پہ رکھی شمعِ زندگانی کیوں

تمھارے پاس ہے تسخیرِ کائنات کا راز،
تمھارے نفس پہ شیطاں کی حکمرانی کیوں،

تمھارا جُرم عیاں ہے تمھارے چہرے سے
زباں سے کرتے ہو سعیٔ غلط بیانی کیوں

خرد بھی، علم بھا، اور سامنے بھا یومِ حساب
ہوس کی راہ میں پھر لُٹ گئی، جوانی کیوں!

وُہ وقت آئے گا، رو رو کے جب پکاروگے
خدا اور اس کے نبیؐ کی نہ بات مانی کیوں

حصُولِ مال کا مقصد ضیاعِ مال ہو گر،
حصُولِ مال میں پھر صرفِ زندگانی کیوں

تری زباں نے سدا جس پہ آگ برسائی،
اب اس کی قبر پہ یہ لُطفِ گلفشانی کیوں!

بِنا ہو جس کے عمل کی خلوصِ نیّت پر،
قدم نہ چُومے بھلا اس کے کامرانی کیوں

انجبرؔ وقت میں عاجز ہجومِ یاس و الم،
کئے کا پھل ہے یہ قسمت سے بدگمانی کیوں!

ابتدا کرتا ہوں میں جب حمدِ ربّانی کے ساتھ
جھوم اٹھتی ہے فضا میری غزل خوانی کے ساتھ
اُٹھ کھڑے ہوں، گر مسلماں جوشِ ایمانی کے ساتھ
مرحلہ ہر ایک حل ہو جائے آسانی کے ساتھ
صفحۂ ہستی سے پھر حق کو مٹانے کے لیے
کفر صف آرا ہے اپنی فتنہ سامانی کے ساتھ
وُہ زنِ مسلم جو تھی کل پیکرِ شرم و حیا،
آج پھرتی ہے سرِ بازار عُریانی کے ساتھ
یہ رُخِ تاریخِ انساں کس قدر تاریک ہے!
ظلمِ انساں اور وُہ بھی نوعِ انسانی کے ساتھ
شرک و بدعت کی کبھی توحید سے بنتی نہیں
جس طرح بنتی نہیں ہے آگ کی پانی کے ساتھ

کر فـراوانی سے شکرِ نعمتِ یزداں بھی تُو،
جب ملی ہیں نعمتیں تجھ کو فـراوانی کے ساتھ
ہے یہ شرحِ لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا
جان بھی قربان کر، دولت کی قـربانی کے ساتھ
آنکھ اس کو دیکھ لے گی، بعدِ مُردن بالیقیں
کان جس کو سُن رہے ہیں آج حیرانی کے ساتھ
کتنے عبرت ناک منظر آنکھ سے گزرے ترے
پھر بھی تجھ کو پیـار ہے اِس ہستیٔ فانی کے ساتھ
جُبّہ اور قُبّہ سے اے عاجز تجھے کیا فـائدہ
دل کی بھی اصلاح کر تُو سبحہ گردانی کے ساتھ

چاکِ سینہ، چاک دل اور چاک دامانی کے ساتھ
ہم ترے کوُچے سے گزرے کس پریشانی کے ساتھ

جلوۂ شمس و قمر آنکھیں ملائے کیا مجال!
تیرے در کی خاک کے ذرّوں کی تابانی کے ساتھ

اے میرے آقا یہ ہے تیری محبّت کی دلیل
سر جھکا ہے زیرِ خنجر خندہ پیشانی کے ساتھ

جا چکے ہیں چھوڑ کر، وہ کب کے لیکن آج بھی
یاد کرتے ہیں انھیں ہم اشک افشانی کے ساتھ

بے کسی ہی بے کسی ہے، خامشی ہی خامشی
گھر مرا آباد ہے، کس خانہ ویرانی کے ساتھ

یوُں گناہوں سے بشر، توبہ سے ہو جاتا ہے پاک
پاک ہو جاتے ہیں کپڑے جس طرح پانی کے ساتھ

چُومنا قرآن کو، احکامِ قرآں سے فرار
کیا یہ استہزا نہیں احکامِ قرآنی کے ساتھ
زینتِ بزمِ جہاں ہے دوستو دامِ فریب
دل جو اس میں پھنس گیا نکلا نہ آسانی کے ساتھ
سانپ بن کر ڈس لیا دُنیا نے اے عاجزؔ اُسے
جس نے بھی اُس کو چھُوا اغراضِ نفسانی کے ساتھ

پہلو میں درد، قلب میں ہے اختلاج آج
کرنا ہے اب نگاہِ کرم، کر علاج آج

شاید نہ اس کے بعد کوئی ہاتھ اُٹھ سکے،
رکھ لے کسی کے دستِ دُعا کی تو لاج آج

فصلِ خزاں میں جس غمِ دل سے بہار تھی
باقی نہیں ہے اُس غمِ دل کا رواج آج

بازارِ زندگی کے ضوابط بدل گئے
ارزاں بشر کا خوں ہے گراں ہے اناج آج

اغوا و قتل و سود و زنا اور شراب و رقص
زوروں پہ چل رہا ہے یہی کام کاج آج

دنیا میں آج غیرتِ مسلم کو کیا ہُوا
من مانی کر رہا ہے یہاں سامراج آج

تو کل مرے گناہ و خطا کا نہ کر شمار
اس کے سوا نہیں ہے کوئی احتیاج آج

گزری تمام عمر اسی انتظار میں
آئیں گے آج آج وہ آئیں گے آج آج

عاجز پہنچ کے نقشِ کفِ پائے یار تک
گردوں نشیں ہے خاک نشیں کا مزاج آج

زندگانی شاہراہِ موت پر ہے گامزن،
اور ہم محوِ جمالِ غنچہ و سرو و سمن

ہر طرح کی نعمتیں دنیا میں تھیں، حاصل جنھیں
کتنے ان میں سے گئے دُنیا سے بے گور و کفن

قبر تجھ کو یاد کرتی ہے ہر اک دن پانچ بار،
اور اے انسان تو ہے عیش و عشرت میں مگن

وُہ بشر سوتا نہیں ہرگز کبھی غفلت کی نیند
جس کی منزل دُور ہو، اور راستہ جس کا کٹھن

مست ہے تو اس قدر کیوں زیستِ خوش آغاز پر
موت اس آغاز کے انجام پر ہے خندہ زن

ہوشیار اے راہروانِ راہِ عقبیٰ ہوشیار
ہر قدم پر راہزن ہے، ہر نفس پہ اہرمن

وُہ سہے گا کس طرح نارِ جہنم کا عذاب
دُھوپ تک برداشت جو کرتا نہیں نازک بدن

تو ہے بے آرام عاجز جن کی راحت کے لیے،
حشر میں کام آئیں گے تیرے نہ یہ فرزند و زن!

چل پڑا جو راہِ حق میں باندھ کر سر پر کفن
خطرۂ دشمن نہ اُس کو خدشۂ دار و رسن

گر رہی ہیں باغِ دیں پر بجلیاں ہی بجلیاں
اور اک ہم ہیں کہ دل میں غم، نہ ماتھے پر شکن!

ہر قدم پر پرچمِ توحید و سنّت گاڑ دو
اور مٹا دو شرک و بدعت کی ہر اک رسمِ کہن!

نیک بختی کا نشاں ہے، خوش نصیبی کی دلیل
خدمتِ دینِ محمدؐ، خدمتِ ملک و وطن!

ہے ہر اک شے آئینہ دارِ جمالِ روئے دوست
دشت کی ویرانیاں ہوں یا چمن کا بانکپن

قافلے والوں کی بدبختی کا ماتم کیجئے
ہو امیرِ قافلہ جس قافلے کا راہزن

گوشہ گوشہ اُس کا رشکِ مہرِ عالمتاب ہے
پڑ گئی جس دل پہ اُس شمعِ ہدایت کی کرن!

مقصدِ عاجز خدا شاہد ہے بس تبلیغِ حق،
طالبِ تحسیں نہ وہ دلدادۂ دادِ سخن!

غلط! کہ تیرا جہاں میں کہیں نشاں نہ ملا — ترے جمال کا جلوہ کہاں کہاں نہ ملا!
یہ مہر و مہ، یہ بہار و خزاں، یہ شام و سحر، — تو سو حجاب میں ہو کر کہاں کہاں نہ ملا؟
زمانے بھر میں کہیں تیرے آستاں کے سوا — مری جبینِ عقیدت کو آستاں نہ ملا
نقیبِ دردِ زمانہ تھے ہم، مگر کوئی، — ہمارے درد کا دُنیا میں رازداں نہ ملا
جہان بھر کی جسے نعمتیں میسر تھیں، — اسے ملے تو ہمیں وُہ بھی شادماں نہ ملا
بھٹک گیا جو رہِ مستقیم سے اس کو — کہیں بھی منزلِ مقصود کا نشاں نہ ملا
میں سوچتا ہوں کہ پہنچے گا کیسے منزل پہ — وُہ کارواں کہ جسے میرِ کارواں نہ ملا
کیا نہ غور ہمیں نے بساطِ عالم پر! — مقامِ غور و تدبّر کہاں کہاں نہ ملا؟
سکُون جس نے نہ بخشا زمین والوں کو — سکُوں اُسے بھی کبھی زیرِ آسماں نہ ملا
گلی گلی میں پھرے، شہر شہر میں گھومے — سراغِ نقشِ کفِ پائے رفتگاں نہ ملا

بیانِ حق سے تو غافل نہ رہ کبھی عاجز،
یہ غم نہ کر، کہ ترے غم کا قدرداں نہ ملا

فضا، دلکش ہے کیف آور سماں ہے ۔۔۔ جبیں میری ہے، تیرا آستاں ہے
زمیں کے ذرّے سے گردوں کے ستارے ۔۔۔ ہر اِک شے سے تیری قدرت عیاں ہے
نہیں موقوف نجم و مہر و مہ، پر ۔۔۔ ترے قبضے میں نظمِ دو جہاں ہے
نہیں ممکن فرار اس ذاتِ حق سے ۔۔۔ زمیں اس کی ہے اس کا آسماں ہے
گئے جس راہ سے اپنے اکابر، ۔۔۔ اسی پر اپنی منزل کا نشاں ہے
یہ کس نے بربطِ دل آج چھیڑا ۔۔۔ کہ ہر تارِ نفس نغمہ کناں ہے
مَیں اپنی بے بسی پر رو رہا ہُوں ۔۔۔ رواں سُوئے مدینہ کارواں ہے
یہ ممکن ہے وہی دشمن ہو تیرا ۔۔۔ زمانے میں جو تیرا رازداں ہے
غلط باتیں نہ کر منسُوب ہم سے ۔۔۔ ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے
کوئی پگھلا بھی دل تیرے بیاں سے ۔۔۔ سُنا تھا تو بڑا شعلہ بیاں ہے

تِرا عاجز ترے لطف و کرم سے
تِری تعریف میں رطب اللساں ہے

جگر شق، زرد چہرہ، چاکِ داماں کون دیکھیگا؟
پریشاں ہوں، مرا حالِ پریشاں کون دیکھیگا؟

جہاں پڑتی نہیں نظریں کسی کی آتشِ گُل پر
وہاں اے دل ترا یہ سوزِ پنہاں کون دیکھیگا؟

اگر وُہ نور برساتے ہوئے محفل میں آ جائیں
تری صورت پھر اے شمعِ فروزاں کون دیکھیگا؟

کلی افسُردہ، غنچے دم بخود، اور پھُول پژمُردہ
یہ صورت ہے تو پھر شکلِ گلستاں کون دیکھیگا؟

اُنھیں کی تیغ کے کشتے تڑپتے ہیں مزاروں میں
یہ نظّارہ سرِ گورِ غریباں کون دیکھیگا؟

غنیمت ہیں یہ دو دن زندگی کے آؤ مِل بیٹھیں
بچھڑنے پر یہ رنگِ بزمِ یاراں کون دیکھیگا؟

اگر جاں جا رہی ہے شوق سے سو مرتبہ جائے
ترا جانا مگر اے جانِ جاناں کون دیکھیگا؟

قیامت پر مرا ایماں مگر اے داورِ محشر
ترے آگے کسی کی فردِ عصیاں کون دیکھیگا؟

تو اُس دار العمل سے گر تہی دامن چلا عاجزؔ
تری جانب پھر اے بے سر و ساماں کون دیکھیگا؟

ترے رحم و کرم کا آسرا ہے — تہی دامن ہوں میرے پاس کیا ہے؟
مقدر تھا یونہی گھٹ گھٹ کے مرنا — قصور اپنا نہ دُنیا کی خطا ہے
لذائذ سے جسے سینچا ہے تو نے — تنِ نازک، یہ کیڑوں کی غذا ہے
درندہ تو نہیں یہ مردِ مفلس — اِس انساں سے ہر انساں بھاگتا ہے
کرے حق جو نہ حق داروں کا پورا، — ہے قارونِ زمانہ بھی تو کیا ہے
میں روؤں کیوں نہ خوفِ آخرت سے — کہ رونا آخرت کا آسرا ہے!
سروں پر آگیا ہے کب کا سورج — مگر تو ہے کہ اب تک سو رہا ہے

اجل ہے گھات میں عاجز، مگر تو،
ابھی حرص و ہوا میں مبتلا ہے

مثالِ مُردہ پہلو میں پڑا ہے ایک مدّت سے
دلِ خوابیدہ اُٹھ بیدار ہو جا خوابِ غفلت سے
مآلِ زندگی دیکھا ہے جس کی چشمِ عبرت نے
وُہ کب مانوس ہوتا ہے جہاں کے عیش و عشرت سے
رہا ہو گا وکالت سے نہ چھُوٹے گا ضمانت پر
بشر پھنس جائیگا محشر میں خود اپنی شہادت سے
ہزاروں کشتۂ غم ہیں مآلِ عیش و عشرت پر
تجھے فرصت نہیں لیکن خیالِ عیش و عشرت سے
کبھی کوشش بھی کی ہے موت کے معنی سمجھنے کی
کبھی سوچا بھی ہے مقصد ہے کیا تیری ولادت سے
اگر ایماں ہے تیرا گرمئِ روزِ قیامت پر
پگھلتا کیوں نہیں پھر دل ترا ذکرِ قیامت سے
جما جن کے نہ دل پر نقش دنیا کی محبّت کا
وُہ اَب دُنیا سے رخصت ہو رہے ہیں کس مسّرت سے
ہُوئی اصلاح گر تجھ سے نہ اپنے دِل کی اے عاجز
تو ناممکن ہے بچنا سختئِ روزِ قیامت سے

جو دلِ غمِ دُنیا سے گریزاں نہیں ہوتا — اللہ کی اُلفت کے وُہ شایاں نہیں ہوتا
یہ راہِ محبّت ہے رہِ وادیٔ پُر خار — اس راہ میں چلنا کوئی آساں نہیں ہوتا
کس منہ سے وُہ آسائشِ عقبےٰ کا ہے طالب — دنیا میں جو اس کے لیے کوشاں نہیں ہوتا
جو نامۂ اعمال کی قیمت سے ہے واقف — وُہ اپنے عمل پر کبھی نازاں نہیں ہوتا
خوشنودیٔ خالق کے لیے جس کا عمل ہو — مخلوق سے وُہ اجر کا خواہاں نہیں ہوتا
انساں کو بھی مسجود بنا لیتا ہے ناداں، — توحیدِ خُدا کا جسے عرفاں نہیں ہوتا
اللہ کی رحمت پہ نظر رہتی ہے جس کی، — انسان سے وُہ طالبِ احساں نہیں ہوتا
تہذیبِ فرنگی سے جو رکھتا ہے محبّت — سچ یہ ہے کہ وُہ سچّا مسلماں نہیں ہوتا
انساں کسی انساں کے جو دُکھ میں نہیں شامل — انساں کسی صورت میں وُہ انساں نہیں ہوتا
بے سُود ہے اقرار گناہوں کا زباں سے — جبتک تو تہِ دل سے پشیماں نہیں ہوتا

ہیں سامنے جسکے رہِ منزل کے تقاضے
عاجز وُہ کبھی بے سروساماں نہیں ہوتا

اللہ کا جو تابعِ فرماں نہیں ہوتا،
اللہ کے نزدیک مسلماں نہیں ہوتا!
بے کیف ہے یہ جلوہ گہِ حسن و محبّت
پروانہ اگر شمع پر قرباں نہیں ہوتا!
مومن کسی انساں کو پریشاں نہیں کرتا
مومن کسی انساں سے پریشاں نہیں ہوتا
لٹتی ہے یہ عزّت سرِ بازار اُسی کی،
آپ اپنی جو عزّت کا نگہباں نہیں ہوتا
پیغمبرؐ برحق کی احادیث کا منکر
واللہ کبھی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا
انجام گُلِ تر کا جو رکھتا ہے نظر میں
وُہ دل کبھی مانوسِ بہاراں نہیں ہوتا،
وُہ شب مری قسمت کی سیاہی کی امیں ہے
جس شب میری پلکوں پہ چراغاں نہیں ہوتا
عاجزؔ کبھی ایمان کی تکمیل نہ ہوگی
جب تک کہ رہِ حق میں تو قرباں نہیں ہوتا

مسلّم جب خدا کی سروری ہے — کسے پھر اس سے تابِ ہمسری ہے

وُہ جس نے نفسِ امّارہ کو مارا، — دلاور ہے، بہادر ہے، جری ہے

درِ محبُوب پر جا کر نہ جھُکنا، — عقیدت دشمنی ہے خودسری ہے

جو انساں ہے غمِ دیں میں مقیّد — غمِ دُنیا سے وُہ انساں بَری ہے!

عطا کی ہے تجھے اُس نے جو پستی — اسی پستی میں تیری برتری ہے

بھروسہ کر نہ تو ان کی نظر پر — نظر کیا ہے فریبِ دلبری ہے

سکُونِ دل میُسّر ہو مجھے کیا — جہاں میں ابتری ہی ابتری ہے

تلاشِ مقصدِ ہستی میں کھو جا
یہی عاجزؔ تری دانش وری ہے!

مَیں ایک بیکس ہوں مار مجھ کو نہ تو زمیں پر پٹک پٹک کر،
مثالِ گل دل ہے نرم میرا نہ توڑ اس کو جھٹک جھٹک کر
عجب نہیں گر بناتِ مسلم قریب لے آئیں حشر کا دن
یہ بر سرِ عام نیم عریاں جو پھر رہی ہیں مٹک مٹک کر
یہ صدقِ نیّت کا پھل ہے شاید کہ باوجودِ غمِ معاصی،
پہنچ گیا ہوں قریبِ منزل اگرچہ پہنچا بھٹک بھٹک کر
غبارِ عصیاں سے اس طرح کر تو صاف اپنے دل و نظر کو،
کہ چھاج کرتا ہے صاف جس طرح دانہ پھٹک پھٹک کر
ہیں ایک ہم جن کو راہِ حق میں خراش تک بھی نہیں گوارا
تھے ایک وُہ بھی جو دے گئے جان سُولیوں پر لٹک لٹک کر
ہے ایک پوشیدہ دستِ قدرت جو نظمِ عالم چلا رہا ہے،
یہ کہہ رہی ہے کلی اور غنچہ چٹک چٹک کر!
خدُا کے ہاں پائے گا بلاشک وُہ طالبِ علم اجر دُگن
جو پیار سے پڑھ رہا ہے قرآں بوجہِ لکنت اٹک اٹک کر
ہے دامِ ہمرنگِ سبزۂ گل بچھا ہُوا، گلشنِ جہاں میں،
تو سیر عاجزؔ کر اس کی لیکن سنبھل سنبھل کر، ٹھٹک ٹھٹک کر

جادۂ حق سے جو بد قسمت بھٹک کر رہ گیا
دُور منزل سے رہا رَہ میں لٹک کر رہ گیا

دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا کچھ ایسی ہو گئی،
بات جب کی دل میں کانٹا سا کھٹک کر رَہ گیا

تیرے دل پر ہر نصیحت بے اثر کیوں ہو گئی؟
تو نہ سمجھا گو زمانہ سر پٹک کر رَہ گیا

باغِ طیبہ سے چلی اٹھلا کے جب موجِ نسیم
گلشنِ عالم کا ہر غنچہ چٹک کر رَہ گیا

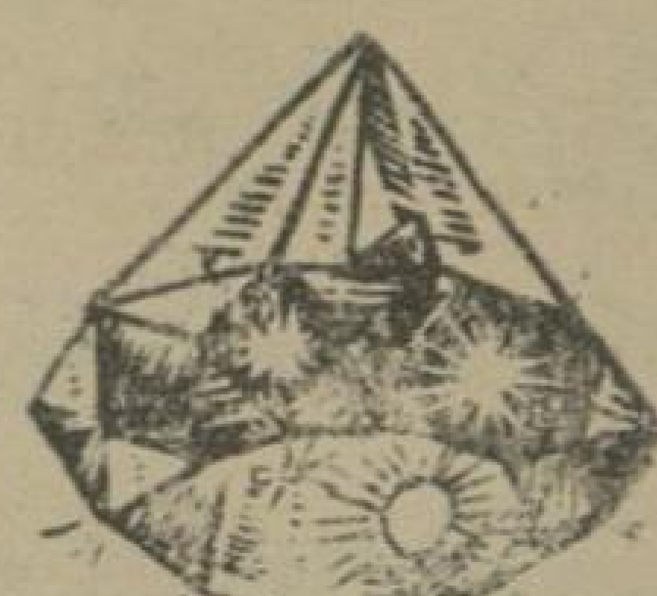
اُن کی صورت بے نظیر، اُن کی طبیعت بے مثال
جس نے دیکھا فرطِ حیرت سے ٹھٹک کر رَہ گیا

دامنِ دل لالہ و گُل سے رہا دامن کشاں،
اُن کا جب نقشِ قدم آیا، اٹک کر رَہ گیا!

اُن کی جانب دیکھنا عاجز تھا اک سوئے ادب،
ہر قدم پر شوقِ نظّارہ ٹھٹک کر رَہ گیا!

کریں گے چھلنی دل و جگر کو رہِ محبّت کے خار، کب تک؟
بہے گا خونِ جگر کہاں تک، رہے گا یہ حالِ زار کب تک؟
جنوں کی حد سے گزر گیا، اشتیاقِ دیدِ جمالِ انور
اُٹھے گا کب اُن کے رُخ سے پردہ، رہے گا یہ انتظار کب تک؟
نگاہِ گلچیں سے لالہ و گل پہ تا بہ کے بجلیاں گریں گی،
بنی رہے گی، روش روش گلستاں کی یوں شعلہ بار کب تک؟
ہے ایک اللہ، ایک قبلہ ہے ایک قرآن، ایک مرسلؐ،
پھر اہلِ ملّت کی فرقہ بندی یہ بُعد یہ انتشار، کب تک؟
الٰہی یہ تیرے سادہ بندے ہیں، غیر محفوظ ظالموں سے،
خبر نہیں کچھ ابھی رہے گی جہاں میں یہ لوٹ مار کب تک؟
گلی گلی، شہر شہر، پہنچی وبائے اغواء و قتل و غارت
صدا الصحرا ستم زدوں کی رہے گی یہ چیخ اور پکار کب تک؟

امانتوں میں خیانتیں ہیں، ہر ایک شے میں ملاوٹیں ہیں،
بتا مجھے میرے بھائی، آخر چلے گا یہ کاروبار کب تک؟
خریدنے اور بیچنے میں ہزار حربے، ہزار دھوکے
بڑھائے جائیں گے مال و دولت کو اس طرح مالدار کب تک؟
وُہ لوگ منزل پہ جا ہی پہنچے جو صبحدم چل پڑے تھے عاجز
رہے گا تو محوِ خوابِ غفلت ارے تغافل شعار کب تک؟



یہ عیش و عشرت، یہ شان و شوکت، یہ سرخوشی، یہ خمار کب تک؟
یہ جاہ و حشمت، یہ مال و دولت، یہ نشّۂ اقتدار کب تک؟
بساطِ ارض و سما پہ یہ مہر و مہ یہ نقش و نگار، کب تک؟
یہ گرمئ بزمِ زندگانی یہ خندۂ نو بہار، کب تک؟
فریب دیتی رہے گی کب تک تجھے یہ ناپائدار ہستی؛
حیاتِ بے اعتبار کا تو کرے گا یوں اعتبار کب تک؟
سمجھ سکے گا نہ تا کبے تو جہاں میں رازِ مآلِ ہستی،
قریب روزِ حساب ہے، پھر حساب سے یہ فرار کب تک؟
سنیں، سنائیں گے ہم کہاں تک وصال و فرقت کی داستانیں
مجلسیں، یہ خمار کب تک، یہ تیرے احباب و یار کب تک؟
چمن میں گل کی شگفتگی، پہ تو ہنس رہا ہے، میں رو رہا ہوں
تو مستِ نکہت ہے، میں حزیں ہوں، یہ پھول، یہ لالہ زار کب تک؟

نہیں یہ فطرت کہ بوئیں جو، ہم اُگیں مگر خوشہ ہائے گندم
بغیر اطاعت کے مغفرت کا رہے گا امیدوار کب تک؟
ترا لڑکپن، تری جوانی، ترا بڑھاپا ہے درسِ عبرت
بتا کہ آخر ترے کسی حال کو رہا ہے قرار کب تک؟
اکیلا آیا ہے تُو جہاں میں، اکیلا جائے گا تو جہاں سے
بھلا ترا ساتھ دیں گے عاجزؔ، یہ دوست، یہ غمگسار کب تک؟

نہیں ممکن کہ ہو عاجزؔ بیاں عظمت محمدؐ کی
محمدؐ کا خدا کرتا ہے خود مدحت محمدؐ کی
نہیں ثانی کوئی دونوں جہاں میں جس کا رفعت کا
خدا کے بعد وہ ہستی ہے بس حضرت محمدؐ کی!

نالۂ بلبل میں کیا پیغامِ سوز و ساز تھا
غنچہ غنچہ گلستاں کا گوش بر آواز تھا

خاک سے پیدا ہوا تو خاک میں مل جائے گا
ہے وہی انجام تیرا جو ترا آغاز تھا

کوہ و صحرا کیا لرزتے تھے زمین و آسماں
یہ مسلمانِ تن آساں جب کبھی جانباز تھا!

تو حقیقت اور طریقت کے جھمیلوں میں نہ پھنس
دینِ قیّم اب معمّہ ہے نہ پہلے راز تھا!

موت آئی اور انساں کو اُچک کر لے گئی،
اقربا مجبور تھے، معذور چارہ ساز تھا

موت سے پہلے جو مصروفِ تکلّم تھا ابھی،
لمحہ بھر کے بعد وُہ اک سازِ بے آواز تھا!

اُلفتِ اہلِ جہاں پر کیا بھروسہ کیجئے
جا رہے ہیں ڈال کر مٹی وُہ جن پہ ناز تھا

آہ اے عاجزؔ نظر آتے نہیں وُہ لوگ آج،
لب پہ جن کے ذکرِ حق، سینوں میں سوز و ساز تھا

ہے جُرم کونسا ایسا جو اضطراری ہے — ہر ایک جُرم حقیقت میں اختیاری ہے

خُدا کے خوف سے دل جس بشر کا عاری ہے — نماز جیسی عبادت بھی اس پہ بھاری ہے

سکوں فنا کا نشاں ہے اسے تلاش نہ کر! — دلیلِ زیست حقیقت میں بیقراری ہے

اسی پہ پیکِ اجل بھی نثار ہوتا ہے — رہِ خدا میں جسے شوقِ جاں نثاری ہے

حصُولِ رزق میں کیوں اضطرار ہے ہر دم — اگر بشر کا ہر اک فعل اضطراری ہے

غرور و فخر علامات ہیں جہالت کی — نشانِ بزرگی و عزت کا خاکساری ہے

رسُولِ پاکؐ سے کیوں مختلف ہے شکل تری — رسولِ پاکؐ کی گر تجھ کو شکل پیاری ہے

خدا کو جب تو سمجھتا ہے مہرباں اپنا — تو پھر زباں پہ شکایت یہ کس کی جاری ہے

ہے لب پہ نامِ خدا اور نفس کی طاعت — فریبِ نفس ہے، واضح فریب کاری ہے

تفکّراتِ قیامت نہ دُور ہوں دل سے — تمام عمر اسی فکر میں گزاری ہے

وُہ مطمئن ہے زمانے میں کسطرح عاجزؔ
جو جانتا نہ ہو خود جنّتی کہ ناری ہے

ترس رہا ہوں مَیں اُس بادۂ کُہن کے لیئے
پیامِ غنچۂ گل تھا جو جانِ وطن کے لیئے
یہ رقص گاہ، یہ زینت کدے، یہ مے خانے،
کوئی جگہ نہیں محفوظ، مَرد و زَن کے لیئے
یہ دورِ شیشہ و ساغر، یہ عہدِ چنگ و رباب
زوالِ دیدہ و دل ہے کمالِ فن کے لیئے
صنم کدے کے چراغوں کو روشنی بخشے،
یہ بات خُوب نہیں دستِ بُت شکن کے لیئے
غذائے رُوح ہے، ذکرِ خدائے عزّ و جل،
ہے آب و نان غذا جس طرح بَدن کے لیئے
کہیں ہمیں نہ اب اس کا چراغ گُل کر دیں
لٹا دیئے مہ و خورشید جس چمن کے لیئے
تو مال و زر کی طلب میں ہے جاں بلب عاجزؔ
ملے نہ خاک بھی شاید ترے کفن کے لیئے

حسیں دُنیا ہے اور دل ناتواں ہے
الٰہی! کتنا مشکل امتحاں ہے؟

کِسے آواز دُوں راہِ فنا میں؟
کوئی ہمدم نہ اپنا رازداں ہے!

خطاؤں پر عطاؤں کی نوازش
مرا اللہ کتنا مہرباں ہے؟

جو غرقِ بحرِ فکرِ آخرت ہیں،
گناہوں کی انھیں فرصت کہاں ہے؟

گیا بچپن، ہوئی رُخصت جوانی
اب اس کے بعد کیا ہوگا؟ عیاں ہے

ہے بالوں سے ہویدا، صبحِ پیری
مگر تیری ہوس اب بھی جواں ہے

چڑھا اور ڈھل گیا سُورج مگر تُو،
ابھی تک کشتۂ خوابِ گراں ہے

خُدا کی یاد سے غافل جو گزرا
وُہ لمحہ تیرا رائیگاں ہے

ہے جس کے پاس زادِ راہِ عُقبیٰ
بشر خوش بخت ہے وہ کامراں ہے

بہاروں سے نہ ہو مانوس عاجزؔ،
بہاروں میں نہاں دَورِ خزاں ہے!

دلِ مومن پرستارِ صنم خانہ نہیں ہوتا، حرم کا پاسباں کعبے سے بیگانہ نہیں ہوتا
مئے توحید جس کے ساغرِ دل سے چھلکتی ہو کوئی بھی فعل اس انساں کا رندانہ نہیں ہوتا
تو انساں ہے کہ انسانوں کی ہمدرہ کے شہروں میں کہ اہلِ حق کا مسکن کنجِ ویرانہ نہیں ہوتا
حسابِ آخرت پر ہے یقیں محکم جسے حاصل اسے شوقِ رباب و چنگ و پیمانہ نہیں ہوتا
غمِ انسانیت روشن ہے جسکے خانۂ دل میں اُس انساں کی نظر میں کوئی بیگانہ نہیں ہوتا
اثر کیا خاک ہو سامع کے دل پہ اسکا اے واعظ کہ اندازِ بیاں تیرا حکیمانہ نہیں ہوتا
یہ ممکن ہے کہ شعلہ مسکرا کر پھول بن جائے مسلماں کا مگر کافر سے یارانہ نہیں ہوتا
ترے غم میں ہمیشہ جو پریشاں حال پھرتا ہو وُہ دیوانہ تو کہلاتا ہے دیوانہ نہیں ہوتا

جو فکرِ آخرت سے مضطرب رہتا ہے اے عاجز
مزین عشرتوں سے اُس کا کاشانہ نہیں ہوتا

یا الٰہی بخش دے عزمِ کلیمانہ مجھے!
توڑنا ہے دہر کا ہر ایک بُتخانہ مجھے

جس کو پی کر محو ہو جاؤں میں تیری یاد میں
کر عطا اس بادۂ وحدت کا پیمانہ مجھے

میرے آقا کیا نہیں یہ تیری الفت کا ثبوت
ساری دُنیا کہہ رہی ہے تیرا دیوانہ مجھے

سوچتا ہُوں ہر گھڑی ایسی خطا کیا ہو گئی؟
آج اپنے بھی سمجھتے ہیں جو بیگانہ مجھے

ہر تکلّف سے بریّت، ہر تصنّع سے نجات
کیوں نہ ہو مرغوب اندازِ فقیرانہ مجھے

ایک دل تھا جو فدائے جلوۂ جاناں ہُوا
ایک جاں ہے جسکا اب دینا ہے نذرانہ مجھے

راہِ اُلفت کیا ہے اور الفت کا ہے انجام کیا!
راز یہ سمجھا گیا ہے جل کے پروانہ مجھے

جان و دل کر کے فِدا حُبِّ رسول اللہ میں،
اپنے خالق کا ادا کرنا ہے شکرانہ مجھے

کوئی سمجھتا نہیں عاجز مرے احباب کو،
کیوں سُناتے ہیں مرے ہی غم کا افسانہ مجھے؟

ہے ابھی تو ابتدائے دَردِ دل
دیکھنی ہے، انتہائے دَردِ دِل

چھُپ نہیں سکتا، چھُپانے سے کبھی
کوئی کتنا ہی چھُپائے دَردِ دِل

ڈھونڈتی ہے اب نگاہِ یار کیا؟
کچھُ نہیں دل میں سوائے دَردِ دِل

درد پیدا ہو دلِ بے درد میں!
سُن کے میرا ماجرائے دَردِ دِل

کس قدر ملتا ہے لُطفِ زندگی؟
اس کو جانے مبتلائے دَردِ دِل

آ گیا بیمار کا آنکھوں میں دَم
اب کروگے کیا دَوائے دَردِ دِل؟

خاکِ طیبہ مسکن و مَدفن بنے،
بس اسی میں ہے شفائے دَردِ دِل

ہو جو دیدارِ محمدؐ خواب میں
تب کہیں عاجزؔ کا جائے دَردِ دِل!

آندھیاں آئیں، بگولے اُٹھے، طوفاں گزرے
ہم بہر گام رہِ شوق سے خنداں گزرے

ظلمتیں نور بنیں ذرّوں سے سُورج اُبھرے
جس طرف سے بھی وُہ رشکِ مہِ تاباں گزرے

ہمّت افزائیِ چشمِ کرمِ دوست تو دیکھ!
فصلِ گل کی طرح اوقاتِ پریشاں گزرے

ذکر اَب اسکا عبث، فکر اَب اُنکی بے سُود
خوں جو آنکھوں سے بہا، دل سے جو ارماں گزرے

صرف بلبل ہی نہیں زخمیِ شمشیرِ نظر،
گل بھی کوچے سے ترے چاک گریباں گزرے

یہ سمجھ کر ہوئی تسکیں کہ گزر جائیں گے
دل سے جس وقت بھی افکارِ پریشاں گزرے

کلی چٹکی نہ کوئی غنچۂ اُمّید کھِلا
یُوں تو اس راہ سے سو ابرِ بہاراں گزرے

جس طرح یہ دلِ محرُوم جہاں سے گزُرا،
ہائے یُوں بھی نہ کوئی بے سروساماں گزرے

اپنی منزل کا نشاں ڈھونڈا اسی جادے پر
جس سے چودہ سو برس پہلے مسلماں گزرے

جادۂ زیست تو ہے ایک ہی لیکن اس سے
کتنے ہنستے ہُوئے اور کتنے پریشاں گزرے

طُمطراقِ شہِ اورنگ نشیں کچھ بھی نہیں،
کیا خبر ایسے یہاں کتنے سلیماں گزرے

لاکھوں بھُولی ہوئی یادوں نے پکارا عاجزؔ
ہم اگر گاہے سرِ شہرِ خموشاں گزرے

اثر دیکھا نہ کچھ آہ و فغاں کا ! — وہی عالم ہے اس دردِ نہاں کا
نہ شدّت کم ہوئی سوزِ نہاں کی — نہ ٹوٹا سلسلہ اشکِ رواں کا !
سرِ نوکِ پلک اک قطرۂ خوں، — یہ عنواں ہے ہماری داستاں کا
نہ دُنیا ہے، نہ عُقبیٰ ہے نہ دیں ہے — نتیجہ ہے یہی عشقِ بتاں کا
رہِ خلدِ بریں ہے راہ اُس کی — درِ جنّت ہے در اُس مہرباں کا
اسے کیا خوفِ سلطانِ زمانہ — گدا جو ہے تمہارے آستاں کا
چراغِ راہ ہے ہر ایک آنسو — نصیب اچھّا ہے دل کے کارواں کا
اگر معلوم ہے رسمِ محبّت — کبھی شکوہ نہ کر دردِ نہاں کا
اگر تو ہے خریدارِ محبّت — تو اندیشہ نہ کر سُود و زیاں، کا
کسی مجبُور کو مجبُور کرنا، — یہی دستور ہے اہلِ جہاں کا

کبھی وُہ وقت بھی آئے گا عاجز
نشاں پُوچھے گا عمرِ رائیگاں کا

نہ ساحل ہے نہ ساحل کا نشاں ہے، محبّت ایک بحرِ بیکراں ہے
درخشاں جس سے تاریخِ جہاں ہے شہیدانِ وفا کی داستاں ہے
بلند از رتبۂ ہفت آسماں ہے وُہ دل جس میں تری الفت نہاں ہے
محبّت مِٹ نہیں سکتی جہاں سے محبّت کی امیں نوکِ سناں ہے
سنبھل کر جادۂ الفت پہ چلنا یہاں کا ہر قدم اک امتحاں ہے
جگر شق، دل حزیں، نمناک آنکھیں یہی تو زادِ راہِ عاشقاں ہے
اگر معلوم ہے رسمِ محبّت تو پھر کیوں شکوۂ دردِ نہاں ہے
جہاں گِر گِر کے کوئی مشکل سے اُٹھا جہنّم زار وُہ کوئے بتاں ہے
محبّت ہے بس اللہ کی محبّت صِلہ جس کا سکونِ قلب و جاں ہے
ہمیشہ سرنگوں دیکھا ہے اس کو مآلِ معصیت جس پہ عیاں ہے

کِسے رُودادِ غم عاجز سنائیں؟
جہاں میں کون ہے جو شاد ماں ہے؟

موسمِ گل ہے بہار آئی گلستانوں میں
تذکرہ جیب و گریباں کا ہے دیوانوں میں

ایسے انسان بھی مل جاتے ہیں انسانوں میں
جن کی عزت ہے نہ اپنوں میں نہ بیگانوں میں

پھر خزاں آ گئی اسلام کے بستانوں میں
کتنے گل بہہ گئے الحاد کے طوفانوں میں

کاش ہم ڈالیں نہ اوروں کی برائی پہ نظر
کاش ہم جھانکیں ذرا اپنے گریبانوں میں

شمعِ قرآں تو فروزاں ہے بدستور مگر،
آج وہ شوقِ شہادت نہیں پروانوں میں

ایک نادار کی کٹیا میں دیا کیسے جلے
روشنی قید ہے زردار کے ایوانوں میں

جاں بلب بھوک سے ہیں سینکڑوں نادار ادھر
مال لٹتا ہے ادھر عیش کے سامانوں میں

قتل ہو جاتا ہے انسان کے ہاتھوں انساں
کوئی انسان کی قیمت نہیں انسانوں میں

اب تو ویرانوں میں آباد ہیں عشرت گاہیں
منتقل ہو گئیں اب مسجدیں، ویرانوں میں

میرا دم نکلے تو عاجزؔ اسی در پہ نکلے،
رہ گیا اک یہی ارماں مرے ارمانوں میں!

بیاں ایسا کہ جو قرآن سے منقول ہوتا ہے
ہر اہلِ عقل و دانش کے لیے معقول ہوتا ہے

بشر کا قول جو ہوتا ہے جو معمول ہوتا ہے
فرشتوں کے دفاتر میں وُہ سب منقول ہوتا ہے

عمل وُہ جو ریا، و حرص، لالچ سے مبرّا ہو
وُہی اس بارگاہِ ناز میں مقبول ہوتا ہے

کشش منصب میں کیا ہے اور کیا وقعت ہے منصب کی
وہی جانے کسی منصب سے جو معزول ہوتا ہے!

کسی گھر میں بُرائی گرچہ اہلِ بیت کرتے ہیں
مگر خود سربراہِ بیت بھی مسئول ہوتا ہے!

ہر اہلِ ملک کا معمول بن جاتا ہے ویسا ہی
کہ جیسا سربراہِ ملک کا معمول ہوتا ہے!

خطاب ایسا نہیں نافع بیاں ایسا نہیں بہتر
نصیحت کی بجائے جس میں طنز و طول ہوتا ہے

خدا کے ہاں ملے گا مرتبہ اس کو شہادت کا
جو اپنی آبرُو کے واسطے مقتول ہوتا ہے!

نہ جس کا قول ہی محکم، نہ جس کا فعل ہی بہتر،
حقیقت میں بشر ایسا بڑا مجہول ہوتا ہے!

گُنہ کے بعد دل میں شرم ہو لب پر اگر توبہ
گُنہ اس کا وُہ اس کی سہو پر محمول ہوتا ہے،

سمجھتا ہے جو انساں لمحہ لمحہ قیمتی اپنا
وُہ کب بے فائدہ اشغال میں مشغول ہوتا ہے!

فریبِ زندگی اس وقت کھل جاتا ہے اے عاجز
کہ جب انساں کو پیغامِ اجل موصول ہوتا ہے!

فنا نہیں ہے بقائے دوام کا ہے نشاں
یہ اک شہید کے ادنےٰ مقام کا ہے نشاں
فلک پہ قوسِ قزح، گلستاں میں سروِ بلند
ترے حضور سجود و قیام کا ہے نشاں
وُہ اشکِ خوُں جو گرا آنکھ سے ترے غم میں،
چراغِ انجمنِ صبح و شام کا ہے نشاں
ترے ہی مُلک میں بستے ہیں تیرے منکر بھی
یہ لطفِ خاص ترے فیضِ عام کا ہے نشاں
یہ دھوپ چھاؤں، یہ دن رات، یہ بہار و خزاں
الٰہی تیرے ہی حسنِ نظام کا ہے نشاں!
حضورِ ختمِ رسل تحفۂ درود و سلام،
رہِ شفاعتِ خیرُالانام کا ہے نشان!
گذر گئے ہیں زمانے، مگر دھنک ہے وہی
چمن میں یہ مرے عظمت خرام کا ہے نشاں

کلامِ پاک جسے ہم حدیث کہتے ہیں،
وُہ لا کلام، خُدا کے کلام کا ہے نشاں
کلامِ پاک کے ہر حکم کو بجا لانا،
کلامِ پاک کے یہ احترام کا ہے نشاں
ذرا سے کام کی تکمیل بھی نہیں ہوتی
یہ حالِ زار تیرے عزمِ خام کا ہے نشاں
زوالِ شوق کی بُنیاد ہے، یہ مایوسی
حصُولِ آرزو شوقِ تمام کا ہے نشاں
دُعائیں کیوں نہیں پاتیں، قبولیّت کا شرف
سمجھ لے یہ ترے اکلِ حرام کا ہے نشاں!
رضائے مالک و آقا پہ سر بخم رہنا
یہ ایک صابر و شاکر غلام کا ہے نشاں
یہ رقص و نغمہ، یہ جام و سبو، یہ چنگ و رباب
یہ معصیت ہے، یہ شیطاں کے دام کا ہے نشاں
نہ اب وُہ تیرا لڑکپن، نہ اب وُہ تیرا شباب
یہ وقتِ پیری اجل کے پیام کا ہے نشاں

وفورِ سجدہ سے یہ حاجیوں کا نقشِ جبیں،
بہارِ گلشنِ بیت الحرام کا ہے نشاں!
سفید چیز ہر اک دل رُبا نہیں ہوتی
سفید داغ بدن پہ جُذام کا ہے نِشاں
بہارِ باغ خزاں کی دلیل ہے، جیسے
یہ عیشِ صبح یُوں ہی رنجِ شام کا ہے نشاں
سر اور ریش میں آنے لگے جو موئے سفید،
یہ تیری عُمر کے اب اختتام کا ہے نشاں
خیال دل میں ترے موت کا رہے عاجز
برائے موت یہی اہتمام کا ہے نشاں!

وہ شے ہے کونسی جو یہاں پائیدار ہے
دُنیائے بے ثبات میں کس کو قرار ہے
خوش ہو رہا ہے آج تو دُشمن کی مَوت پر
کیا اپنی زندگی کا تجھے اعتبار ہے

دیکھے گا خُدا کام کو انعام سے پہلے
ملتا نہیں انعام کبھی کام سے پہلے

یہ شمس و قمر تھے، نہ زمیں تھی نہ فلک تھا
تھا نام کسی کا نہ ترے نام سے پہلے

ہر کام میں ہوتی ہے ترے نام سے برکت
لیتا ہوں ترا نام ہر اک کام سے پہلے

آرام کی دولت ہے مقدر میں انھی کے
آلام اٹھاتے ہیں جو آرام سے پہلے

پچھتائیگا جو موت کے بعد اس پہ یقیں ہو
موت آتی ہے پھر موت کے پیغام سے پہلے

ہے جُرم کسی شخص پہ الزام لگانا،
ثابت کرو تم جُرم کو الزام سے پہلے

ناکامیِ کوشش کی وجوہات کو دیکھیں
کوشش ہو یہی کوشش ناکام سے پہلے

اسلام کا مفہوم سمجھنا ہے ضروری
اے شخص تجھے دعوئِ اسلام سے پہلے

کرتا نہیں آغاز بڑے کام کا انساں
گر فکر ہو انجام کی انجام سے پہلے

تُو گردشِ ایام میں کچھ کر نہ سکے گا،
کچھ کر لے عمل گردشِ ایّام سے پہلے

اس طور ہو اللہ کے احکام کی تعمیل،
جنبش نہ ہو اللہ کے احکام سے پہلے

از خود تجھے مخدوم کہے گا یہ زمانہ،
خدمت کا سبق سیکھ لے خُدّام سے پہلے

الہام ہُوا تھا نہ ابھی آپؐ کو لیکن ——— الہام کے آثار تھے الہام سے پہلے
جب قتل بھی ہو سکتا ہے دشنام کا انجام ——— انجام کو بھی سوچ لے دشنام سے پہلے
بھُولا ہُوا کہتا نہیں اس کو کوئی انساں ——— گھر اپنے پلٹ آتا ہے جو شام سے پہلے
دُھل جاتی ہے توبہ سے گناہوں کی سیاہی ——— توبہ ہو اگر نزع کے ہنگام سے پہلے

کل پر نہ کوئی نیک عمل چھوڑ تُو عاجزؔ،
ممکن ہے اجل آئے تجھے شام سے پہلے!

عقیقت میں اُسی کے دل میں ہے اُلفت محمدؐ کی!
ہو ظاہر جس کے قول و فعل سے طاعت محمدؐ کی
محمدؐ کے اشارے پر یہ سر قربان ہو جائے
یہ ہے طاعت محمدؐ کی یہ ہے اُلفت محمدؐ کی

مَیں روؤں نہ کس طرح ہر انساں سے زیادہ
ہَیں کس کی خطائیں میرے عصیاں سے زیادہ

تو کوہ و بیاباں میں جسے ڈھونڈ رہا ہے
نزدیک ہے وُہ تیری رگِ جاں سے زیادہ

ہَیں سیّدِ کونینؐ بھی انسان ہی لیکن!
اشرف ہیں، معزّز ہیں ہر انساں سے زیادہ

سیرت میں تھے ممتاز ہر اک سے مرے آقا
صورت میں حسیں ماہِ درخشاں سے زیادہ

خوش بخت ہے وُہ دعوئِ ایماں میں ہے صادق
ہَیں جس کو عزیز آپ دل و جاں سے زیادہ

دنیا کا ہر اک غم غمِ جاناں پہ تصدّق
غم کوئی نہیں ہے غمِ جاناں سے زیادہ!

مسجد میں ٹھہرنے کو سمجھتا ہے منافق،
اک قیدِ گراں گوشۂ زنداں سے زیادہ
مومن کے یہ ایماں کی علامت ہے کہ اس کو
مسجد میں سکوں ملتا ہے بستاں سے زیادہ!
قدموں میں تری ماں کے ہیں جنّت کی بہاریں
لائق نہیں خدمت میں کوئی ماں سے زیادہ
اتنا تو بتا مجھ کو تو مومن ہے تو پھر کیوں،
افسانے پڑھا کرتا ہے قرآں سے زیادہ!
ہو مال، کہ اولاد، تجارت، کہ حکومت
قیمت میں نہیں کوئی بھی ایماں سے زیادہ
یہ ہاتھ اٹھے بہرِ دعا جب بھی الٰہی!
بخشا مجھے تو نے مرے ارماں سے زیادہ
اک حکم کے انکار پہ لعنت ہوئی وارد
عابد نہ تھا، ورنہ کوئی شیطاں سے زیادہ
پابندئ اسلام ہے ہر غم سے رہائی
خوش بخت نہیں کوئی مسلماں سے زیادہ

رہ سکتا ہے تو کتنے ہی امراض سے محفوظ
لازم تجھے پرہیز ہے، درماں سے زیادہ

ناصح نے کچھ اس طرح کہا نوکِ زباں سے
مجھ کو وہ چبھا خارِ مغیلاں سے زیادہ

مومن کے لیے موت ہے اک تحفۂ خوش تر
اور قبر ہے راحت کدہ بستاں سے زیادہ

اللہ کے احکام کی تعمیل ہے ممکن
انسان مکلّف نہیں، امکاں سے زیادہ!

کیوں غیروں کے قانون کی تعمیل کریں ہم
کیا قول میں فیصل ہے وہ قرآں سے زیادہ!

اُٹھ جائے اگر پردۂ احوالِ پسِ مرگ
رونق ہو بیاباں میں گلستاں سے زیادہ

ٹپکے جو گناہوں پہ ترے اشکِ ندامت
قیمت میں ہیں وہ لعل بدخشاں سے زیادہ

عاجز نہیں اس گلشنِ عالم کی حقیقت
انساں کے لیے خوابِ پریشاں سے زیادہ

دھڑکتے دل، لرزتے پاؤں سے، اور دیدۂ تر سے
مِرے آقا، ہوئے ہم اس طرح رخصت ترے گھر سے

کھُلیگا اب نیا اک باب پھر راہِ شہادت کا،
لکھینگے اک نئی تاریخ ہم پھر نوکِ خنجر سے

ہمیشہ شادماں رہتا ہوں مَیں اپنے مقدّر پر
شرف حاصل ہوا ہے مجھکو یہ حُسنِ مقدّر سے

اگرچہ بزمِ عالم میں بڑے اقسام ہیں شر کے
حقیقت میں نہیں ہے کوئی بڑا شر نفس کے شر سے

نہیں کوئی بھی در ایسا جہاں اُمّید بر آئے
مِرے آقا، اگر مایوس مَیں لوٹا ترے دَر سے

ذرا بھی ڈر کسی بھی شے کا اب دل میں نہیں مِرے
ہوئی حاصل مجھے یہ شے مِرے مولا ترے ڈَر سے

یہ محبوبِ خدا دائم دُعا کرتے تھے خطبوں میں،
خدا محفوظ رکھے آدمی کو نفس کے شر سے

شبِ تاریک میں صحرا نوردی سے جو ڈرتا ہے
وہ پھر ڈرتا نہیں کیوں قبر کے پُرخوف منظر سے

کوئی جنّت میں جائیگا، کوئی دوزخ میں جائیگا
رواں ہوگی خلائق اس طرح میدانِ محشر سے

کریگا اس سے پھر اعراض اللہ کا پیمبرؐ بھی!
کیا اعراض جس انساں نے اقوالِ پیمبرؐ سے

اگر ایمان ہے تیرا حسابِ یومِ محشر پر!
تو کیوں بے فکر ہے عاجزؔ حسابِ یومِ محشر سے

ملال و حسرت و درد و فغاں ہے فرقت میں
مدام خدشۂ سوئے اَدب ہے قربت میں

تو ہی بتا مرے آقا! میں اب کدھر جاؤں،
قرار دل کو نہ جلوت میں ہے نہ خلوت میں

رہِ وفا میں وہ دو گام چل کے بیٹھ گئے
بسر حیات ہوئی جن کی عیش و عشرت میں

وہاں کی نعمتیں پیاری لگینگی تب مجھ کو!
وُہ روبرو رہیں میرے جو باغِ جنّت میں

خیال لا نہ کبھی دل میں اپنی شہرت کا
ہزار فتنے ہیں بدنامیاں ہیں شہرت میں

اگر ہو مقصدِ انفاق فی سبیل اللہ
کوئی گناہ نہیں پھر حصولِ دولت میں

نماز، روزہ، زکات اور حج بے حاصل
رضائے حق نہیں شامل جو تیری نیّت میں

حدیثِ پاک ہمیں رہنما ہے عاجزؔ
کلامِ پاک کی ہر اک دقیق آیت میں

کلفتوں میں راحتیں تھیں، رنج میں آرام تھا — بات ہے اُسوقت کی جب غلبۂ اسلام تھا

جب میں مفلس تھا، اسیرِ گردشِ ایام تھا، — ہر طرح بدنام تھا میں، مجھ پہ ہر الزام تھا

صرف اِک لغزش سے مردودِ خلائق ہو گیا — ورنہ شیطاں بھی کبھی مرہونِ صد اکرام تھا

تیرے در پر جب بھی جو آیا ہُوا وہ نیک نام — اس سے پہلے گو زمانے بھر میں وہ بدنام تھا

آدمی کا کیوں نہ مذہب مذہبِ اسلام ہو — حضرتِ آدم کا مذہب، مذہبِ اسلام تھا

پوچھتے ہو کیوں ہُوا ناکامیوں کا سامنا — کچھ نہ پوچھو، اصل میں اپنا ہی عزمِ خام تھا

یاد آتے ہیں بڑھاپے میں لڑکپن کے وہ دن — بے خبر تھا غم سے جب، ناواقفِ آلام تھا

جب کسی بھی وصف کے حامل نہ تھے اسوقت بھی — اے خدا، ہم پر ترے اکرام تھے انعام تھا

حشمتِ دُنیا تھی اُس دم گردِ میری راہ کی — مَیں چلا جب سوئے بطحا زیبِ تن احرام تھا

میری شہرت بن گئی ہے دردِ سر میرے لئے — زندگی تھی پُرسکوں جب تک کہ میں گمنام تھا

وقت تھا تیری جوانی کا وہی تو کام کا
جب تجھے عاجزؔ نہ کچھ لہو و لعب سے کام تھا

دُعا

آنکھوں سے مسلماں کی یارب پھر پردۂ غفلت سرکا دے
بھٹکے ہوئے اپنے بندوں کو پھر راہِ ہدایت دکھلا دے
ایماں کی حرارت سے یارب پھر قلب مسلماں گرما دے
پھر مشعلِ ایماں روشن ہو پھر شعلۂ ایماں بھڑکا دے
وُہ ذوقِ عبادت دے ہم کو جو حسنِ یقیں بن کر چمکے،
وُہ نور نظر میں پیدا کر جو شمس و قمر کو شرما دے
بدعت کی ظلمت چھٹ جائے، باطل کی لعنت مٹ جائے
سنت کی اشاعت ہو ہر سُو، توحید کی خوشبو پھیلا دے!
عُریانی کے ساماں جل جائیں، فحاشی کے اڈے مٹ جائیں
بے دینی کی آندھی رُک جائے الحاد کے طوفاں ٹھہرا دے
قرآن کی تلاوت کا یارب پھر شوق دلوں میں پیدا کر
پھر اس کے معانی تبلادے پھر اس کے مطالب سمجھا دے

پھر دیکھیں آنکھیں مسلم کی، وُہ موسمِ گُل کی شادابی،
چودہ سو سال پُرانا پھر وُہ دورِ صحابہ لوٹا دے
پھر باطل پر حق غالب ہو اور جھوٹا خاسر، خائب ہو
پھر کفر سے ایماں ٹکرا دے، پھر بدر کا قصہّ دُہرا دے
میدانِ قیامت میں یارب یہی جسدم حاضرِ خدمت ہُوں
جا عاجز تجھ کو بخش دیا، اس طرح مجھے تو فرما دے

کاش انسان کے دل میں غمِ انساں ہوتا
پھر یہ آتش کدۂ دہر گلستاں ہوتا
اہلِ دولت جو ادا کرتے حقوقِ فقراء
فقر دولت سے نہ یوں دست و گریباں ہوتا

پاسبانِ حرم شاہ فیصل تغمدہ اللہ برحمتہ

کتاب "جامِ طہور" کتابت کے لئے پریس میں جاچکی تھی کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فیصل تغمدہ اللہ برحمتہ کی اچانک شہادت کا سانحہ پیش آیا۔ جس نے سُنا کلیجہ تھام کر رہ گیا۔ اس اندوہناک خبر سے پورا عالمِ اسلام لرز اُٹھا۔ میں خود مع اہل و عیال بارہ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہا ہوں۔ مملکتِ سعودیہ کی برکات اور شاہ فیصل کو بیت اللہ میں رات کے آخری حصہ میں بارہا قریب سے محوِ عبادت دیکھا ہے۔ اس سلسلہ میں اپنے قلبی واردات فوری طور پر دو نظموں کی صورت میں ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔ کتاب کی ترتیب اور فہرست مکمل ہو چکی تھی، لہٰذا مجبوراً یہ دونوں نظمیں کتاب کے آخر میں شامل ہو رہی ہیں۔ (عبدالرحمٰن عاجز)

مجاہدِ اسلام حضرت جلالۃ الملک فیصل رحمۃ اللہ علیہ

بظاہر باعثِ غم ہے شہادت شاہ فیصل کی
شہادت نے بڑھا دی اور عظمت شاہ فیصل کی

نظر افروز تھی، دلکش تھی صورت شاہ فیصل کی
خیال و فکر سے ارفع تھی سیرت شاہ فیصل کی

خدا کی شان، یہ شانِ جلالت شاہ فیصل کی
چراغِ راہ تھی ایک ایک خصلت شاہ فیصل کی

جہاں میں رحمتِ حق تھی حکومت شاہ فیصل کی
دلیلِ خیر و برکت تھی سیادت شاہ فیصل کی

رہِ اسلام میں لٹتی تھی دولت شاہ فیصل کی
زمانہ یاد رکھیگا سخاوت شاہ فیصل کی

تصوّر میں جب آتی ہے بصیرت شاہ فیصل کی
بہت محسوس ہوتی ہے ضرورت شاہ فیصل کی

ہے اُس انساں پہ شاق اُتنی ہی فرقت شاہ فیصل کی
میسّر تھی جسے جتنی رفاقت شاہ فیصل کی،

بتاؤں کیا تمہیں شانِ شرافت شاہ فیصل کی
جو پوچھو رحلتِ عالم ہے رحلت شاہ فیصل کی

بدن لاغر، زباں خاموش، آنکھیں نم، دل افسردہ،
غمِ ملّت نے کر دی تھی یہ حالت شاہ فیصل کی

غمِ مومن سے غمگیں، فرحتِ مومن سے فرحاں تھے
بہت حسّاس و جاذب تھی طبیعت شاہ فیصل کی

میری آنکھوں نے دیکھا بارہا یہ منظرِ دلکش،
شبِ آخر خدا کے گھر عبادت شاہ فیصل کی

عبادت تھی، سعادت تھی، ولایت تھی کرامت تھی
سیاست شاہ فیصل کی فراست شاہ فیصل کی

خلافِ ملّتِ اسلام ہر سازش کچل ڈالی
مسلّم تھی جہاں بھر میں ذہانت شاہ فیصل کی

برائے عالمِ اسلام موجودہ زمانے میں
نشانِ سربلندی تھی قیادت شاہ فیصل کی

یہ اجرائے قوانینِ شریعت ہی کی برکت ہے
کہ میٹھی نیند سوتی ہے رعیّت شاہ فیصل کی

جسارت تھی کسے کھل کر جو آتا سامنے کوئی
دلوں میں دشمنوں کے تھی وہ دہشت شاہ فیصل کی

محبّت تھی ہر اک مومن کی دل میں شاہ فیصل کے
ہر اک مومن کے دل میں ہے محبت شاہ فیصل کی

پڑھیں مومن نمازیں مسجدِ اقصیٰ میں پھر جا کر
خداوندا! یہ کر دے پوری حسرت شاہ فیصل کی

سعودی مملکت قائم رہیگی رحمتِ حق سے
کرینگے شاہ خالد اب نیابت شاہ فیصل کی

ترے در پر دُعا ہے عاجزِ مغموم کی یا رب!
بنا دے گلشنِ فردوس تربت شاہ فیصل کی!

پاسبانِ حرم جلالۃ الملک فیصل

(تغمدہ اللہ برحمۃ)

جل رہا ہے آتشِ حسرت میں ہر پروانہ آج
بجھ گئی اک اور شمعِ محفلِ جانانہ آج

پھول افسردہ کلی پژمردہ، غنچے سرنگوں
گلستانِ دہر بن کر رہ گیا ویرانہ آج

خون ہو کر بہ گیا دل دیدۂ بیتاب سے
ہو گیا خالی چھلک کر صبر کا پیمانہ آج

آہ وہ سلطانِ فیصل، وہ حرم کا پاسباں
کل تھا سب کا آشنا، اُف سب سے ہے بیگانہ آج

وحدتِ ملّی کے غم میں کو بکو دیوانہ وار،
دوڑتا پھرتا تھا جو، وہ چل بسا دیوانہ آج

دے رہا تھا جو ہمیں کل تک پیامِ دوستی
چل دیا خود توڑ کر ہم سے وہی یارانہ آج

آہ کل تک جو صدائے ہر دلِ مظلوم تھا
قتل اس کو کر دیا ظالم نے بے باکانہ آج

اتّحادِ باہمی جس کے تدبّر کا نشاں،
چل بسا وہ عالمِ اسلام کا فرزانہ آج

یہ فروغِ علمِ دیں، یہ شانِ توسیعِ حرم!
ہیں کہیں ایسے نقوشِ ہمّتِ مردانہ آج؟

بادشاہی جس کی تھی صد غیرتِ جمہوریت
کیوں نہ پھر جمہور ڈھونڈیں اسکو بیتابانہ آج

ہر فسانہ جس سے کل تک تھا حقیقت آشنا
ہر حقیقت بن گئی اسکی بس اک افسانہ آج

حق دلاتا تھا جو ہر ظالم سے ہر مظلوم کا
رہ گیا قربان ہو کر خود ہی مظلومانہ آج

اک جھلک جس کی دوائے دردِ چشمِ شوق تھی
چل دیا مُنہ ڈھانپ کر وہ رونقِ کاشانہ آج

جس کا دل مومن کے دل کے درد سے پُر درد تھا
سو رہا ہے قبر میں ہر درد سے بیگانہ آج

جس کے سر پر فخر کرتا تھا جہاں بانی کا تاج
چل بسا وہ چھوڑ کر سب شوکتِ شاہانہ آج

ہر گھڑی جو نغمۂ توحید سے سرمست تھا!
کر گیا جامِ شہادت نوش وہ مستانہ آج

ایک جاں باقی تھی سب کچھ دیکے دیں کی راہ میں
پیش اُس جاں کا بھی آخر کر دیا نذرانہ آج

بن گیا تفسیر کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان کی
اُٹھ گیا دُنیا کے دل سے اس کا آب و دانہ آج

تُو ہی اُس کے غم میں اے عاجز نہیں زار و نزار
کتنی آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اسکو مشتاقانہ آج

○

مصنفِ "جامِ طہور" کی

زیرِ تصنیف

کُتب (نثر میں)

— ذکرِ موت

— ایمان اور عمل صالح

— اللہ ربّ العالمین، کے
اپنے ایماندار بندوں سے ستاسی ۸۷ خطابات!

— خطرہ کی گھنٹی

تاج کمپنی اور دوسرے اداروں کے ہر قسم

کے قرآن مجید معرّیٰ و مترجم، تفاسیر واحادیث وکتبِ درسِ

نظامی، کتبِ تصوّف، کتبِ اخلاقیات، اور طبّی کتب

مکہ مکرمہ، مصر، بغداد، ترکی،

بیروت وغیرہ کی عربی، اسلامی، مذہبی مطبوعات

پاک وہند کی عربی، فارسی اور جدید وقدیم،

نادر ونایاب کتب، اور قلمی مخطوطات کی خرید وفروخت

کا عظیم ادارہ

رحمانیہ دارالکتب (زیر جامع مسجد اہلحدیث) امین پور بازار لائلپور

مختصر فہرست کتبِ عربی

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی معہ

تفسیر ابی سعود کامل اعلیٰ مجلّد

تفسیر دُرِّ منثور للسیوطی کامل مجلّد

تفسیر نسفی (مدارک) کامل مجلّد

تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی کامل مجلد

تفسیر ابن عباس کامل مجلّد

تفسیر ابن کثیر مطبوعہ بیروت کامل مجلد

تفسیر جلالین انڈیا

تفسیر الکشاف مجلد ۴

تفسیر الخازن مع تفسیر نسفی مجلد

تفسیر مع تفسیر بغوی

احکام القرآن للجصاص مجلد کامل

الترتیب والبیان عن تفصیل امی القرآن مجلد

المباحث فی علوم القرآن ۔

البیان فی اعجاز القرآن ۔

کما تحدث القرآن لمحمد خالد مجلد

الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی مجلد

التصویر الفنی فی القرآن لسیّد قطب

تاریخ القرآن وغرائب اسمہ وحکمہ

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر شاہ ولی اللہ

" " " فارسی

نہایۃ القول المفید فی علم التجوید

فتح الباری مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

مشکوٰۃ سائز ۳ جلد مجلد از پارہ ۷ تا ۱۲، ۳ تا ۱۸ ۔

۲۵ تا ۳۰ کمی ۲ جلد پارہ ۱ تا ۶ پارہ ۱۵ تا ۲۴ ۔

فتح الباری کامل مع مقدمہ

عون المعبود مطبوعہ بیروت مجلد کامل

سبل السلام شرح بلوغ المرام کامل جلد ۴

" " " اعلیٰ کاغذ

مؤطا امام مالک مجتبائی انڈیا مجلّد

مسوّیٰ شرح المؤطا شاہ ولی اللہ مجلد کامل

قیمت جوابی خط لکھ کر معلوم کریں ۔

جامِ طہور

موجودہ فانی زندگی کا انجام آخر موت ہے۔ موت کے دروازے سے گزر کر عالم آخرت میں زندگی کے لمحہ لمحہ کا حساب لیا جائے گا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ الجمعہ)

(اے پیغمبرؐ!) آپ کہہ دیجیئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ ضرور تمہیں آ پکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (خدا) کے پاس لائے جاؤ گے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام جتلا دیگا (یعنی وہ اپنے اسی علم کامل و قطعی کے مطابق تمہاری نیکیوں اور برائیوں کی جزاء و سزا بھی دیگا)

آہ! وہ کس قدر خطرناک وقت ہوگا اس روز اپنے بیگانے ہو جائیں گے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ یہ چند روزہ زندگی آخرت کی تیاری کے لیے ایک مختصر مہلت، تھوڑا سا وقفہ ہے۔ اسے غفلت میں گزار دینا عقلمند کا کام نہیں۔ کاش کہ ہم اس حقیقت پر غور کریں، اس سے پہلے کہ موت آ کر ہمیں دبوچ لے۔

عبدالرحمٰن عاجزؔ مالیرکوٹلوی

جامِ طہور

قیامت کے دن ہر انسان سے چار سوال ہوں گے جب تک وہ ان کا جواب دے دیگا اسے قدم اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَا عَمِلَ بِہٖ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ (الترغیب)

(ترجمہ) حضرت ابُوبُردہؓ سے روایت ہے فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز کوئی بندہ اپنے قدم نہیں اٹھا سکیگا جب تک وہ ان چار سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب نہیں دے دیگا (۱) اُسے جو عُمر دی گئی وہ کہاں صرف کی (۲) اسے جو علم دیا گیا اُس پر کس حد تک عمل کیا (۳) اسے جو مال دیا گیا وہ کِس طرح کمایا (حلال طریق سے یا حرام طور پر) اور پھر وہ کن کاموں میں خرچ کیا (۴) اور اس کے جسم کے بارے میں پُوچھا جائیگا کہ اسے کِن کاموں میں استعمال کیا۔

میدانِ محشر میں انہیں ہولناک سوالات کے ڈر کی وجہ سے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ۔ کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا ——

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی